فہرست مضامین

تاثرات

پہلا باب
سوانحی خاکہ

دوسرا باب
بیعت وارشاد، اجازت و خلافت

تیسرا باب
سیرت و کردار، اربابِ علم و دانش کی نظر میں

چوتھا باب
قلمی خدمات

پانچواں باب
مناقب

حرفِ اوّل

حضرت علامہ سید شاہ عبد الحق قادری

امیر جماعتِ اہلسنت پاکستان کراچی / سرپرست ماہنامہ مصلح الدین کراچی

میرے نانا حضور مظہر اعلیٰ حضرت پر تو صدر الشریعہ پیر طریقت حضرت علامہ حافظ قاری محمد مصلح الدین صدیقی قادری رضوی علیہ الرحمہ فی الواقع یادگار سلف تھے، بزرگان دین، اولیاء کاملین کی سیرت اور ان کے کردار، ان کی عبادت و ریاضت، ان کا تقویٰ و پرہیز گاری کے واقعات کو جب ہم کتابوں میں پڑھتے ہیں تو بسا اوقات ایسا خیال آتا ہے کہ اس دور میں بھی ایسے نفوس قدسیہ کے حامل افراد ہوں گے۔ تو جن خوش نصیب افراد نے میرے نانا حضور کو دیکھا ہے یا ان کی صحبت اختیار کی ہے وہ گواہی دیں گے کہ حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ ان برگزیدہ ہستیوں کا عکسِ جمیل تھے۔

جن مسائل کا سامنا ہم میں کہ ہر شخص کو ہے جیسے فکرِ معاش، بچوں کی تربیت، ان کی شادیاں، ایسے تمام مسائل کا سامنا انہیں بھی تھا اور وہ ان سے بحسن خوبی عہدہ برا بھی ہوئے لیکن اس کے باوجود انہوں نے دین متین مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ اور خصوصاً ایسے پر خلوص اور پاکیزہ کردار کی وجہ سے ایسی فضا پیدا کر دی کہ اہل محبت کو کہنا پڑا کہ پاکستان کا بریلی شریف حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ کی مسجد اور ان کا آستانہ ہے۔

میں مبارک باد پیش کرتا ہوں اپنے ان احباب کو جنہوں نے حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ کی سوانح عمری جمع کر کے شائع کی اور میرے والد بزرگوار، نقیب مسلک اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ کی سوانح عمری کو شائع کر کے آنے والے محققین اور ان بزرگوں کی سیرت پر کام کرنے والوں کیلئے ایک مستحکم بنیاد فراہم کر دی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

فقیر سید شاہ عبد الحق قادری

امیر جماعت اہلسنت پاکستان کراچی

عرضِ مرتب

ابو تراب محمد رئیس قادری

محترم قارئین کرام .... سلام مسنون

ماہ نومبر 2016 میں شمارۂ خصوصی عرفان منزل (۲) بیاد پیر طریقت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمۃ، جب شائع ہوا تو بہت سے احباب نے باصرار یہ کہا کہ عرفان منزل اول جو پیر طریقت حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ کی یاد میں 1985 میں شائع کیا گیا تھا، اسے دوبارہ شائع کیا جائے۔ اور ادارہ کے سرپرست حضرت علامہ مولانا سید شاہ عبدالحق قادری مدظلہ اور حضرت قاری صاحب کے بڑے شہزادے، حضرت صاحبزادہ محمد صلاح الدین صدیقی مدظلہ کی خواہش بھی یہی تھی۔

سو ہم نے سوچا کہ عرفان منزل، اول کی طباعت کا بہترین موقع یقیناً قاری صاحب علیہ الرحمۃ کا 35واں سالانہ عرس ہی ہے لہذا اللہ کا نام لے کر کام کا آغاز کیا اور الحمدللہ آج عرفان منزل (اول) کچھ اضافہ کے ساتھ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ امید کہ قارئین اسے پسند فرمائیں گے۔

مجلہ عرفان منزل (اول)، 1985 میں حضرت شاہ صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کی سرپرستی میں حضرت علامہ غلام محمد قادری صاحب مدظلہ اور ان کے ساتھیوں نے دارالکتب حنفیہ کی طرف سے شائع کیا تھا۔

مجلہ عرفان منزل (اول) کل 544 صفحات پر مشتمل تھا جس میں اشتہارات، عوامی تاثرات اور قاری صاحب علیہ الرحمۃ کی شخصیت کے علاوہ دیگر شخصیات پر مقالات اور مختلف مضامین بھی شامل تھے، ہم نے طوالت سے بچنے اور کم وقت میں کام پورا کرنے کی غرض سے ان مقالات کو چھوڑ کر خالصتاً وہ مضامین جو حضرت قاری صاحب علیہ الرحمۃ سے متعلق تھے، ان کو اس دوسری اشاعت میں شامل کیا ہے۔ لہذا اس اعتبار سے اس کے صفحات کچھ کم ہیں۔ عرفان منزل (اول) کا سائز (23x36/16) چھوٹا تھا جب کہ اب اسے (20x30/8) کے سائز میں شائع کیا گیا ہے۔

محرم الحرام 1414ھ / مارچ 2002ء سے ہم نے پیر طریقت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمۃ کی سرپرستی میں ترجمان اہلسنت ماہنامہ مصلح الدین کا جب اجراء کیا تو ہمارا معمول یہی رہا ہے کہ ہر سال ماہ جمادی الاخری، جس میں قاری صاحب کا عرس ہوتا ہے، اس کے موقع پر قاری صاحب علیہ الرحمۃ پر مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس طرح 2002 سے 2016 تک ہر سال کے ماہِ جمادی آلآخر جو مضامین ہم نے اپنے شماروں میں شائع

کئے ہیں ان میں سے اکثر مضامین کو بھی اس ایڈیشن میں شامل کیا گیا ہے نیز حضرت قاری صاحب علیہ الرحمۃ کی اسناد، آپ کے والد ماجد کی تحریر کا عکس، غرض یہ کہ آپ کے حوالے سے جو کچھ دستیاب ہو سکا اسے شامل اشاعت کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی تحریر/دستاویز حضرت کے مریدین میں سے کسی کے پاس ہو تو وہ ہمیں ضرور ارسال کریں تاکہ آئندہ کی اشاعت میں اسے بھی شامل کر لیا جائے۔

یوں تو قاری صاحب نے تبلیغی اور تدریسی میدان میں بہت موثر کام کیا لیکن تعویذات کی مصروفیت کی وجہ سے آپ کو قلمی اور تحریری کام کرنے کا موقع نہ مل سکا، جامع مسجد واہ کینٹ کی امامت اور خطابت کے دور میں آپ نے کچھ فتاویٰ تحریر فرمائے تھے لیکن بد قسمتی سے اس کا کوئی ریکارڈ نہیں رکھا جا سکا۔ نیز آخری ایام میں آپ نے ترمذی شریف کے ترجمہ آغاز فرمایا تھا اور ترجمہ کے تقریباً ۱۵۰ صفحات آپ نے تحریر فرما دیے تھے لیکن زندگی نے وفا نہ کی اور وہ کام بھی ادھورا رہ گیا۔

حضرت شاہ صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ نے ارادہ فرمایا تھا کہ قاری صاحب نے جتنا کام ترجمہ کا کیا ہے اس پر ضروری حاشیہ لگا کر اسے شائع کریں۔ لیکن شاہ صاحب قبلہ بھی اپنی بے انتہا مصروفیات اور آخر میں علالت کے سبب یہ کام نہ کر سکے۔

عرفان منزل اول اور دوم میں حضرت قاری صاحب قبلہ اور حضرت شاہ صاحب قبلہ علیہما الرحمۃ کے حالات و واقعات اور دین متین کی ترویج و اشاعت اور اخلاقی و روحانی اقدار کے فروغ کیلئے ان دونوں ہستیوں کے بے مثال کردار کا مطالعہ، ہمارے لئے اور ہماری آنے والی نسلوں کیلئے فائدے سے خالی نہیں۔ اس ادنیٰ سے کوشش سے ان شاء اللہ ان بزرگوں پر کام کرنے والے محققین کو بڑی سہولت ہو جائے گی۔

عرفان منزل اول کی اشاعت میں دارالکتب حنفیہ کے روح رواں حضرت علامہ غلام محمد قادری، مدرس دارالعلوم امجدیہ اور ان کے معاونین حضرت علامہ ابوالحسان حکیم رمضان علی قادری علیہ الرحمۃ، حضرت علامہ شاہ حسین گردیزی، حافظ سراج الدین امجدی، محمد ادریس ابوبکر، محمد ادریس عبدالغفار، حضرت مولانا ابوالقاسم ضیائی، عبدالعزیز موسیٰ، ندیم احمد اور حافظ ظہیر یوسف صاحب نے نمایاں کردار ادا کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرما کر اجر عظیم عطا فرمائے۔

عرفان منزل اول کی اشاعت پر جن احباب نے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا تھا اور تہنیتی پیغامات بھیجے تھے ان کے نام یہ ہیں:

حاجی عبد الرزاق جانو، حافظ محمد تقی شہید، حاجی عبد الحبیب احمد، حاجی احمد گاڈت، حاجی حنیف بلو شہید، محمد اسماعیل کارا، پروفیسر عثمان ہنگورو، محمد اویس محمد اسماعیل بندوکڑا، یہ تمام حضرات اب ہم میں نہیں ہیں، دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے۔

نیز دیگر جن احباب اور اداروں نے تہنیتی پیغامات بھیجے، ان میں:

حاجی عبد الرزاق مچھیارا، محمد اقبال جان محمد، عبد القادر اسماعیل، حاجی محمد یوسف قادری، محمد رفیق پکل، محمد الطاف حاجی عبد الستار، محمد امین قادری، عبد الجبار قادری، حاجی محمد اقبال سلیمان، حاجی نثار حاجی سلیمان، حاجی محمد زکریا، محمد یوسف اسماعیل، سید عبد القادر، محمد یونس عبد القادر، محمد توفیق صدیق، محمد انور ہارون، محمد اشرف پیر محمد، جبکہ اداروں میں حاجی عبد الرزاق جانو لمیٹڈ، الامیر لمیٹڈ، انجمن طلباء اسلام، مدرسہ انوار القرآن، بزم رضا، ضیاء کیسٹ لائبریری، یونین انڈسٹریز لمیٹڈ، ادارۂ اہلسنت، تحریک عوام اہلسنت، ایچ انیس ٹریڈنگ کمپنی، بزم اہلسنت، بزم قاسمی برکاتی، مرکزی انجمن حنفیہ، مجلس اتحاد اسلامی، موسیٰ اینڈ کمپنی، الف الیکٹرک ڈیکوریشن سروس، سندھ ایکسرے، قادری پروڈکٹس، رفیق انٹرپرائزز، کراچی شیٹنگ سینٹر، عبد الغفار قاسم جیولرز، بزم فدایان مصطفی، مجلس رضا لاہور، مجلس رضا کراچی، بزم محبان مصلح الدین صدیقی، حاجی ہارون اینڈ سنز، بوبی کولڈ سینٹر، الطاف بک بائنڈر، میچنگ پیلس، شمع الیکٹرک ڈیکوریشن سروس، AS ٹریڈرز، شان الیکٹرونکس، رفیق میڈیکل اسٹور، سوہنی مصالحے، ہنسا پرنٹرز، کنزیومرز پروڈکٹ کارپوریشن

اس شمارۂ خصوصی کو آپ تک پہنچانے میں میرے ساتھ جن احباب نے دامے، درمے، قدمے، سخنے حصہ لیا، خصوصاً محمد شاہد الحق نوری، محمد بلال رضا قادری، حضرت مولانا حافظ مفتی عبد الرحمن قادری، محمد احمد پٹنی، محمد شاہ رخ قادری، محمد کاشف قادری، الطاف حسین جونیجو، زاہد بھائی بائنڈر، حضرت مولانا مفتی اکرام المحسن فیضی اور سید محمد مبشر قادری نے بھرپور تعاون فرمایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کے صدقے وطفیل ان کی مساعی کو قبول فرما کر اجر عظیم عطا فرمائے۔

حسب سابق کام بہت عجلت میں ہوا ہے لہذا قارئین اس میں کوئی غلطی پائیں تو ہمیں ضرور مطلع فرمائیں۔

ابو تراب محمد رئیس قادری

۲۹ جمادی اولیٰ ۱۴۳۸ ہجری

27 فروری 2017

تاثرات

فرشتہ خصلت

حافظ ملت حضرت علامہ حافظ عبد العزیز مبا کپوری علیہ الرحمۃ

بانی جامعہ اشرفیہ مبارکپور

حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ جب حافظ ملت حضرت علامہ حافظ عبد العزیز مبارکپوری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں زیر تعلیم تھے اس وقت حضور حافظ ملت نے حضرت قاری صاحب کے والدماجد مولانا غلام جیلانی صدیقی علیہ الرحمہ کے نام ایک خط لکھا تھااس خط کا متن قارئین کی معلومات کے لیے پیش خدمت ہے۔

محبی و مخلصی جناب مولوی غلام جیلانی صاحب زاد عنایتہ

السلام علیکم ورحمتہ۔ ہدیہ سلام مسنون، محبت نامہ مسرت شامہ صادر ہو کر باعث انبساط ہوا۔ ناچیز اپنی بے فرصتی کی وجہ سے مستقل مکتوب حاضر نہیں کیا کرتا، بواسطہ برخوردار بلند اقبال مراسلت کو کافی سمجھتا ہے۔ مگر تقاضا ہے کہ عریضہ ارسال کروں اور برخوردار کی تعلیمی کیفیت و دیگر حالات سے مطلع کروں۔

مکرمی یہ آپ کی خوش نصیبی، بلند اقبالی، اور مقبول بارگاہِ الٰہی ہونے کی روشن دلیل ہے کہ مولیٰ تعالیٰ نے آپکو وہ فرزند سعید بلکہ اسعد عطا فرمایا جسکی سعادت مندی وار جمندی محتاج بیان نہیں۔ برخوردار حافظ مصلح الدین اپنی ساری جماعت میں ہر حیثیت سے ممتاز ہیں، روزوشب اپنی پوری کوشش اور سعی تام کے ساتھ تحصیل علم میں مصروف ہیں علاوہ اس کے ایسا نیک مزاج، نیک چلن، نیک سیرت، پاکیزہ خصلت، اگر فرشتہ خصلت کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا، اس فرزندِ سعید کی پیشانی پر ارجمندی کا روشن ستارہ درخشاں ہے جس کو میں نے اول ملاقات میں دیکھ کر اس وقت اندازہ کرلیا تھا کہ کسی انتہائی کمال پر پہنچ کر اپنے بزرگوں کے نام روشن کرینگے۔

اسی وجہ سے آپ کو اس طرف متوجہ کیا، برخوردار کا علمی شوق اور طلبی ذوق اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ ان کو اس بات کی تنبیہہ کرتا ہوں کہ شب میں فلاں وقت ضرور سورہیں تب وہ اس پر عمل کرتے ہیں ورنہ اور زیادہ جاگنا چاہتے ہیں مگر میں خوب سمجھتا ہوں کہ اس عمر میں کم از کم سات گھنٹے سونا ضروریاتِ تندرستی سے ہے اس لیے ان کو تاکیداً سلایا جاتا ہے، وہ مسکین طبع بچہ علوم دینیہ کا متوالا، چاہتا ہے کہ جو پیسے ملیں کتابیں خرید لیں، اللہ اکبر اس کے ذوقِ علمی کی انتہا ہے مگر تاکید و تنبیہہ کر کے سمجھاتا ہوں اور کوشش کر کے کھانے میں صرف کراتا ہوں۔۔ آپ اگرچہ کہ دور ہیں لیکن آپ کے قلب کی صحیح ترجمانی برخوردار کی صحت و حفاظت میں یہ ناچیز پورے طور پر کرتا ہے جس سے آپ کو قطعاً مطمئن رہنا چاہیئے، وجہ یہ ہے کہ ناچیز کو بھی برخوردار کے ساتھ کچھ فطری طور ایسا تعلق اور طبعی طور وہ محبت ہے کہ جو ان کے ہر آرام وراحت کے لئے مجبور کرتی ہے البتہ یہ ناچیز کسی خدمت کے لائق نہیں تاہم حسب توفیق خدمت سے گریز نہیں کرتا، برخوردار کی والدہ ماجدہ کو بھی یہ مضمون سنا کر مطمئن فرمائیں، دعا گو عبد العزیز عفی عنہ۔

عالمِ با عمل

شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا تقدس علی خان رحمۃ اللہ علیہ
سابق شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ، پیر جو گوٹھ، ضلع خیر پور سندھ

فخر اہلسنت عالم اجل فاضل بے بدل حافظ قاری مولانا الحاج حضرت محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کو ہم سے جدا ہوئے دو سال کا عرصہ گزر گیا۔ لیکن ان کی یاد ہمارے دلوں میں ہنوز تازہ ہے۔ اور جوں جوں وقت گزرتا جائے گا ان کی جدائی اور زیادہ شدت سے محسوس ہو گی۔ ان کی یاد عوام وخواص کے دلوں میں بڑھتی چلی جائے گی۔ آپ کی ذات گرامی ایسی نہیں تھی جسے باآسانی فراموش کیا جاسکے یا امتداد زمانہ ان کی یاد قلوب واذہان سے محو کرسکے۔ اس لئے کہ آپ صرف عالم ہی نہیں بلکہ عالم باعمل تھے۔ آپ نے علم کو حصول دنیا کا ذریعہ نہ بنایا۔ بلکہ آپ نے علم کو اللہ تعالیٰ ورسول اللہ ﷺ کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا۔ آپ نے علم سے خود بھی فائدہ اُٹھایا اور اپنے متعلقین ومتوسلین کو بھی فائدہ پہنچایا۔ آپ علم ظاہر کے آفتاب بن کر چمکے تو علم باطن کے بھی ماہتاب بن کر دمکے۔ آپ نے جاہل متصوفین کی طرح شریعت کو طریقت کا مخالف نہ سمجھا بلکہ شریعت وطریقت کو جسم وجان کی طرح سمجھ کر اپنے ظاہر کو بھی سنوارا اور اپنے باطن کو بھی آراستہ وپیراستہ کیا آپ نے اسی نہج پر اپنے متعلقین ومتوسلین کی بھی تربیت فرمائی۔ اور ان کے ظاہر وباطن کی اصلاح فرمائی۔ آپ سچے عاشق رسول تھے۔ آپ نے آخر دم تک عشق رسول ﷺ کی تبلیغ وتلقین فرمائی، اور اپنے متعلقین ومتوسلین کے قلوب کو عشق رسول سے منور کرنے کی سعی بلیغ کرتے رہے۔ اور بڑی حد تک اپنی کوشش میں کامیاب رہے۔

آپ نے مذہب مہذب اہلسنت کی تبلیغ وترویج کے لئے شب وروز محنت کی۔ مسلک امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز کو فروغ دینے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا اور بحمدہ تعالیٰ ان کے فیوض وبرکات ولایت کو بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے خلیفہ مجاز مولانا امجد علی قدس سرہ کی وساطت سے حاصل کرنے کے بعد اپنے متوسلین میں فراخدلی کے ساتھ تقسیم فرماتے رہے

المختصر آپ نے بحیثیت مجموعی مذہب وملت کی وہ گراں بہا خدمات سرانجام دیں جن پر علمائے اہلسنت فخر کرتے ہیں۔ آپ کے مسلمانان اہلسنت پر بڑے احسانات ہیں۔ آپ کے علمی واصلاحی کارنامے ناقابل فراموش ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

تقویٰ اور پرہیز گاری میں بے مثال

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد وقار الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ
(سابق شیخ الحدیث و مفتی دار العلوم امجدیہ، کراچی)

حضرت مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ سے میری ملاقات ۱۹۷۱ سے ہے اور وہ میرے ہمراہ دار العلوم امجدیہ میں کئی برس تک تدریسی فرائض انجام دیتے رہے وہ ایک قابل اور لائق استاد تھے ۔بڑے اچھے اور نیک شخصیت اور پر خلوص طبیعت کے مالک تھے۔ جیّد سنی علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا اور تقویٰ پرہیز گاری میں وہ بے مثال تھے۔ انہوں نے پوری زندگی مسلک حق اہلسنت کی خدمت میں گزاری۔

حضرت مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی قرآن مجید کے بہترین حفاظ کرام میں سے تھے اور قرآن مجید کی تلاوت بڑے ذوق سے فرماتے تھے اور نعت گوئی میں ان کا اپنا ایک منفرد مقام تھا۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ اور صدر الشریعہ حضرت علامہ مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کی تکمیل کے لئے حضرت قاری مصلح الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات اور جدوجہد ہماری تاریخ کا ایک تابناک باب ہے انہوں نے مسلمانوں کو اپنی عملی زندگی کے ذریعے اسلاف کی تعلیمات کے مطابق یہ درس دیا کہ وہ اپنے دین پر سختی سے قائم رہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں ثابت قدم رہیں اور تمام دشمنان اسلام اور گستاخان رسول سے ہمیشہ اپنے آپ کو علیحدہ رکھیں اور ایسے عناصر سے فرزندان توحید کو بھی دور رہنے کی تلقین فرماتے رہے۔ حضرت قاری مصلح الدین کا ایک خصوصی وصف یہ ہے کہ انہوں نے بدمذہبوں سے کسی بھی قسم کے اختلاط سے ہمیشہ اجتناب کیا۔

حضرت مولانا قاری محمد مصلح الدین رحمۃ اللہ علیہ سے جتنا عرصہ آپ دار العلوم امجدیہ میں رہے ان سے بڑے اچھے تعلقات رہے اور تعلقات کا یہ سلسلہ پوری عمر قائم رہا، دوران علالت بھی ملاقات ہوتی رہی۔ اور تدفین کی تمام رسومات میں بھی شریک رہا۔ مولیٰ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو آقا و مولیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے طفیل سے بلند فرمائے اور ان کے مریدین متوسلین اور عقیدت مندوں کو ان کا مشن جاری رکھنے کے سلسلے میں مزید ہمت اور استقامت عطا فرمائے آمین۔

سوانحی خاکہ

مصلح اہلسنت

حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی قادری علیہ الرحمہ

حضرت علامہ بدر القادری (ہالینڈ)

محترم المقام حضرت علامہ بدر القادری مدظلہ جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے مایہ ناز عالم دین ہیں، ایک عرصہ سے ہالینڈ میں مقیم ہیں، پہلی بار جب عرفانِ منزل شائع ہوئی اور ان تک پہنچی تو انہوں نے اس کی روشنی میں حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ کی سوانح پر ایک بہترین مقالہ سپرد قلم کیا، اگرچہ قاری صاحب کی سوانح پر اس شمارہ میں دیگر مضامین بھی موجود ہیں لیکن حضرت علامہ کا طرزِ تحریر بہت عمدہ ہے اس لیے سب سے پہلے آپ کا مقالہ پیشِ خدمت ہے۔

نام و نسب:

مصلح اہل سنت حضرت مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی قادری جنہیں گھر پڑوس کی بزرگ عورتیں پیار سے ''محبوب جانی'' کہا کرتی تھیں۔ صبح صادق، بروز پیر ۱۱/ربیع الاول سن ۱۳۳۶ھ سن ۱۹۱۷ء قندھار شریف ضلع ناندیڑ، ریاست حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام نامی غلام جیلانی تھا، جنہوں نے گھریلو تعلیم کے علاوہ حکومت دکن کے تحت امامت کا امتحان پاس کیا تھا۔ نہایت دیندار صوفی باصفا خطیب عالم تھے۔ اپنے وطن کے اندر قلعہ کی مسجد اور دیگر مساجد میں ۵۵/سال تک امامت و خطابت کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیتے رہے پاکستان پہنچ کر ۲۵/نومبر ۱۹۵۵ء کو کراچی میں انتقال فرمایا اور میوہ شاہ قبرستان میں مدفون ہوئے۔ علم و ادب کے قدرداں اور علماء و سلف کے جوہر شناس تھے۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔

مصلح اہل سنت کے آباء و اجداد شرفاء دکن میں سے تھے اور پشتہا پشت سے خدمت دین اور فروغ اسلام کے فرائض سر انجام دیتے آرہے تھے، شاہان سلف نے انہیں جاگیریں دے رکھی تھیں اس لیے ''انعامدار'' کہلاتے تھے۔ جاگیریں ان کے معاش کا ذریعہ تھیں خاندانی شجرہ اس طرح ہے حضرت قاری مصلح الدین بن غلام جیلانی بن محمد نور الدین بن شاہ محمد حسین بن شاہ غلام جیلانی عرف شبر استاد (آپ فضیلت جنگ بہادر مولانا انوار اللہ خان کے استاذ عربی ہیں) بن شاہ غلام محی الدین بن شاہ محمد یوسف بن شاہ محمد بن شاہ محمد یوسف۔

صدر الشریعہ کا فیضان علمی و روحانی:

مصلح اہل سنت کے مقدر میں اسلام اور سنیت کی عظیم خدمات لکھی تھیں، اسی لحاظ سے رب تعالیٰ نے ان کی تعلیم و تربیت کے وسائل پیدا فرمائے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ بر صغیر ہندو پاک میں

چودھویں صدی ہجری کے آخری ۷۵ رسالہ دور کو خلفائے امام احمد رضا بریلوی بالخصوص صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی اور ان کے تلامذہ نے اسلاف کرام کے طریقہ پر تعلیم و تربیت سے بہرہ ور کرنے میں مثالی کارنامے انجام دیئے ہیں۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ان مایہ ناز تلامذہ میں سرزمین پاکستان کو محدث پاکستان مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد قادری چشتی لائلپوری سے اور سرزمین ہند کو محدث مبارکپور مولانا ابو الفیض عبد العزیز مراد آبادی سے بہرہ مند ہونے کا خوب موقع ملا۔ حضور صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ گھوسی سابق ضلع اعظم گڑھ اور فی الحال ضلع مئو۔ یوپی ہند' کے ایک علمی گھرانے میں سن ۱۲۹۲ھ/۱۸۹۸ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتب جد امجد اور برادر بزرگ مولانا صدیق سے پڑھ کر مدرسہ حنفیہ جونپور میں استاذ الاساتذہ مولانا ہدایت اللہ رامپوری (سن ۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء) کی خدمت میں تکمیل علم کیا اس کے بعد حجۃ العصر مولانا وصی احمد محدث سوری قدس سرہ (م سن ۱۳۳۴ھ سن ۱۹۱۶ء) سے درس حدیث لیا۔ آپ نے علم طب بھی سیکھا۔ دور طالب علمی ہی میں آپ کا علمی شہرہ ہو چکا تھا۔ کچھ سال محدث سورتی کے مدرسہ میں درس دیا۔ ایک سال پٹنہ میں مطب کیا مگر محدث سوری کے اصرار پر امام احمد رضا کی درسگاہ میں صدر المدرسین کی حیثیت سے آگئے۔ اور عشق رسول کے اس عظیم منادی کی صحبت سے اس طرح وابستہ ہوئے کہ خود بھی عالم اسلام کے لئے مینار نور بن گئے۔ امام احمد رضا قدس سرہ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کر کے ان کی خلافت سے بہرور ہوئے۔ بریلی شریف' اجمیر مقدس' دادوں وغیرہ کی درسگاہوں کے ذریعہ خدمت تدریس انجام دیتے رہے، اور اپنے عصر کے ماہرین علوم و فنون سے خراج تحسین وصول کیا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی نصاب کمیٹی کے رکن رہے۔ علم فقہ اور فتاوی میں آپ کو خصوصی دسترس تھی جس کا امام احمد رضا قادری قدس سرہ کو بھی اعتراف تھا اس لئے انہوں نے حضرت صدر الشریعہ اور مفتی اعظم ہند کو ہندوستان بھر کے لئے قاضی شرع مقرر فرمایا تھا۔ بہار شریعت ۱۷ جلدیں فتاویٰ امجدیہ ۴ جلدیں اور حاشیہ شرح معانی الاثار صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے قلمی شاہکار اور علوم ظاہر و باطن سے آراستہ تلامذہ کا لشکر عظیم اور فرزندان گرامی ان کی علمی یادگار ہیں۔ سفر حج کے دوران ۲ ذی قعدہ سن ۱۳۶۷ھ ۱۹۴۸ء کو وصال فرما کر گھوسی میں مدفون ہیں آیت پاک ان المتقین فی جنت وعیون (۱۳۶۷) تاریخ وصال ہے۔

جنہیں سیر اب کرنے بدلیاں رحمت کی آتی ہیں:

(حافظ ملت علیہ الرحمہ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ کے دور میں صدر الشریعہ سے حصول علم فرمارہے تھے۔ اسی دور کی بات ہے) قندھار شریف ریاست حیدر آباد کے ایک بزرگ مولانا سید شاہ اسماعیل صاحب

قبلہ خاندانی مرشد تھے، اس علاقے میں ان کے اہل ارادت کی خاصی تعداد موجود تھی سید صاحب ہر سال عرس خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے موقع پر، پابندی سے اجمیر مقدس حاضری دیتے تھے۔ حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ سے بھی پیر صاحب قبلہ کے گہرے مراسم تھے۔ انہوں نے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے درخواست کی کہ رمضان المبارک کے موقع پر قندھار شریف کے تعلقہ شہر میں کسی اچھے حافظ قرآن کو روانہ فرمائیں۔ چنانچہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنے شاگرد رشید ''حافظ ملت'' کو قندھار روانہ فرمایا۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے قندھار پہنچ کر صرف قرآن مجید نہیں سنایا بلکہ نہ جانے کتنے قلوب کی محرابوں کو بیداری فکر کی دولت عطا کر دی۔ قندھار شریف، محراب سنانے کے بہانے حافظ ملت کی تشریف ارزانی کا سلسلہ پانچ سال یا اس سے زیادہ قائم رہا اور اگر ہم یہ کہیں کہ حافظ ملت سال میں ایک ماہ ایک ایسے روحانی پودے کی داشت و پرداخت کے لئے صرف کیا کرتے تھے۔ جسے آگے چل کر ''مصلح دین'' اور ''مصلح ملت'' بننا تھا تو غلط نہ ہو گا۔ اس کمسن بچے کے ضمیر میں قرآن عظیم کے نور کے ساتھ ساتھ اخلاق قرآن کی حلاوتیں کس طرح اتریں اسے خود قاری صاحب کی زبان سے سنئے:

''ہمارے خاندان میں ایک مولانا علیم الدین صاحب تھے۔ ان کو میں قرآن کریم سنایا کرتا تھا تو انہوں نے کہا کہ میں باہر جارہاہوں لہٰذا آپ ان (حافظ ملت حضرت علامہ مولانا حافظ عبد العزیز مبارکپوری علیہ الرحمہ) کو قرآن کریم سنایئے۔ میں ان کو قرآن کریم سنانے کے لیے گیا تو انہوں نے بڑی شفقت کا اظہار کیا اور بڑی اچھی باتیں کیں میں نے گھر آکر اپنی والدہ کو بتایا اور والدہ نے والد سے کہا، آپ جایئے ایسے بزرگ اور شفیق آئے ہیں، ان سے ملاقات کریں۔ والد صاحب آئے اور ان سے بہت متاثر ہوئے اور کہا اپنی آخرت کی درستگی کے لیے میں نے اپنے بچے کو حفظ قرآن کی طرف لگایاہوا ہے۔ آپ (حافظ ملت علیہ الرحمہ) نے مشورہ دیا، بچے کی تعلیم کے لیے دو چیزیں بہت ضروری ہیں یا تو اس شخص سے پڑھایا جائے جس کو خود غرض ہو یا وہ پڑھا سکتا ہے جس کو درد ہو اور باپ سے زیادہ غرض بھی کسی کو نہیں ہو سکتی اور باپ سے زیادہ درد بھی کسی کو نہیں ہوتا۔ بہتر یہی ہے کہ آپ خود پڑھائیں''

اندازہ ہوتا ہے کہ قاری مصلح الدین صاحب علیہ الرحمہ کی عمر اس وقت آٹھ یا نو سال رہی ہو گی۔ اس وقت حضور حافظ ملت بھی جامعہ معینیہ اجمیر شریف میں مصروف درس تھے۔ اس پہلی ملاقات نے قاری مصلح الدین صاحب اور ان کے والدین کریمین کے دل میں حافظ ملت علیہ الرحمہ کی شفقت و مروت اور اخلاص و محبت کے وہ انمٹ نقوش ثبت کیے جو تاریخ کا ایک عظیم الشان دور بن کر ابھرے۔ وہ اس طرح کہ اس کم سن بچے کے تحفیظ قرآن کا سلسلہ حافظ ملت کی ہدایات کے مطابق خود اس کے والد کے ذریعہ شروع کرا دیا گیا اور پانچ سال کے عرصے میں وہ بچہ حافظ قرآن بن گیا وہ کس طرح قاری صاحب خود فرماتے ہیں:

"سال بھر میں پانچ پارہ ناظرہ، استاد صاحب پڑھادیا کرتے تھے، اور والد صاحب مجھے وہ پانچ پارے یاد کرادیا کرتے تھے اور اگلے رمضان میں استاذ مکرم (حافظ ملت) وہاں سے آتے تھے وہ سن بھی لیا کرتے تھے اور اس میں جو غلطیاں ہوتی تھیں وہ درست بھی کرادیا کرتے تھے اس طرح پانچ سال میں حفظ کرلیا"

اس طرح ننھا مصلح الدین چودہ سال یا اس سے بھی کم عمر ہی میں حافظ قرآن بن گیا اور حافظ ملت نے اس کے سر پر دستار باندھی تکمیل حفظ کے بعد حضرت قاری صاحب پرائمری اسکول میں داخل کرادیئے گئے۔ آپ اپنے والدین کے اکلوتے چشمہ وچراغ تھے، اس لیے وہ لوگ انہیں آنکھوں سے اوجھل نہیں کرنا چاہتے تھے۔ مگر حافظ ملت جیسے روحانی اور عرفانی باغباں نے قاری صاحب کے باطن میں علوم دینیہ اور عرفان وحق شناسی کے جو بیج بوئے تھے اسے پروان تو چڑھنا تھا۔ اسکول کی تعلیم بھی قاری صاحب نے نہایت سرعت سے حاصل کی اور اپنی ذہانت اور ذکاوت سے دو دو درجات ایک سال میں طے کیے تا آنکہ جماعت ہفتم میں جا پہنچے۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی سرپرستی اور ہدایت کے زیر سایہ قاری صاحب نے جب تکمیل حفظ کلام اللہ کرکے درجہ ہفتم تک کی پرائمری تعلیم بھی پالی، اور اس وقت تک سن شعور کی دہلیز تک پہنچ گئے تو انہوں نے قاری صاحب کو ان کے والدین سے اپنی روحانی اور علمی فرزندی میں پروان چڑھانے کے لیے مانگ لیا۔ اس واقعہ کو قاری صاحب کی زبان ہی سے ملاحظہ کیجئے:

"استاذ مکرم کا مسلسل اصرار رہا کہ جس طرح آپ نے اپنے لڑکے کو حافظ قرآن بنایا ہے اسی طرح اسے عالم دین بھی بنایئے۔ چونکہ میں اپنے ماں باپ کا اکلوتا تھا اس لیے باہر بھیجنے کے لیئے والدہ ماجدہ راضی نہ تھیں۔ البتہ والد صاحب کچھ راضی تھے بہر حال قسمت میں لکھا تھا یہ دونوں حضرات راضی ہوگئے اور میں اپنی دینی تعلیم حاصل کرنے کیلیئے مبارک پور اعظم گڑھ روانہ ہوا۔ اس وقت استاذ مکرم حافظ ملت مولانا عبد العزیز مبارکپوری (علیہ الرحمہ) فارغ التحصیل ہوکر مبارک پور میں صدر المدرسین کے عہدے پر فائز تھے اور میں نے وہاں جاکر تعلیم حاصل کی اور اس تعلیم کا سلسلہ تقریباً آٹھ سال تک رہا"

مربی و محسن :

حضرت مصلح اہلسنّت کے لئے حضور حافظ ملت کی ذات محض ایک استاذ ہی کی نہیں تھی بلکہ وہ ان کے مشفق مربی اور مرشد اولین بھی تھے اور سچ پوچھئے تو وہ ان کے لئے سب کچھ تھے۔ خود فرماتے ہیں۔

"حافظ ملت حضرت مولانا عبد العزیز صاحب محدث مرحوم کی غلامی میں تقریباً آٹھ سال تک رہا۔ ان سے میں زیادہ متاثر ہوا۔ اس وجہ سے کہ وہ شفیق بھی تھے اور ہمارے لئے سب کچھ تھے۔ ایک شفیق باپ سے زیادہ شفقت فرماتے تھے۔ اور انہوں نے مجھے انگریزی تعلیم سے دینی تعلیم کی طرف مائل کیا تھا ان کا خصوصی برتاو میرے ساتھ ہوتا تھا۔ بلکہ مجھے فخر ہے کہ انہوں نے بعض موقعوں پر یہ بھی فرمایا کہ "مصلح الدین تو میرا بیٹا ہے۔"

مبارکپور کے مبارک شب وروز:

مصلح اہلسنّت اپنے دور کے دارالعلوم اشرفیہ کے اور طلبہ کی تعلیمی اور تحریکی سرگرمیوں پر روشنی ڈالتے ہیں اور انجمن اہلسنت اشرفی داراالمطالعہ کی تاسیس کے سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

"وہاں (مبارکپور میں (ہم لوگوں نے طلبہ کی ایک تنظیم قائم کی جس میں ہم لوگ پیش پیش تھے۔ اس میں مفتی ظفر علی صاحب بھی تھے اور عبد الستار ہمارے ساتھیوں میں سے تھے۔ تو اس تنظیم کے تحت ایک لائبریری اور دارالمطالعہ قائم کیا جس میں ہم نے بہت سی کتابیں جمع کیں۔ اللہ کے فضل و کرم سے اس کے بعد ہم نے میلاد النبی ﷺ کے جلوس کا سلسلہ بھی قائم کیا اور وہ الحمد للہ بڑا کامیاب گیا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ ہمارے ساتھ ہوتے تھے۔ یہ سب طلبہ کے زیر اہتمام تھا۔"

حضور حافظ ملت کا تعلیمی نظام اور طلبہ نوازی کے بارے میں مصلح اہلسنت فرماتے ہیں۔ "حضور حافظ ملت کی تھوڑی سی خدمت کرنے کے لئے ہم بیٹھ جاتے۔ تو اس میں بھی (علمی) سوالات کرتے تھے۔ وہ (حافظ ملت علیہ الرحمہ) یہ دیکھتے تھے کہ ایک طالب علم ہماری خدمت کر رہا تو اس کو محروم کیوں کیا جائے۔ تو وہ داران خدمت ہی کچھ سوالات۔ اسباق کے متعلق دیا کرتے تھے کہ جس کو ہم نہیں سمجھتے تھے وہ ہم کو سمجھایا کرتے تھے۔"

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ عصر کی نماز کے بعد تفریح کے وقفہ کو بھی اپنے طلبہ کی تعلیم و تربیت ہی میں خرچ کرتے تھے۔

"مبارکپور میں جب تک رہے سوائے تعلیم کے اور کوئی کام نہیں تھا۔ البتہ شام کے وقت عصر کی نماز کے بعد اکثر یہ ہوتا کہ حافظ ملت تفریح کے لئے نکل جاتے۔ وہ ڈھائی میل، تو ان کے ساتھ پیچھے پیچھے ہم بھی چلے تھے۔ راستے میں سوالات کی بوچھاڑ کر دیا کرتے تھے۔ اور جو کتاب پڑھتے تھے تو اس میں سے بعض چیزیں سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ تو ان کے سوالات بھی کرتے تھے۔ حضرت تفریح کے لئے جاتے تھے اور سوالات کے جوابات بھی دیتے جاتے تھے۔"

طلباء اور تبلیغی تمرین:

حافظ ملت علیہ الرحمہ طلبہ کو دور طالبعلمی ہی میں تبلیغ وارشاد کی تمرین پر بھی زور دیتے تھے۔ اس طرح گردونواح کے علاقوں میں دین کی اشاعت کا کام بھی ہوتا تھا۔ مصلح اہلسنّت فرماتے ہیں۔ "اکثر تو ایسا ہوتا کہ حافظ ملت جمعرات کو ہمیں کسی نہ کسی گاوں میں تبلیغ کے لئے بھیج دیا کرتے تھے۔ چنانچہ جمعہ بھی ہم پڑھاتے تقریر وغیرہ کرکے شام کو آجایا کرتے تھے۔"

حافظ ملت کے منظور نظر:

حافظ ملت کی شخصیت تو ایک امنڈ کر برسنے والے ابر رحمت کی طرح تھی جو ہر ایک طالب کو نہال کرتی تھی۔ مگر زمین شور تو سنبل بر آمد کرنے کے لئے بنائی ہی نہیں گئی ہے۔ بلکہ

صلاحیت بھی تو پیدا کر اے دل ناداں
پڑا ہے نقش کف پائے یار پتھر پر

حافظ ملت کی درسگاہ میں ایسے طلبہ چند ہی داخل ہوئے جنہوں نے خود استاذ محترم کا دل جیت لیا اور ان کی خصوصی نگاہ کرم کے حقدار قرار پائے۔ مصلح اہلسنت ان ہی طلبہ میں سے ایک تھے۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ ان کے حق میں فرماتے۔

''کسی کو نیک اور شریف طالب علم دیکھنا ہو تو مصلح الدین کو دیکھے۔''

مصلح اہلسنت کے اساتذہ میں جن بزرگ علماء کے اسمائے گرامی آتے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان علیہ الرحمہ

۲۔ حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز محدث مبارکپوری علیہ الرحمہ

۳۔ حضرت مولانا سلیمان صاحب بھاگلپوری علیہ الرحمہ

۴۔ حضرت مولانا محمد ثناء اللہ صاحب محدث منوی علیہ الرحمہ

انتہائی باادب اور محنتی:

حضرت مولانا مفتی ظفر علی نعمانی سربراہ دارالعلوم امجدیہ کراچی، مصلح اہلسنت کے دور طالب علمی کے مخلص ساتھی اور گہرے دوست ہیں، اور بعد میں انہیں پاکستان بلوانے کی تحریک بھی ان ہی کی رہی، مصلح اہلسنت کے ابتدائی دور کے خصائل و حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ''قاری صاحب انتہائی باادب واقع ہوئے تھے، اساتذہ تو کیا، دارالعلوم کے دیگر مدرسین، جن کے پاس قاری صاحب کے اسباق بھی نہیں ہوا کرتے، اس کے باوجود قاری صاحب انتہائی عقیدت ادب اور احترام کے ساتھ ملا کرتے تھے۔ اور ان کی تعظیم میں کبھی غفلت کا مظاہرہ نہیں کرتے تھے۔'' قاری صاحب طالب علموں کے ساتھ کھیل کود میں مشغول نہیں ہوتے تھے بلکہ وہ زیادہ تر تنہائی اختیار فرماتے تھے۔ اور آپ کی یہ عادت کم عمری ہی سے تھی۔ گوشہ تنہائی میں زیادہ تر قرآن کریم کی تلاوت فرمایا کرتے تھے یا مطالعہ فرمایا کرتے تھے۔''

(قاری صاحب سے) میری ملاقات غالباً ۱۹۳۵ء میں ہوئی اس وقت قاری صاحب کی اور میری عمر کوئی ۱۷۔۱۸ برس کی ہوگی۔ دارالعلوم اشرفیہ میں عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت ایسا ہوتا تھا جس میں طالبعلم جسمانی ورزش کا مظاہرہ کرتے تھے اور کھیل کے میدان میں ہم لوگ جایا کرتے تھے، لیکن قبلہ قاری صاحب بہت ہی کم اور کبھی کبھی تشریف لے جاتے، آپ کی دلچسپی اس زمانے کا معروف فن بنوٹ کا شغف تھا اور اس فن کے ساتھ ساتھ آپ کی جسمانی ورزش بھی ہو جایا کرتی تھی، اس فن پر حضرت قاری صاحب کافی دسترس اور عبور رکھتے تھے۔

”ناگپور میں امامت و خطابت کے زمانے میں قاری صاحب کو حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں زیادہ حاضری اور خصوصی توجہ حاصل کرنے کا موقع ملا، حضرت ان پر خاص کرم، توجہ، محبت اور شفقت فرماتے تھے۔

عظمت حافظ ملت کو سلام:

مبارکپور میں دور طالبعلمی بسر کرنے والا عالم و فاضل بن کر دنیا کے کسی گوشے میں کیوں نہ چلا جائے، اشرفیہ اور مبارکپور کی مٹی میں رب کائنات نے حافظ ملت کے فیض سے جو کشش اور پیار اتارا ہے، اسے کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ اشرفیہ سے علم و فن پانے والا حافظ ملت کا والہ و شیدا ہوتا ہے اس لئے کہ خود حافظ ملت اپنے طلبہ کو ایک مخلص باپ کی طرح پیار فرماتے تھے۔ حضرت مصلح اہلسنت بھی انہی وابستگان اشرفیہ میں سے تھے۔ مدینہ طیبہ کی سرزمین پر میری ان سے جو پہلی اور آخری ملاقات ہوئی اور اس میں ان کے باطن میں چھپا ہوا حضور حافظ ملت اشرفیہ اور مبارکپور سے تعلق چھپ نہ سکا۔ بلکہ انہوں نے محض اسی تعلق کی بنیاد پر راقم سطور پر بے حد کرم فرمایا۔

دستار بندی:

مصلح اہل سنت نے اپنی پوری تعلیم مبارک پور میں مکمل کی اور حافظ ملت کچھ روز کے لیے مبارک پور چھوڑ کر ناگپور تشریف لے گئے تو وہاں دورہ حدیث پڑھ کر دستار فضیلت حاصل کی قاری صاحب کے انٹرویو میں ہے:

”اور یہیں سے فراغت حاصل کی البتہ دستار بندی اس وقت وہاں نہ ہو سکی۔ اس لیے کہ ۱۹۴۲ء میں گاندھی کا سینہ گرہ شروع ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے مدارس بھی بند رہے۔ ٹرینیں بھی الٹ دی گئیں۔ لائنیں بھی اکھاڑی گئیں۔ آمد و رفت بہت دشوار ہو چکی تھیں اتفاق سے میں اس سے کچھ پہلے ہی اپنے گھر چلا گیا تھا۔ تقریباً کئی مہینے یہ سلسلہ جاری رہا۔ والد محترم نے ہمیں پھر دوبارہ جانے نہیں دیا اور کہا تم یہاں رہو۔ اسی عرصہ میں میری شادی ہوئی اور شادی کے بعد پھر معاش کی فکر لگی۔ اتفاق سے استاذ محترم (حافظ ملت علیہ الرحمہ) مبارکپور سے کچھ اختلاف کی وجہ سے ناگپور تشریف لے آئے۔ وہاں دورہ حدیث جاری ہو چکا تھا“

استاد مکرم نے خط لکھا کہ

”تمہارے جتنے ساتھی ہیں سب واپس آچکے ہیں اور کچھ آنے والے ہیں، بہتر یہی ہے کہ تم بھی یہاں آکر دورہ حدیث کی تکمیل کرو اور اس کے بعد جہاں بھی تمہارے روزگار کا ارادہ ہو وہاں جاسکتے ہو“

چنانچہ میں ناگپور آیا اور وہاں تین چار مہینے درس حدیث کی تکمیل کی اس کے بعد دستار فضیلت کا جلسہ ہوا جو ۱۹۴۳ء میں ہوا۔

والدہ کا انتقال اور ناگپور میں تقرری:

حضرت مصلح اہلسنت ناگپور سے دستار بندی کے بعد ابھی اپنے وطن نہیں گئے تھے بلکہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اور دیگر اساتذہ کرام کی خدمت ہی میں تھے کہ انہیں ان کی والدہ کی علالت کا ٹیلیگرام ملا اور وہ فوراً چل پڑے والدہ ماجدہ عرصہ سے علیل رہتی تھیں۔ ایک ماہ کے بعد ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ حضرت قاری صاحب مبارکپور سے ۱۹۴۲ء میں آنے کے بعد ہی چونکہ ازدواجی بندھن سے منسلک ہو چکے تھے اور گھر میں ایک بیٹی بھی تولد ہو چکی تھی۔ اس لیئے انہیں ذریعہ معاش کی فکر لاحق ہوئی۔ ضعیف باپ اور اہل وعیال کے خیال سے انہوں نے حیدر آباد ہی کے اندر کوئی ملازمت تلاش کی مگر جس ماحول میں ان کی ذہنی وفکری اور علمی نشوونما ہوئی تھی اس کے لحاظ سے دکن کا ماحول مختلف تھا۔

خود حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ بھی قاری صاحب کو بے حد پیار کرتے تھے اس لحاظ سے ان کی یہ بھی خواہش تھی کہ وہ حضرت سے قریب ہی کہیں رہ کر علمی مشاغل کو جاری رکھیں چنانچہ ان کی خواہش کے مطابق قدرتی طور پر ناگپور ہی میں قاری صاحب کے لیے ایک جگہ نکل آئی، اس طرح وہ پھر حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اپنے محسن ومربی کے قریب پہنچ گئے، خود فرماتے ہیں:

”بہر حال ہم کوشش میں تھے کہ حیدر آباد دکن میں کہیں کوئی نہ کوئی سروس مل جائے لیکن اسی اثناء میں ناگپور میں جامع مسجد کی امامت وخطابت کی جگہ خالی تھی، تو مفتی عبدالرشید خاں صاحب جو وہاں کے بانی تھے ادارے کے تو انہوں نے حافظ ملت سے کہا ”ان کو یہاں بلالیجئے، وہ یہاں کے لیے موزوں ہوں گے“۔ استاذ مکرم نے حیدر آباد دکن خط لکھا آپ جو کچھ بھی وہاں کوشش کررہے ہیں، بہر حال کوشش کرتے رہیں۔ البتہ یہاں ایک جگہ خالی ہے اور ہمارا خیال ہے کہ آپ یہاں آئیں گے تو آپ ہمارے قریب بھی رہیں گے۔ چنانچہ والد صاحب سے اجازت لے کر میں ناگپور گیا۔ وہاں جانے کے بعد ایک جمعہ وہاں پڑھایا، تو انہوں نے کہا یہ ٹھیک ہیں ہمارے لیے خوشی کی بات ہے کہ یہ یہاں پر امامت وخطابت کرتے رہیں۔ چنانچہ میں وہاں امام مقرر ہوا اور وہاں پانچ سال تک خطیب رہا“

حافظ ملت پھر اپنے مبارکپور میں:

رب کائنات نے حافظ ملت کو مبارکپور کے لئے اور مبارکپور کو حافظ ملت کے لیے بنایا تھا، اور اسی سرزمین کے ذریعہ ان کے علمی اور عملی انقلابی زندگی کی تاریخ وابستہ کی تھی، اس لیے اہل مبارک پور حافظ ملت کے

بغیر زیادہ دن نہ رہ سکے، اور انہیں ناگپور سے دوبارہ مبارکپور لائے۔ وہاں سے حافظ ملت کی واپسی کے بعد بھی، مصلح اہلسنت ناگپور میں اپنے فرائض منصبی کی بجا آوری کرتے رہے۔

ناگپور میں مصلح اہلسنت کی مصروفیات:

گویا حضور حافظ ملت کے دست مبارک سے دستار فضیلت پانے کے بعد قاری محمد مصلح الدین صاحب علیہ الرحمہ نے سب سے پہلے ناگپور کی جامع مسجد کی امامت و خطابت شروع کی۔ اسی دوران انجمن اسلامیہ ہائی اسکول ناگپور میں درجہ ۹/ اور درجہ ۱۰/ کے طلبہ کو عربی ادب کا بھی درس دیتے تھے۔ ناگپور میں آپ پانچ سال تک رہے۔ آخری سالوں میں ہائی اسکول کی ملازمت ترک کر کے جامعہ عربیہ ناگپور میں خدمت تدریس انجام دینے لگے تھے۔

ناگپور سے دکن واپسی:

حضرت قاری صاحب کا ناگپور میں آخری پانچواں سال تھا کہ ہندو پاک کی تقسیم عمل میں آئی۔ قاری صاحب ناگپور سے اپنے وطن اپنے والد ماجد کی علالت کا ٹیلی گرام پاکر تشریف لے گئے تھے کہ ہندوستان گیر پیمانے پر لوٹ مار، غارتگری، اور ہندوستان سے پاکستان مہاجرین کی رحلت کا سلسلہ شروع ہوا اور بدامنی کا آغاز ہوا۔ قاری صاحب کے والد ماجد نے ایسی صورت میں اپنے لخت جگر کو دکن سے باہر قدم رکھنے سے منع فرمادیا۔ اپنے لیے کوئی مناسب مشغلہ تلاش کرنا شروع کیا۔ ناگپور میں مسلم ایجوکیشن کانفرنس کے موقع پر جناب نواب بہادر یار جنگ اور دکن ہی کے ایک مخلص سید تقی الدین، قاری صاحب سے متعارف تھے اور ان کے پیچھے نماز ادا کر چکے تھے اور ان لوگوں نے قاری صاحب سے یہ بھی کہا تھا کہ دکن تشریف لائیں تو ملاقات فرمائیں۔

میلاد کا عظیم الشان طریقہ:

سید صاحب سے قاری صاحب نے دکن میں ملاقات کی تو وہ بہت خوش ہوئے اور اپنے یہاں میلاد النبی کے جلسہ میں شرکت کی دعوت دی اس جلسہ میلاد میں کئی سالوں سے جناب مناظر حسین گیلانی عثمانیہ یونیورسٹی کے صدر شعبہ دینیات تقریر کیا کرتے تھے، اور سکندر آباد کی مسجد میں خطابت بھی کرتے تھے۔ سید تقی الدین صاحب کے گھر جس طرح میلاد النبی ہوتا تھا۔ اس کے بارے میں قاری صاحب نے جو کچھ تفصیل بیان کی وہ یہ ہے کہ

میلاد النبی ﷺ کی ایسی تقریب میں نے کبھی نہیں دیکھی، فجر کے بعد ہی مرد اور عورتیں چھوٹے بڑے سبھی تلاوت میں مشغول ہوتے یہ سلسلہ گیارہ بجے تک رہتا۔ بعد ظہر سب لوگ مل کر سوا لاکھ مرتبہ درود شریف کا ختم پڑھتے، عصر کے بعد مہمانوں کی آمد ہوتی حکومت دکن کے تمام عمائدین وہاں آتے حتی کہ قاسم رضوی، نواب منظور یار جنگ اور نواب مقصود جنگ وغیرہ بھی آتے۔ پھر جلسہ شروع ہوتا۔ پہلے تلاوت قرآن مجید پھر حیدرآباد کے کچھ لوگوں کی ایک جماعت قصیدہ بردہ شریف پڑھتی، اس کے بعد تقریر ہوتی، اس بار قاری صاحب کی تقریر ہوئی۔

جامع مسجد سکندر آباد کی خطابت:

اتحاد المسلمین کے عروج کا دور تھا سید تقی الدین صاحب اور صدر یار جنگ کے توسط سے قاری صاحب سکندر آباد مسجد کے خطیب مقرر ہو گئے شہر حیدر آباد کے نواحی شہر سکندرآباد کی اس جامع مسجد کے ہر چہار جانب آریہ سماجی متعصّب غیر مسلم کثرت سے آباد تھے اور مسلمان اقلیت میں تھے اس لیے وہاں اکثر ہندو مسلم فسادات ہوا کرتے تھے۔اس جامع مسجد کی بنیاد حضرت مولانا قاری عثمان علی شاہ قادری نے رکھی تھی اور مدتوں انہی کے خانوادہ کے علماء وہاں امامت کرتے آرہے تھے۔ تقسیم ہندوپاک کے زمانے میں دکن کے سیاسی افق پر بھی نمایاں تبدیلیاں رونما ہوئیں اور نواب بہادر یار جنگ نے وہاں کے مسلمانوں کو متحرک کرنے کیلئے مجلس اتحاد المسلمین کی بنیاد رکھی تھی۔ آج بھی اتحاد المسلمین پورے ہندوستان میں مسلمانوں کی نمایاں تنظیم ہے۔ قاری صاحب نے اس پر آشوب دور میں اپنی مجاہدانہ تقاریر کا سلسلہ شروع کیا۔مہاجر مسلمانوں کے لٹے پٹے قافلے حیدرآباد میں آکر پناہ لے رہے تھے۔حیدر آباد دکن ایک آزاد مسلم ریاست تھی اس لحاظ سے مسلمان اسے اپنی ایک پناہ گاہ خیال کرتے تھے۔ قاری صاحب فرماتے ہیں:

”اتحاد المسلمین نے جو اپنا محاذ بنایا تھا،اس کے لحاظ سے خطباء بھی مقررین بھی سیاسی موضوع پر بولنے لگے تھے۔چونکہ جوش تھا اور میں خود بھی بڑی پر جوش تقریر کرتا تھا،اور جمعہ کے خطبوں میں وزیر عبد الحمید خان بھی آیا کرتے تھے اور اطراف میں بڑی بڑی چھاؤنیاں تھیں وہاں کے بڑے بڑے عہدیداران وافسران بھی آیا کرتے تھے تو میں نے وہاں ڈیڑھ سال تک خطابت بھی کی اور وہاں حیدر آباد میں پڑھاتا بھی رہا۔ پھر وہاں حیدر آباد کے خلاف ہنگامہ بھی ہوا،ہنگامے کے وقت عجیب وغریب کیفیت تھی“

سقوط حیدر آباد اور قاری صاحب کا سفر پاکستان :

سقود حیدر آباد سے قبل دکن کے مسلمانوں نے پولیس ایکشن کے نام پر کی گئی زیادتی کے جواب میں جو مدافعانہ قدم اٹھایا اس میں ایک محتاط اندازے کے مطابق ہندوستانی فوج سے مقابلہ کرتے ہوئے سات لاکھ مسلمان شہید ہوئے دور طالب علمی میں حضرت مفتی ظفر علی نعمانی صاحب حضرت قاری صاحب کے جگری دوست تھے۔ دونوں ایک دوسرے سے والہانہ تعلق رکھتے تھے۔ مبارک پور سے حافظ ملت نے جب ناگپور کا سفر کیا تو وہ اس وقت ناگپور بھی گئے ۔ وہ پاکستان پہلے ہی آچکے تھے سقوط حیدر آباد کے بعد حضرت قاری صاحب کو پاکستان بلوانے کے سلسلہ میں انہوں نے سلسلہ جسانی (بہت محنت) کی جس کے نتیجہ میں قاری صاحب کراچی آگئے۔ قاری صاحب کے ذاتی انٹرویو کی روشنی میں سفر کی کچھ باتیں یہ ہیں۔

”سقوط حیدر آباد کے چار ماہ بعد ۱۹۴۹ء میں بحری جہاز کے ذریعہ قاری صاحب کراچی پہنچے۔ پورٹ پر مفتی ظفر علی نعمانی صاحب نے ان کا استقبال کیا اور انہیں اپنے مدرسہ میں لاکر اتارا۔ اس کے ایک ماہ بعد سے قاری صاحب نے اخوند مسجد کی امامت وخطابت شروع کی“

پاکستان میں خطابت و تدریس:

اخوند مسجد کی خطابت کے دور میں ہی حضرت مولانا مفتی مظہر اللہ صاحب دہلوی کے نام سے آرام باغ میں دارالعلوم مظہریہ میں قاری صاحب نے تدریس بھی شروع کر دی۔ اس وقت حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب آگرہ صدر مدرس تھے قاری صاحب ان کے نائب کی حیثیت سے درس دیتے تھے۔ واہ کینٹ جامع مسجد کی خطابت سنبھالنے سے قبل تک آپ اس دارالعلوم سے وابستہ رہے۔ واہ کینٹ سے واپس آکر آپ نے اخوند مسجد کی امامت سنبھال لی۔ اس وقت دارالعلوم امجدیہ بن چکا تھا۔ کچھ عرصہ بعد امجدیہ سے وابستہ ہوگئے اور یہ وابستگی آخری عمر تک قائم رہی۔

حضرت قاری صاحب دارالعلوم امجدیہ کے محض ایک مدرس ہی نہیں تھے بلکہ انہیں اس ادارے سے قلبی لگاؤ تھا، اپنی علالت کے زمانے میں بھی دارالعلوم ضرور جاتے تھے۔ ۲۸/اپریل کو انہیں جب ہارٹ اٹیک ہوا اور ڈاکٹروں نے آنے جانے پر پابندی عائد کردی تو قاری صاحب نے پہلے تو پندرہ روز کی پھر اس کے بعد ڈیڑھ ماہ کی رخصت حاصل کی۔ مگر طلبہ کے تعلیمی نقصان کا خیال کرکے قاری صاحب نے دارالعلوم کے ارکان کو اپنا استعفیٰ نامہ پیش کر دیا انتظامیہ نے اسے منظور نہیں کیا اس وقت انہوں نے فرمایا:

”میں دارالعلوم آنے کے لئے تیار ہوں آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے طاقت دے اور صحت اچھی ہوجائے کیوں کہ گذشتہ دنوں میں بعض اوقات جب کبھی میری طبیعت خراب بھی رہتی تھی جب بھی میں دارالعلوم امجدیہ جاتا تھا کیونکہ یہ میرے پیر و مرشد کا مدرسہ ہے“

نمونہ اسلاف:

مصلح اہلسنت حضرت مولانا قاری محمد مصلح الدین صاحب سلف صالحین کی مبارک زندگیوں کا جیتا جاگتا ثبوت تھے۔ ان کی نشست و برخواست، ان کا ملنا جلنا، ہر حرکت و عمل ہر ایک کے اندر نہایت سادگی اور جاذبیت تھی۔ تصنع، بناوٹ اور خودستائی جیسی چیزوں کا ان کی ذات سے دور کا بھی کوئی رابطہ نہیں تھا۔ امامت و خطابت ہو یا درس و تدریس کسی کام کو بھی انہوں نے ملازمت اور نوکری کے طور پر نہیں اپنایا بلکہ محض خدمت دین، اشاعت اسلام اور علم کی توسیع کے نظریہ سے زندگی بھر یہ تمام امور انجام دیتے رہے۔

رقیق القلب اور حساس اس قدر کہ پریشان حال، حاجت مندوں کی درد بھری باتیں سن کر تڑپ جاتے اور ان کے حق میں دعا اور تعویذ اور ہمدردی و خیر خواہی کے ممکنہ ذرائع سے ہرگز بے توجہی نہیں فرماتے تھے بعض اوقات اپنے ہم نشینوں سے فرمایا۔

"مجھے دل کا مرض ان پریشان حال اہل حاجت ہی کی وجہ سے لگا ہے۔"

قرآن مجید کی تلاوت سے انہیں روحانی شغف تھا۔ اور نماز میں تلاوت قرآن فرماتے تو مقتدیوں کی روح حلاوت قرآن سے سرشار ہو جاتی۔ اسی لئے جو لوگ ان کی تلاوت کا لطف پاتے وہ دور دراز سے چل کر ان کے پیچھے نماز ادا کرنے کے چلے آتے تھے۔ مسلم نوجوانوں کا کراچی میں ایک بہت بڑا حلقہ ہے جن کے سینوں کو حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ کی تاثیر صحبت نے صالحیت اور دینداری سے مالا مال کر دیا ہے۔ بعد میں کراچی کے اندر قاری صاحب علیہ الرحمہ نے اخوند مسجد کی خطابت و امامت کسی دنیوی غرض کے لئے خود نہیں ترک کی بلکہ خود فرماتے ہیں کہ میں تو چاہتا تھا کہ یہیں پڑا رہوں مگر چونکہ ان دونوں مساجد کے ارکان ایک ہی تھے اور ان لوگوں نے مجھ پر زور دیا اس لئے میں نے کھوڑی گارڈن میں کام شروع کر دیا۔

بیعت:

حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ نے اپنی پوری زندگی کو حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی ہدایات کے مطابق استوار کیا۔ ابتدائی تعلیم سے لے کر تکمیل دورہ حدیث تک اور روحانی میدان میں داخل ہونے کے لئے بھی ان کے مرشد اولین حافظ ملت ہی تھے وہ حافظ ملت کے سانچے میں ڈھل جانا چاہتے تھے۔ دوسری جانب حضور حافظ ملت کو ان سے اس قدر والہانہ پیار تھا کہ وہ انہیں اپنے مربی و مقتداء اور مرشد کامل کے دامن سے بلاواسطہ مربوط کرنا چاہتے تھے۔ قاری صاحب فرماتے ہیں:

"میری عمر تقریباً ۲۱/ سال یا اس سے کچھ کم تھی، اس وقت میں ہدایہ کا امتحان دے چکا تھا، استاذ مکرم (حافظ ملت) سے ہم نے کہا کہ حضرت ہمیں مرید بنا دیجئے، تو انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے میں وقت پر تمہیں لے چلوں گا۔ جیسے ہی امتحان سے فارغ ہوئے تو مجھے اور میرے ساتھ مولانا سید عبد الحق جو انڈیا میں پیر طریقت کے نام سے مشہور ہیں، ہم دونوں سے کہا کہ تم لوگ تیار ہو جاؤ میں تمہیں لے چلتا ہوں صدر الشریعہ سے بیعت کرنے کے لئے چنانچہ راستہ میں ہمیں، پیر کے ساتھ کیا کرنا چاہیے بتاتے رہے مغرب کے بعد گاڑی پہنچی۔ حضرت (صدر الشریعہ) سے ملاقات ہوئی۔ حافظ ملت نے حضرت سے عرض کی کہ میں ان کو سلسلہ میں داخل کرنے کے لئے لایا ہوں، حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے، عشاء کی نماز کے بعد حضرت نے ہمیں اپنی غلامی میں لے لیا، یہ تقریباً ۱۳۵۸ھ کا واقعہ ہے"

اس طرح حضور حافظ ملت نے قاری صاحب اور مولانا سید عبد الحق صاحب گبھڑوی کو گھوسی ”قادری منزل“ لے جاکر خود حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ حکیم ابو العلاء امجد علی قادری رضوی قدس سرہ کے دست مبارک پر بیعت کرایا، قاری صاحب کے شجرہ شریف پر شعبان ۱۳۵۸ھ تحریر ہے۔

سلسلہ بیعت کے علاوہ حافظ ملت علیہ الرحمہ کی کرم فرمائیوں سے ان حضرات نے حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ سے بخاری شریف کی آخری حدیث کا سبق بھی پڑھا اور شرف تلمذ حاصل کیا۔ اپنے ان محبوب تلامذہ کو صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے شرف تلمذ دلانے کے لئے بھی حافظ ملت نے ان کے ساتھ گھوسی کا سفر فرمایا۔

خلافت:

جس ہونہار بچے نے کمسنی میں حافظ ملت علیہ الرحمہ کے ہاتھوں علم کی چاشنی پائی تھی اور انہی کی زیر تربیت مبارکپور میں علوم اسلامیہ کی آگہی میں لگا ہوا تھا۔ شعور کی پختگی کے ساتھ اس میں توجہ الی اللہ اور سلوک کی راہ پر چلنے کا اشتیاق خود بخود ابھرنے لگا۔ چنانچہ بیعت کے بعد ایک مرتبہ حضور دصدر الشریعہ علیہ الرحمہ مبارکپور تشریف لائے تو قاری صاحب نے خدمت میں التجا کی کہ مجھے کچھ وظیفہ وغیرہ تعلیم فرمائیں۔

حضور صدر الشریعہ نے مسکرا کر جواب دیا ”یہ جو کچھ کام (حصول علم دین) آپ کر رہے ہیں آپ کے لئے یہی سب سے بڑا وظیفہ ہے۔ ان شاء اللہ آگے چل کر میں آپ کو وظیفہ بتاؤں گا“

ناگپور کے زمانہ خطابت میں حضرت قاری صاحب کو اپنے پیر و مرشد سے ملاقات کے مواقع ملتے رہے اور وہ اپنی روحانی ارتقائی منازل پر گامزن رہے۔ جامعہ رضویہ کا سالانہ اجلاس ہوا۔ حضرت صدر الشریعہ کی تشریف آوری ہوئی۔ پروانوں کی بھیڑ میں حضرت قاری صاحب نے بھی قدم بوسی کا شرف پایا۔ اختتام جلسہ کے بعد حضرت چھلواڑہ کے لئے روانہ ہوئے اور قاری صاحب کو بھی ہمراہ چلنے کا حکم فرمایا۔ وہاں پہنچ کر جناب حاجی عبد القادر صاحب کے دولت کدہ پر بزم نعت پاک کا انعقاد ہوا۔ حضور صدر الشریعہ کے جلو میں حضرت مولانا اشرف علی قادری اور مولانا نثار احمد مبارکپوری بھی موجود تھے۔ حب رسول کی سرمستی کا عالم تھا۔ لوگوں پر کیف و سرور چھایا ہوا تھا اور آنکھیں نم تھیں۔ نعت خواں حضرات حضور سرور عالمیان محبوب رب العالمین ﷺ کی شان میں قصائد پڑھ رہے تھے اور مجلس پر وجد طاری تھا۔ اتنے میں حضرت قاری صاحب اپنی جگہ سے اٹھ کر پیر و مرشد کے روبرو پہنچے اور عرض گزار ہوئے کہ سرکار! آپ کے وسیلہ سے حضرت جامی علیہ الرحمہ کے اشعار کا سہارا لے کر میں بھی بارگاہ رسالت ماب ﷺ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

پیر و مرشد نے اجازت دے دی، پھر کیا تھا حضرت قاری صاحب نے اپنے محبت و عقیدت بھرے لہجے میں

قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے غوث اعظم ممن بے سر و ساماں مددے

عشق رسول کے سوز و گداز نے قاری صاحب کی آواز کو تیر و نشتر بنادیا تھا۔ ہر سینہ چھلنی اور ہر قلب بے قرار ہو اٹھا حضرت خود بھی روئے اور قاری صاحب نے بھی ہچکیاں بھر کر نعت ناتمام چھوڑ دی۔ حضور صدر الشریعہ یہ دیکھ کر اپنی مسند سے اٹھے اور قاری صاحب کو بٹھالیا اور اسی روز اپنی خلافت سے سر فراز کیا۔ حضرت قاری صاحب کہنے لگے حضرت! میں اس لائق نہیں ہوں یہ بوجھ بھلا میں کیسے برداشت کر سکتا ہوں، فرمایا! جس کا کام ہے وہی اٹھائے گا۔ یہ واقعہ ۱۹۴۶ء کا ہے۔ اس وقت حضرت قاری صاحب کی عمر تقریباً ۲۹/ سال تھی۔

اس کے علاوہ آپ کو شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتیٔ اعظم ہند مصطفی رضا خاں صاحب بریلوی قدست اسرار ہم نے ۱۳۷۶ھ میں اپنی خلافت سے سر فراز کیا۔ نیز ضیاء الامت حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب مدنی خلیفہ امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ مقیم مدینہ منورہ کی طرف سے بھی حضرت قاری صاحب قبلہ کو سلسلہ قادریہ، رضویہ ، سلسلہ سنوسیہ سلسلہ شاذلیہ، سلسلہ منوریہ سلسلہ معمریہ اور سلسلہ اشرفیہ کی اجازت و خلافت سے نوازا گیا۔

مصلح اہلسنت دربار رسول میں:

حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ عشق رسالت مآب ﷺ کے منادی تھے زندگی بھر خود بھی حضور کی نعت خوانی کرتے رہے اور ہزارہا قلوب میں نعت رسول کی روشنی اتار دی۔ آپ زیادہ تر امام اہلسنت سیدنا اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کا کلام پڑھتے تھے۔ آپ کی بزم نعت خوانی کراچی سے مدینہ طیبہ تک ہر جگہ منعقد ہوتی اور لوگ دلوں میں عشق رسول کی لذت پاتے۔ انہیں مدینے والے سرکار سے والہانہ محبت تھی۔ اسی کا اثر تھا کہ طفیل آقا و مولا ﷺ انہیں بارہ مرتبہ حج کی سعادت ملی اور حضور نے اپنے دربار کی زیارت سے سر فراز کیا۔

مدینہ طیبہ میں ان کی حاضری کا انداز بڑا ہی مضطربانہ ہوتا تھا۔ وہ سر مستی عشق میں ہر وقت سرشار نظر آتے تھے۔ یہ بھی بارگاہ خاص میں ان کی مقبولیت کی نشانی ہے کہ ان کے مریدین کی ایک خاصی تعداد مدینۃ النبی کی ملازمت پر لگی ہوئی ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک عشق اور محبت میں وارفتہ ہے۔ آپ نے پہلا حج ۱۹۵۴ء میں کیا اور مدینہ طیبہ دربار رسول میں حاضری دی۔ اسی سفر میں پہلی بار حضرت ضیاء الملت علیہ الرحمہ کی زیارت کی۔ اس روز حضرت مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ کا سوئم تھا حضرت قاری صاحب نے حضرت ضیاء الملت مولانا ضیاء الدین مدنی سے عرض کی کہ ہمیں اپنے ساتھ سرکار کے دربار میں حاضری کا شرف بخشیں حضرت نے ان کی درخواست کو قبول فرمایا اور انہیں لے کر حاضر بارگاہ ہوئے۔ اس وقت آپ قادری شان کے ساتھ اپنی چادر اوڑھے ہوئے تھے، مصلح اہلسنت کے علاوہ اور کئی لوگ ہمراہ تھے۔ مواجہ شریفہ میں حاضری دینے کے بعد، بقیع شریف گئے اخیر میں مولانا عبد العلیم صدیقی علیہ الرحمہ کی قبر پر بھی فاتحہ خوانی کی۔

حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی اور مصلح اہلسنت :

اپنی مودبانہ شرست (سادہ طبیعت) اور حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی اعلیٰ تربیت کے طفیل قاری صاحب کو شیخ العرب والعجم حضرت علامہ ضیاء الدین احمد مدنی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں بڑا اقرب حاصل تھا، بلکہ بقول مفتی ظفر علی صاحب نعمانی وہ ان کے فرزند کی طرح تھے۔ قاری صاحب مدینہ طیبہ حاضری کے دوران مسجد نبوی شریف کے بعد سب سے زیادہ وقت حضرت کی خدمت میں دیتے اور حضرت کی خانقاہ ہی میں قیام کرتے اور خود حضرت کا یہ عالم تھا کہ وہ بھی حضرت قاری صاحب کو بہت پیار کرتے تھے اور مجلس ہوتی تو قاری صاحب سے زیادہ نعت سماعت فرماتے تھے۔ مدینہ طیبہ کی ملاقات کے دوران قاری صاحب نے راقم الحروف کو بتایا کہ حضرت ضیاء الملت علیہ الرحمہ اپنے کرم خاص سے فرماتے ہیں کہ میرے تمام مریدین آپ کے ہیں۔

مصلح اہلسنت کی وجد آفریں نعت خوانی:

حضرت قاری صاحب علیہ الرحمۃ کو اس منزل و مرتبہ تک ان کے خلوص عمل اور عشق رسول کی فراوانی نے پہنچایا تھا۔ زبان جب دل سے ہم آہنگ ہو اور اس سے محبت کا نغمہ پھوٹے تو وہ نغمہ، نغمہ لاہوتی ہوتا ہے۔ اگر کوئی عاشق رسول محبوب رب العالمین ﷺ کی سچی محبت میں تڑپ کر انہیں آواز دے تو بھلا کیسے ممکن کہ تاثیر سے خالی ہو۔ حضرت قاری صاحب کی زبان میں تاثر بھی تھی اور گفتگو میں شیرنی بھی۔۔۔ اور وہ اپنی ذاکر زبان سے جب نور والے سرکار ﷺ کا نورانی نغمہ الاپتے تھے تو اہل ایمان کی روح کے ساز جھنجھنا اٹھتے تھے۔ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد نعیمی مدظلہ، ایسی ہی ایک نورانی بزم کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔

"ان کا یہ عالم تھا کہ نہ صرف خود وجد میں ہیں، بلکہ دوسروں کو بھی وجد میں لا رہے ہیں۔ نہ صرف ان کی آنکھیں ڈبڈبا رہی ہیں بلکہ دوسرے بھی اشکبار ہیں اور وہ نعت وہی ہے جو آپ نے کھوڑی گارڈن میں سنی ہوگی

دل درد سے بسمل کی طرح لوٹ رہا ہو
سینے پہ تسلی کو ترا ہاتھ دھرا ہو

یہ ۱۹۸۰ء کا واقعہ ہے کہ جب زیارت حرمین شریفین کا شرف اس فقیر بھی حاصل ہوا، اور میرے پیرو مرشد حضرت علامہ مولانا ضیاء الدین صاحب قطب مدینہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جیسا کہ معمول تھا۔ نماز عشاء کے بعد محفل میلاد شریف ہوا کرتی تھی آندھی آئے طوفان آئے گرمی ہو کے سردی ہو، حرارت ہو برودت ہو، کسی قسم کی کوئی صورت ہو لیکن حضرت کے یہاں میلاد شریف کا ناغہ آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا تو حضرت علامہ قاری مصلح الدین صدیقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لائے اور ہندوستان سے تشریف لائے ہوئے بعض علماء اور پاکستان

سے بعض علماء جو تشریف لے گئے تھے جب قاری صاحب علیہ الرحمہ کے مکان میں وہ نعت پڑھی تو نہ صرف یہ کہ ہندوستان اور پاکستان کے علماء ان کی نعت شریف کو ان کے انداز کو ان کی والہانہ کیفیت کو ان کی اس وارفتگی کو دیکھ کر کے جناب والا۔۔۔۔ حیرت زدہ تھے بلکہ شام کے علماء اور مصر کے جو علماء تھے وہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آواز سے متاثر ہو کر عشق رسول میں وہ سبھی تڑپ اور مچل رہے تھے۔

اکابر علماء کی نظر میں:

ہندوپاک کے تمام اکابر علماء اہلسنت جو قاری صاحب کے دور میں موجود تھے ان کی قدر کرتے تھے غزالی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ اور دیگر علماء اکابر کے ساتھ حضرت قاری صاحب کے تعلقات نہایت خوشگوار، محبتانہ اور قلبی تھے۔ علامہ کاظمی صاحب جب ملتان سے کراچی تشریف لاتے تو بارہا ایسا ہوتا کہ ٹھٹھہ فاتحہ خوانی کے لئے علماء کا کارواں چل پڑتا اور اکثر علامہ کاظمی، قاری صاحب اور مفتی ظفر علی نعمانی صاحبان ایک ہی کار میں تشریف لے جاتے۔ دوران سفر قاری صاحب نعت شریف سناتے اور تمام لوگوں پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ اور سفر کی طوالت سمٹ کر مختصر ہو جاتی۔

واہ کینٹ کی خطابت:

پاکستان کے اکابر علماء اہلسنت کی نگاہ میں حضرت قاری صاحب کی کتنی وقعت اور قدر و منزلت تھی اس کا اندازہ لگانے کے لئے ایک واقعہ حاضر خدمت ہے۔ علامہ عبد الحامد بدایونی محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد لائلپوری، حضرت مولانا عارف اللہ شاہ صاحب اور حضرت پیر صاحب دیول شریف، غزالئ دوراں علامہ احمد سعید کاظمی، پیر طریقت علامہ سید قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اہلسنت کی ٹھوس بنیادی خدمات کے لئے آپ پر بے حد اعتماد کرتے تھے۔

واہ کینٹ کی جامع مسجد پاکستان میں بڑی مرکزی مساجد میں شمار ہوتی ہے جہاں مودودی اور دیوبندی گھسنے کی کوششیں کرتے رہے۔ ایک مرتبہ وہاں کے لئے امام کا تقرر ہونے والا تھا، جس کے لئے بڑی تعداد میں وہابی مولوی اور دیوبندی ائمہ بھی امیدوار تھے، ان کے مفتی صدر الدین لدھیانوی، مودودی نمائندہ صدر الدین اور پنڈی والے، گجرات سے احمد شاہ کے بھائی وغیرہ بھی اس جگہ کے امیدواروں میں تھے۔

اس سلسلہ میں حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ نے قاری صاحب کو ٹیلی گرام بھجوایا کہ آپ اخوند مسجد میں کسی کو اپنی جگہ رکھ کر واہ کینٹ مسجد امامت کیلئے انٹرویو میں ضرور تشریف لے جائیں، دوسری طرف سے حضرت مولانا عارف اللہ شاہ صاحب اور پیر صاحب دیول شریف نے بھی اسی مقصد کے لئے قاری صاحب کو

ٹیلی گرام بھیجے۔ بعد میں محدث اعظم پاکستان نے قاری صاحب کو اس بارے میں خط بھی تحریر فرمایا۔ بہر حال قاری صاحب نے اس معرکہ کو کسی طرح سر کیا اور صرف ڈیڑھ سال کے قلیل عرصے میں کتنی مقبولیت حاصل کی اور لوگوں کے دلوں میں کیسا مقام پیدا کیا کہ اس کے بعد جب انہیں اپنی کچھ ذاتی دشواریوں کے باعث وہاں کی خطابت سے ہٹنا پڑا تو وہاں کے لوگ دھاڑیں مار مار کر روتے تھے اور قاری صاحب کی راہ میں آنکھیں بچھاتے تھے۔ فیکٹری کی اس شاندار جامع مسجد میں ائمہ کو مسجد کمیٹی کے لوگ خود ہی تقریر کا موضوع دیتے تھے اور ائمہ کو ان ہی موضوعات پر تقریر کرنی ہوتی تھی۔ حضرت قاری صاحب کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ ہر موضوع کو عشق رسول، اور محبت مصطفی کے سانچے میں ڈھال لیا کرتے تھے اور قرآن واحادیث کے حوالوں میں جب درد و سوز بھری آواز سے نعت حبیب پڑھتے تھے تو سننے والوں پر وجدانی کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی۔

وہاں تقرری سے لے کر سبکدوشی تک کے واقعہ کو قاری صاحب خود بیان کرتے ہیں:

"ان حضرات کا اصرار تھا کہ آپ وہاں خود جائیں۔ چنانچہ میں وہاں پہنچا، بارش بڑی شدید تھی۔ بہر حال شام کے وقت میں وہاں پہنچا اور اس وقت مولانا عارف اللہ صاحب نے گاڑی کا بندوبست کیا اور ہم رات کو واہ کینٹ پہنچے اور وہاں رات کو سرکاری بنگلے میں قیام ہوا اور دن میں پھر وہاں پہنچے۔ بہر حال یہ کہ پہلی تقریر مفتی لدھیانوی کی اور اس کے بعد دوسری تقریر میری ہوئی۔ اس کے علاوہ اور تقریریں بھی ہوئیں اور اس کے بعد جو کمیٹی نے فیصلہ کیا ۔زیادہ میرے حق میں دیا کہ آپ کو بحیثیت خطیب کے یہاں رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ میں ڈیڑھ سال تک خطیب رہا اور مغرب کے بعد درس قرآن ہوتا تھا اور صبح درس حدیث ہوا کرتا تھا۔ لوگ کثرت سے حاضر ہوا کرتے تھے اور پانچ دن کی محنت سے فیکٹری کا دیا ہوا موضوع جو ہوتا تھا۔ اس موضوع پر میں پوری تیاری کر کے آتا تھا۔ تو چنانچہ جب میں واہ کینٹ میں تھا، اجتماع بڑھتا رہا، چنانچہ حکومت کو مجبوراً ۳۵ / ہزار کے شامیانے خریدنے پڑے اور بہت کافی انہوں نے انتظام کیا اور تقریباً مسجد بھری ہوتی تھی۔ تقریباً ۱۸ / یا ۱۹ / ہزار کا مجمع ہوا کرتا تھا اور ڈیڑھ سال کے بعد ہم پھر واپس اخوند مسجد آ گئے۔ کچھ اپنی مجبوریوں کی وجہ سے لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے"

زبان اہل دل سے بات جو باہر نکلتی ہے
تو لگتا ہے دلوں پر حیدری شمشیر چلتی ہے (بدر)

مشاغل :

حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ حضور حافظ ملت کے تلمیذ اور حضور صدر الشریعہ کے مرید تھے، ان کی زندگی پر ان بزرگوں کی گہری چھاپ موجود تھی وہ کوئی وقت فاضل گذارنا جانتے ہی نہ تھے۔ عبادت و ریاضت، تعلیم

و تعلم، ذکر و فکر، محفل نعت خوانی، لوگوں کی حاجت روائی، تعویذ و دعاء، خدمت خلق اور خیر خواہی یہ وہ میدان ہائے عمل تھے جن میں حضرت قاری صاحب مشغول رہتے تھے۔ خود فرماتے ہیں۔

"صبح سویرے میں اپنے وظائف سے فارغ ہو کر نماز پڑھاتا۔ اور دو بسوں سے دارالعلوم امجدیہ پہنچتا وہاں سے بارہ بجے اٹھ کر مسجد آتا نماز ظہر پڑھا کر گھر آجاتا۔ میرے ساتھ کچھ تعویذوں کا سلسلہ بھی چل پڑا تو اس میں چھ سات گھنٹے یوں لگ جاتے تھے، مغرب کے بعد اگر کسی حلقے میں جانے کا اتفاق ہوا تو بارہ بج جاتے تھے۔"

جناب عبدالعزیز پٹنی قادری رضوی۔ معمولات پیر و مرشد میں لکھتے ہیں کہ میں نے نہایت اصرار کر کے حضرت کے معمولات کی بابت دریافت کیا تو جو کچھ انہوں نے بتایا وہ یہ ہے۔

"حضرت روزانہ فجر سے دو گھنٹے قبل تہجد کے لئے بیدار ہوتے اور اپنے مخصوص وظائف پڑھتے جس میں دلائل الخیرات شریف سیفی شریف، قصیدہ غوثیہ، الواظیفہ الکریمہ، شجرہ اور دعا۔ پھر نماز فجر کے لئے مسجد تشریف لے جاتے۔ بعد نماز فجر گھر تشریف لاتے اور دوسرے وظائف کا ورد فرماتے۔ حضرت سفر میں بھی وظائف کا ورد فرماتے اور بڑی مداومت فرماتے۔ طلوع آفتاب کے بعد اشراق پڑھتے۔ پھر ناشتہ کرتے، حضرت چاشت بھی ادا کرتے۔ بعد نماز مغرب نوافل اوابین بھی پڑھتے پھر سورہ یاسین شریف سوہ واقعہ سورہ رعد سورہ ملک پڑھتے۔ یہ اور اد چالیس سال سے حضرت کے معمول میں تھے۔ دن بھر تعویذات کا سلسلہ جاری رہتا۔ حتی کہ لوگ دارالعلوم امجدیہ میں بھی تعویذ کے لئے پہنچ جاتے۔"

سیاست فاسدہ سے دور :

پاکستان میں علمائے اہلسنت کے ایک طبقے نے سیاست ملکی میں بھی قدم رکھا۔ اور دور حاضر کے تقاضوں کے لحاظ میں منحرف فرقوں سے راہ و رسم پیدا کی۔ حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ اولا تو سیاست ہی سے دور رہے۔ ثانیا انہوں نے علماء سلف کے تشخص کو اپنی ذات میں نہایت اہتمام سے بر قرار رکھا۔ اور کبھی کسی بدمذہب سے کوئی ایسا تعلق اور رابطہ نہیں کیا۔ اپنا پورا وقت عبادت و ریاضیت اور خدمت خلق میں صرف کرتے رہے۔ اور نہایت خاموشی سے لوگوں کے باطن میں عشق رسول کی کاشت اگاتے رہے۔

آپکے شاگرد سید محمد یوسف بخاری لکھتے ہیں۔

"اس پر آشوب دور میں جب کہ دین کے لئے وقت نکالنا اپنا مالی نقصان سمجھا جاتا ہے آپ نے لاکھوں مریدین کی توجہ دین حق کی طرف مبذول کرائی جو ایک زندہ کرامت ہے۔ آپ کی ولایت کا مشاہدہ کرنا ہو تو مصلح الدین گارڈن میں مرکز تجلیات رضویہ جا کر دیکھیں، فیوض و برکات کا چشمہ جاری ہے۔"

عاشق رسول :

حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ کی پوری زندگی اللہ اور رسول کی محبت سے عبارت ہے۔ محبت ہی ان کا مشن بن چکا تھا جو بھی ان سے قریب ہوتا ان کی مجلس میں بیٹھتا وہ سینے میں عشق رسول کی گرمی حاصل کرلیتا۔ ان کی مثال ایک ایسے فیاض عطار کی ہے جس سے ہر آنے والا بے طلب مشام جاں خوشبوؤں سے بسا کر جاتا ہے۔ حضور سرور کونین ﷺ کی ذات مبارکہ سے ہر مسلمان محبت کرتا ہے، اور اس کے بغیر کسی کا ایمان ایمان ہی نہیں، حضرت قاری صاحب لوگوں کو عشق مصطفی ﷺ کی وہی مئے پلاتے تھے اور لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے عشق کی سرمستی عطا فرماتے تھے، وہ سرکار حبیب خدا کے محب تھے اور سچے محب تھے، اسی چیز نے ان کی ذات کو بھی محبوبیت عطا کردی تھی، سرمایہ اہلسنت علامہ عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں۔

”ان کی شخصیت مسحور کن حد تک محبوبیت کی حامل تھی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے مسلک پر نہ صرف خود کاربند تھے بلکہ ان کے دامن سے وابستہ حضرات بھی راسخ العیقدہ سنی حنفی ہیں اور مسلک اولیاء کے پابند۔ مدینہ طیبہ میں چند حضرات سے ملنے کا اتفاق ہوا، معلوم ہوا یہ حضرت قاری صاحب کے متعلقین ہیں ان کے فیض صحبت کا یہ اثر ہوا کہ نبی عربی فداہ ابی وامی کی محبت سے اس قدر سرشر ہوئے کہ ہمیشہ کے لیے دیار حبیب میں ڈیرا ڈال دیا، قابل صد رشک ہے وہ شخصیت جس کی ہم نشینی خدا ورسول جل و علی و ﷺ کی محبت سے سرشار کردے۔ پھر ان کے حلقہ بگوش صرف زبانی طور پر ہی نہیں، عملی طور پر بھی ان کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں، ڈاڑھی حکم شریعت کے مطابق صوم وصلوٰۃ کے پابند، اور مسائل کی باریکیوں سے آشنا اور ان پر عمل پیرا۔“

مسنون وضع روشن چہرہ :

دل کی دنیا اگر قندیل محبت سے جگمگا رہی ہو تو چہرے پر اس کی کرنیں ضرور پڑتی ہیں۔ حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ ایک عابد شب زندہ دار تھے۔ عبادت وریاضت اور تقویٰ وطہارت باطنی ان کے رخساروں سے ظاہر ہوتی تھی جو مقربان بارگاہ کی نشانی ہے۔ جناب مفتی شاہ حسین گردیزی لکھتے ہیں۔

”آپ اپنی نورانیت کی بدولت جو ریاضت ومجاہدہ اور خشیت الٰہی سے آپ کے چہرے سے ہویدا تھی، تمام دینی اساتذہ میں ممتاز اور نمایاں نظر آتے، بڑے کم گو اور خاموش طبع تھے ہر شخص کا خندہ پیشانی سے استقبال کرتے، آپ کے انتقال کے بعد جب میں دیدار کے لئے حاضر ہوا تو چہرہ دیکھتے ہی بیساختہ زبان سے نکلا۔

نشان مرد مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

جن خوش نصیبوں نے حضرت قاری صاحب کو قریب سے دیکھا، انہوں نے اقرار کیا کہ وہ سنت نبویہ کے اتباع میں پوری کوشش فرماتے تھے، اعلیٰ اخلاق کے مظہر تھے تقریر وخطبہ میں سوز وگداز پایا جاتا تھا، چونکہ جو کچھ کہتے تھے خود اس پر شدت سے عمل کرتے تھے اس لئے لوگوں پر آپ کی تقریر موثر ہوتی تھی طریقہ تبلیغ نہایت پیارا تھا۔ قاری صاحب علیہ الرحمہ کی ذات میں بلندی کردار، جذبہ ایثار وقربانی، خوش خلقی، اکابر اور بزرگوں کا غایت درجہ احترام، چھوٹوں پر شفقت اور محبت تھی وہ گفتار کے ہی نہیں بلکہ کردار اور عمل کے غازی تھے اپنے مشائخ و اساتذہ کے سچے وارث اور محبتِ رسول کے بے لوث منادی تھے۔

خواجہ رضی حیدر لکھتے ہیں

"وہ اپنی وضع کے واحد شخص تھے، ایک ایسا شخص جس کی زندگی کسی اونچ نیچ سے دوچار نہ تھی ہر وقت ایک سارویہ، ایک سی نرمی کلامی، ایک سی شفقت، جس میں کوئی اختصاص نہیں تھا، کوئی منافقت نہیں تھی، بس تمام تر خلوص تھا۔"

آگے چل کر لکھتے ہیں۔

"علائق دنیاوی سے بے نیازی اور معاملات اکراہ سے دوری نے آپ کی شخصیت کو اتنا دلکش بنادیا تھا کہ جس پر ایک مرتبہ آپ نظر ڈال دیتے وہ تمام عمر کے لئے آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا آپ کی بات میں ایک نصیحت موجود تھی ایسی نصیحت جو انسان کو اصلاح نفس کی ترغیب دیتی تھی، یہی وجہ ہے کہ لاتعداد افراد جو سراپا ہوس دنیا میں گرفتار تھے، آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور ایک نئی زندگی شروع کی، ایسی زندگی جو بندے کو رب سے قریب اور دل کو عشق مصطفی ﷺ سے لبریز کر دیتی ہے۔"

حضرت قاری صاحب نے اپنے مرشد کامل اور استاذ مکرم سے جو علم و معرفت کا نور حاصل کیا تھا اسے سرزمین پاکستان پر نہایت فراخ دلی سے تقسیم کیا۔ خصوصاً کراچی کے نوجوانوں میں ہزارہا ایسے خوش نصیب نوجوان ہیں جو اخلاق باختہ برہنہ تہذیب سے منحرف ہو کر مردان شب زندہ دار بن گئے۔ آیئے جناب خواجہ رضی حیدر صاحب کے ذریعہ مصلح ملت کے فیض یافتگان سے ہم بھی ملاقات کرتے چلیں۔

"قاری صاحب لاہور جب بھی تشریف لے جاتے تھے حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے مطب ضرور جاتے اور مجلس رضا کی اشاعتی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی فرماتے ۱۹۷۹ء میں جب آپ حکیم موسیٰ کے مطب میں تشریف لائے تو میں پہلے سے وہاں موجود تھا، قاری صاحب کے ہمراہ پندرہ بیس نوجوانوں کی ایک جماعت تھی میں نے دیکھا ہر نوجوان نے نہایت عقیدت کے ساتھ حکیم محمد موسیٰ کی دست بوسی کی اور سب نہایت مودب کھڑے ہوگئے اسی اثناء میں میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہ العالی اپنے مریدان باصفا کی ایک جماعت کے ساتھ وہاں پہنچ گئے، ان سب حضرات کی بیک

وقت حکیم موسیٰ کے مطب میں موجودگی نے عجب روح پرور سماع پیدا کر دیا۔ سفید و شفاف لباس جالی کی سفید ٹوپیاں چہروں پر شب بیداری کا نور۔ ایسا لگتا تھا جیسے حکیم موسیٰ کے طب میں فرشتوں کے پرے اتر آئے ہوں۔

حضرت مولانا سید ریاست علی قادری علیہ الرحمہ قادری صاحب کی شخصیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''شخصیت ایک ایسی پر کشش اور جامع الصفات تھی، جن کی محفل میں بیٹھ کر پھر اٹھنے کو دل نہ چاہتا تھا، قاری صاحب علیہ الرحمہ کے پاس حانکہ کوئی سلطنت نہ تھی اور نہ ہی مادی بڑائی کا کوئی ایسا ذریعہ جس سے لوگ مغلوب و متاثر ہوں، اس کے بر عکس وہ عام افراد سے بھی بڑھ کر تنگدست تھے۔ اور فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے لیکن ان کے اقتدار کا دائرہ اتنا وسیع تھا کہ انسانی دل و دماغ پر حکومت کرنے کے علاوہ لاکھوں انسان کے مرجع عقیدت تھے، ان کی روحانی فرمانراوائی کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے امراء اور وجاہت پسند ان کی دہلیز پر کھڑے رہنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔''

آگے چل کر لکھتے ہیں۔

''وہ منہ کا رخ کعبہ کی جانب موڑنا کافی نہ سمجھتے تھے جب تک کہ دل رب کعبہ کے آگے نہ جھک جائے ان کے یہاں تعلیم و تعلم کا چرچا تھا، وہ علم کو یقین کے معنوں میں لیتے تھے وہ علم کو تن پر مارنے کے بجائے من پر مارنے کو مقدم جانتے تھے۔

قاری صاحب کی زندگی کا اگر ہم جائزہ لیں تو ہمیں ان کی شخصیت میں مندرج ہذیل خوبیاں بدرجہ اتم نظر آئیں گی۔(۱) کتاب اللہ سے مضبوط تعلق (۲) اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم (۳) رزق حلال (۴) ایذاء رسانی سے پرہیز (۵) گناہوں سے بیزاری و نفرت (۶) ہر وقت توبہ کرتے رہنا (۷) خدا اور اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی (۸) خدا کی حدود کی پاسداری منکرات سے پرہیز، محرمات سے اجتناب (۹) ہر کام اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لئے (۰۱) آسائش کے بجائے آزمائش میں زندگی بسر کرنا (۱۱) مصائب و آلام کا مقابلہ کرنا (۲۱) اللہ پر کامل بھروسہ (۱۳) اللہ کا مطیع و فرماں بردار رہنا (۴۱) اعلیٰ اخلاق سے لیس۔

جناب پروفیسر شاہ فرید الحق صاحب ''جمعیت علمائے پاکستان'' لکھتے ہیں۔

''حضرت قبلہ نے بیسویں صدی کے نصف میں ایک ایسے صوفی باصفا اور عالم با عمل ہونے کا ثبوت پیش کیا کہ جس سے پرانے بزرگان دین کی علمی اور عملی حیثیت کا اندازہ ہوا۔ اور اس دور پر فتن میں بے ساختہ یہ بات زبان پر آئی کہ بزرگان دین کے جن کمالات ان کے حسن اخلاق ان کی کرامات اور ان کے معاملات کی خوبیوں کا تذکرہ مستند تواریخ و کتب میں ہوا ہے، وہ حقائق پر مبنی ہیں۔''

شاہ صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

"مجھے تو ان کا مسکراتا ہوا بارونق پر جلال چہرہ، ان کا نفیس و شفاف لباس اور ان کی گفتگو کا انداز اور وضع قطع دل کو بھاتا تھا، میں نے کبھی بھی ان کو اخلاق سے گری ہوئی گفتگو کرتے نہیں دیکھا اور نہ سنا۔ شریعت اور طریقت کے معاملہ میں ان کو بہت زیادہ محتاط پایا۔ صرف صوفی اور پیر کہلانا اور بات ہے، لیکن صحیح معنوں میں صوفی با صفا و پیر طریقت اور ساتھ ہی ساتھ عالم با عمل ہونا اور بات ہے۔ سر مو دہ شریعت سے رد گردانی کرتے نظر نہیں آئے۔ میں تو کہتا ہوں کہ پاکستان میں حضرت قاری صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی پاک اور مجملاً شخصیت بحیثیت عالم اور صوفی کے یکتا نظر آئی۔"

حضرت قاری صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک تشنہ اخلاق اپنے احساسات کو یوں اجاگر کرتا ہے۔

"جب سارے علماء (سنت سے) فارغ ہو گئے تو میرا اشتیاق بڑھنے لگا (کہ ان علماء و حفاظ قراء اور مشائخ کے جمگھٹ میں جو سب سے زیادہ متقی ہوگا وہی امامت کرے گا) اور مصلی امامت میری نگاہ کا مرکز بن گیا۔ اور چند ثانیوں بعد میں نے دیکھا کہ ایک خضر صورت بزرگ آگے بڑھے اور زیب مصلی ہو گئے۔ نہایت حسین و پر نور چہرہ ارمنی رنگ کا عمامہ روشن اور اجلی آنکھوں پر نگاہ کا چشمہ، چہرے کی مناسبت سے قدرتی خوبرو لحیہ اور سفید براق لباس پر صوفیانہ صدری زیب تن کئے۔ یہ تھے علم و فضل کا مرقع، سادگی و شرافت کا مجسمہ، خدا خوفی اور پاک دامنی کا مظہر آیت مبارکہ واجعلنا للمتقین اماما کا تفسیری پیکر پیر طریقت حضرت علامہ حافظ قاری مصلح الدین صدیقی قادری رحمتہ اللہ علیہ سچ پوچھو تو عرض کروں۔

جب تک کہ نہ دیکھا تھا قدیار کا عالم
میں معتقد فتنہ محشر نہ ہوا تھا

حضرت مولانا مفتی محمد اطہر نعیمی صاحب مہتمم دار العلوم نعیمیہ کراچی فرماتے ہیں۔

"ایک مرد مومن میں جو صفات ہونا چاہیں وہ قاری صاحب میں موجود تھیں، لیکن شریعت کی تعلیم و تبلیغ، رشد و ہدایت ان کی اضافی خوبیاں تھیں جن کو انہوں نے بحسن و خوبی انجام دیا اور اسی مشن کی تکمیل میں جان جان آفریں کے سپرد کی، قاری صاحب کی ایک خصوصیت جو انہیں اس منزل پر پہنچانے میں مدد معاون تھی۔ وہ عشق رسول ﷺ کا بے انتہاء جذبہ تھا۔ جو ان کی ہر ادا سے ظاہر ہوتا تھا۔ کوئی گفتگو ایسی نہ ہوتی جس میں سرکار ابد قرار ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ عقیدت مندی اور رشتہ غلامی کے استحکام کا تذکرہ نہ ہوتا ہو"۔

حضرت مصلح اہل سنت ایک عمدہ مقرر بہترین قاری، شاندار حافظ قرآن خوش گلو مداح رسول اور نعت خواں تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں زندگی میں پچاس محرابیں سنانے کا شرف بخشا ۱۵ سال دار العلوم امجدیہ کراچی میں خدمت تدریس انجام دی۔ اپنی مسجد کے تحت مدرسہ انوار القرآن اور دار المطالعہ قائم فرمایا۔ دار العلوم میں عرس

امجدی کے موقع پر شہزادہ صدر الشریعہ علامہ عبد المصطفیٰ ازہری کی خدمت میں بطور ہدیہ جوڑا اور عمامہ پیش کرتے تھے۔ اور ان کا بہت ادب و احترام کرتے تھے، اس طرح علامہ ازہری اور حضرت مولانا مفتی ظفر علی نعمانی وغیرہ اساتذہ دار العلوم۔ نیز پاکستان بھر کے اکابر علما کرام اور مشائخ عظام مصلح اہل سنت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ عرس امجدی کے موقع پر علمائے کرام نماز کی امامت کے لئے ان کو آگے بڑھاتے تھے۔ حضرت علامہ عبد الحامد بدایونی علیہ الرحمہ اپنی مجالس میں قاری صاحب کو خصوصی دعوت نامہ دے کر بلاتے تھے۔

قلمی خدمت:

حضرت قاری مصلح الدین صاحب نے اپنے تحریری کاموں میں مجموعہ فتاویٰ چھوڑا ہے۔ جس کے اکثر فتاوے واہ کینٹ کے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت نے ترمذی شریف کے ترجمہ کا بھی ایک سلسلہ شروع کیا تھا۔ سو ڈیڑھ سو صفحات تک کر کے آگے نہ کر سکے اور خدا کو پیارے ہو گئے۔

مدینے سے سلام آیا:

حضور مصطفی جان رحمت ﷺ کی مبارک تعلیمات کی تبلیغ و اشاعت میں عمر عزیز لگانے والے ایک غلام مصطفی کی کوششیں بھلا رائیگاں کیوں کر ہو سکتی ہیں؟

"حضرت قاری صاحب کے بہت سے مریدین و متبعین مدینہ طیبہ میں رہتے ہیں۔ گویا نسبت امجدی کے فیض یافتگان کو حضور انور ﷺ نے اپنے در کی جاروب کشی کے لئے قبول فرمالیا ہے۔ انہی خوش نصیبوں میں سے ایک صاحب مسجد نبوی شریف کے محکمہ بجلی سے وابستہ ہیں۔ انہیں خواب میں حضور سرور عالم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں۔ تم قاری مصلح الدین صاحب کو میرا سلام پہنچادو"

خواب دیکھنے کے بعد انہوں نے قاری صاحب کو خط کے ذریعہ یہ پیغام ارسال کیا اس کے چند روز بعد کی بات ہے۔ انہی کی مسجد میں عرس حامدی کی تقریب تھی، بریلی شریف سے حجۃ الاسلام کے پوتے حضرت مولانا اختر رضا خاں ازہری مدظلہ العالی بھی آئے ہوئے تھے قاری صاحب نے "روح اور موت" کے عنوان پر تقریر کی۔ رات گزری دوسرا دن آیا ظہر کی امامت کر کے دولت خانے میں گئے تاکہ فاتحہ غوث الاعظم کی محفل میں شرکت کے لئے تیاری کریں۔ اچانک دل کا دورہ پڑا اعزہ فوراً علاج کے لئے شفاء خانے لے کر چلے۔ مگر شافی حقیقی نے وہاں پہنچنے سے قبل ہی اپنے قرب میں بلالیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون (بروز چہار شنبہ ساڑھے چار بجے دن ۷ / جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ / ۲۳ / مارچ ۱۹۸۳ء)

گویا حضرت قاری صاحب جو زندگی بھر آقا و مولیٰ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے کو اپنے لئے سرمایہ آخرت خیال کرتے تھے۔ آقائے دو عالم نے اپنا سلام ارسال کر کے انہیں مقبولیت کی سند عطا کر دی۔ دوسرے روز ساڑھے دس بجے دن کم و بیش تیس ہزار مسلمانوں نے نماز جنازہ ادا کی جس کی امامت حضرت علامہ اختر رضا خاں قادری بریلوی جانشین مفتی اعظم ہند مدظلہ العالی نے فرمائی۔ حکومت پاکستان نے آپ کے اعزاز میں کھوڑی گارڈن کا نام تبدیل کر کے آپ کے نام پر مصلح الدین گارڈن رکھا۔

کراچی میں حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ سیدنا امام احمد رضا قدس سرہ کے مشن کے مبلغ تھے۔ آج ان کے روضے کا گنبد، بریلی شریف کے رضوی گنبد کی مثل اہل محبت کی نگاہوں کا نور بنا ہوا ہے۔ حضرت مصلح اہلسنت نے اپنی نیابت و خلافت کا باقاعدہ اعلان اپنی حیات ہی میں پنج شنبہ ۲۷/ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ / ۲۲/ اپریل ۱۹۸۲ء عشاء کی نماز کے بعد بمقام میمن مسجد مصلح الدین گارڈن، بہت سے علماء مشائخ کی موجودگی میں، اپنی روانگی عمرہ سے قبل کی تقریب سعید میں۔ اپنے داماد حضرت مولانا سید شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم العالیہ کے حق میں فرمادیا تھا اور انہیں خلافت نامے اور دستار سے سرفراز کر دیا تھا۔ انتقال کے بعد سوئم کی فاتحہ کے موقع پر اس کی تجدید کے طور پر حضرت علامہ اختر رضا قادری قبلہ نے شاہ صاحب کی دستار بندی فرمائی اور قاری صاحب علیہ الرحمہ کے فرزند مصباح الدین کو ان کے سپرد کیا۔ حضرت مصلح اہلسنت کے وصال پر جناب راغب مراد آبادی نے تاریخ وفات لکھی

خوشا مصلح تھے قاری مصلح الدین
ہوئے دنیا سے رخصت سن کے یاسین
یہ تاریخ وفات ان کی ہے راغب
"تھے جان عصر قاری مصلح الدین" 1403ھ

حضرت مصلح اہلسنت علیہ الرحمہ نے ۱۲/ حج کیے پہلا حج ۱۹۵۴ء میں کیا اور ۱۹۷۰ء میں سرکار غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے در دولت پر بغداد شریف حاضری دی اور اپنا دامن شوق مرادوں سے بھرا۔

ازواج اور اولاد:

آپ کا پہلا نکاح والدین کریمین کی مرضی سے مبارک پور دارالعلوم اشرفیہ سے فراغت کے بعد ۲۴/ سال کی عمر میں ہو گیا تھا۔ اہلیہ محترمہ ۲/ صاحبزادیاں چھوڑ کر انتقال کر گئیں۔ ۳۰/ سال کی عمر میں دوسرا نکاح جناب صوفی محمد حسین صاحب عباسی کی صاحبزادی سے ہوا۔ رب تعالیٰ نے حضرت قاری صاحب کو تین صاحبزادیاں اور تین فرزند محمد صلاح الدین، محمد مصباح الدین، محمد معین الدین عطا کیے۔ (اسعدھم اللہ تعالیٰ)

انٹرویو

پیر طریقت ولی نعمت حضرت علامہ
قاری محمد مصلح الدین صدیقی قادری علیہ الرحمہ

حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ سے کیے گئے ایک انٹرویو کو محترم عظیم الدین فاروقی اور حافظ محمد حنیف قادری نے قارئین کی معلومات کیلئے پیش کیا ہے

عرض... آپ کے والد ماجد کے متعلق میں جاننا چاہوں گا کہ معاشی مشاغل اور دیگر مصروفیات کیا تھیں؟

ارشاد... ہم لوگ ذاتی طور پر انعام دار کہلاتے ہیں یعنی شاہان سلف کی دی ہوئی زمینات ہمارے آباء و اجداد سے چلی آتی رہی ہیں وہاں ایک مسجد تھی قلعہ کے اندر جو ہمارا وطن ہے قندہار شریف تو اس کی خدمت امامت و خطابت وغیرہ ہمارے ذمہ تھی۔ اس سلسلہ میں شاہان سلف نے ہمیں زمینیں وقف کی تھیں وہ ہمارے پاس ایک عرصہ دراز سے رہی ہیں اور ہمارا سب سے بڑا ذریعہ معاش تھیں اس کے علاوہ ہمارے والد صاحب تقریباً پچپن سال تک امامت کر تے رہے۔ محلے کی مسجد میں جس کا نام محتسب کی مسجد تھا اور حضرت مولانا انوار اللہ خان صاحب جو فضیلت جنگ بہادر گزرے ہیں انہوں نے ہمارے والد صاحب کو اپنے محلے کی مسجد کی امامت سپرد کی تھی کیونکہ وہ خود ہمارے والد کے دادا محترم سے ابتدائی تعلیم حاصل کر چکے تھے اس لئے وہ بڑی عقیدت رکھتے تھے تو ایک تو وہ ذریعہ معاش تھا اور اس کے علاوہ زمینات کی اپنی پیداوار تھی۔

عرض... والد صاحب کی تعلیم کے سلسلے میں کچھ ارشاد فرمائیں گے؟

ارشاد ... والد صاحب نے اپنے چچا مرحوم جو فارسی کے بہت بڑے عالم تھے ان کا نام غلام حامد تھا اور عرفیت موتی میاں تھی ان سے فارسی کی تعلیم حاصل کی تھی اور گلستان بوستان وغیرہ یہ ساری کتابیں انہوں نے پڑھی تھیں اور باقی باقاعدہ کسی مدرسہ میں انہوں نے تعلیم حاصل کی یا نہیں اس کا تو مجھ کو کچھ علم نہیں لہٰذا زیادہ تر تعلیم ان کی اپنی گھریلو تھی البتہ مجھے یاد ہے انہوں نے امامت کا امتحان پاس کیا تھا اور اسی بنیاد پر انہیں ایک جگہ کی امامت ملی تھی۔

عرض... والد صاحب کا انتقال کس مہینے میں ہوا؟

ارشاد... والد ماجد کا انتقال پاکستان آنے کے بعد یہیں ہوا، اور ۲۵ / نومبر ۱۹۵۵ء کو اچانک انتقال ہوا تھا۔ اور اعلیٰ حضرت کی پچیسویں شریف میں ہم ہمیشہ جایا کرتے تھے مغرب کے بعد اچانک انتقال ہو گیا تو وہاں ہم نے اپنے حلقے میں خبر بھیجی اسی روز مفتی ظفر علی نعمانی وغیرہ سب کے سب آ گئے تھے۔

عرض... آپ کی تاریخ پیدائش اور مقام کے متعلق کچھ فرمائیں گے؟

ارشاد... والد صاحب نے جو اپنی بیاض میں ہماری ولادت کی تاریخ لکھی ہے وہ ہجری تاریخ کے مطابق ۱۱ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ دوشنبہ کے دن اور صبح صادق کے وقت ہے بمقام شہر قندھار شریف ضلع ناندیڑھ اور ریاست حیدر آباد دکن ہے۔

عرض... تعلیم کی ابتداء کہاں سے ہوئی؟

ارشاد... ابتدًا تو میں اپنے وطن میں ہی وسطانیہ میں پڑھتا رہا ہمارے یہاں ہائی اسکول کو وسطانیہ کہتے ہیں، اور اسی میں تعلیم پاتا رہا اور چونکہ میں نے حفظ کیا تھا ۱۴ ر سال کی عمر میں یا اس سے بھی کم عرصے میں مکمل ہو گیا تھا اس کے بعد یہ مسئلہ زیر غور آیا کہ ان کو عربی پڑھائی جائے یا انگریزی، خاندان والوں کا اصرار یہی تھا کہ انگریزی پڑھائی جائے اور کچھ لوگوں کا اصرار تھا کہ عربی پڑھائی جائے تو مجھے ایک اسکول میں داخل کرا دیا گیا اور سال میں دو ترقیاں ملتی رہیں دو سال میں چار جماعتیں پاس کی تھیں اس کے بعد جماعت ہفتم میں شامل ہوئے اسی اثناء میں ہمارے استاد حضرت مولانا حافظ عبد العزیز صاحب قرآن کریم سنانے کے لئے قندھار شریف تشریف لے آئے قندھار شریف تشریف لانے کی وجہ یہ تھی کہ ہمارے استاد اجمیر شریف میں مدرسہ معینیہ عثمانیہ میں پڑھا کرتے تھے۔ ہمارے یہاں ایک پیر صاحب تھے جن کا نام سیدّ شاہ اسمعیل تھا وہ ہر سال عرس مبارک کی تقریب میں شرکت کے لئے جاتے تھے ان کے اور صدر الشریعہ کے گہرے مراسم تھے تو انہوں نے صدر الشریعہ سے درخواست کی کہ ہمارے شہر میں کوئی حافظ نہیں ہے، بہتر یہی ہے کہ اپنے طالب علموں میں سے کسی کو بھیجیں تو وہ قرآن شریف سنانے کے لئے تشریف لائے تھے تو والد ماجد نے مجھے ان کی طرف متوجہ کیا بلکہ ہمارے خاندان کے ایک مولانا علیم الدین صاحب تھے ان کو میں قرآن سنایا کرتا تھا تو انہوں نے کہا کہ میں باہر جا رہا ہوں۔ لہٰذا آپ ان کو قرآن کریم سنایئے۔ میں انہیں قرآن کریم سنانے کے لئے گیا تو انہوں نے بڑی شفقت کا اظہار کیا اور بڑی اچھی اچھی باتیں کیں میں نے گھر آکر والدہ کو بتایا اور والدہ نے والد سے کہا آپ جایئے ایسے بزرگ اور شفیق آئے ہیں ان سے ملاقات کریں والد صاحب آئے اور ان سے بہت متاثر ہوئے اور کہا اپنی آخرت کی درستی کے لئے میں نے اپنے بچے کو حفظ قرآن کی طرف لگایا ہوا ہے، آپ نے مشورہ دیا کہ بچے کی تعلیم کے لئے دو چیزیں بہت ضروری ہیں یا تو اس شخص سے پڑھا یا جائے جس سے غرض ہو، یا وہ پڑھا سکتا ہے جس کو درد ہو اور باپ سے زیادہ غرض بھی کسی کو نہیں ہو سکتی اور باپ سے زیادہ درد بھی کسی کو نہیں ہوتا بہتر یہی ہے کہ آپ خود پڑھائیں سال بھر میں پانچ پارے ناظرہ استاد صاحب پڑھا دیا کرتے تھے اور والد صاحب مجھے وہ پانچ پارے یاد کرا دیا کرتے تھے اور اگلے رمضان میں استاد مکرم وہاں سے

آتے تھے وہ سن بھی لیا کرتے تھے اور اس میں جو غلطیاں ہوتی تھیں وہ درست بھی کرادیا کرتے تھے۔ اس طرح پانچ سال میں حفظ کر لیا اس کے بعد استاد مکرم کا مسلسل اصرار رہا کہ جس طرح آپ نے اپنے لڑکے کو حافظ قرآن بنایا ہے اسی طرح اسے عالم دین بھی بنایئے چونکہ میں اپنے ماں باپ کا اکلوتا تھا اس لئے باہر بھیجنے کے لئے والدہ ماجدہ راضی نہ تھیں البتہ والد صاحب کچھ راضی تھے بہر حال قسمت میں لکھا تھا یہ دونوں حضرات راضی ہو گئے اور میں دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے مبارک پور اعظم گڑھ روانہ ہوا۔ اس وقت استاد مکرم حافظ ملت مولانا عبد العزیز مبارک پوری رحمتہ اللہ علیہ فارغ التحصیل ہو کر مبارک پور میں صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز تھے اور میں نے وہاں جاکر تعلیم حاصل کی اور اس تعلیم کا سلسلہ تقریباً آٹھ سال تک رہا اور یہاں سے فراغت حاصل کی، لیکن سیاسی حالات خراب ہونے کی وجہ سے مدارس بند تھے، جس کی وجہ سے دستار بندی نہ ہو سکی اور میں واپس گھر آ گیا اسی عرصے میں میری شادی ہو گئی اور شادی کے بعد فکر معاش ہوئی۔ اتفاق سے استاد مکرم مبارکپور سے اختلاف کی وجہ سے ناگپور تشریف لے آئے وہاں دوبارہ دور حدیث جاری ہو چکا تھا استاد مکرم نے خط لکھا تمہارے جتنے ساتھی ہیں سب واپس آ چکے ہیں اور کچھ آنے والے ہیں بہتر یہی ہے کہ تم بھی یہاں آکر دورہ حدیث کی تکمیل کرو اور اس کے بعد جہاں بھی تمہارا روزگار کا ارادہ ہو وہاں جا سکتے ہو چنانچہ میں ناگپور آیا اور وہاں تین چار مہینے رہ کر درس حدیث کی تکمیل کی اس کے بعد دستار فضیلت کا ۱۹۴۳ء میں جلسہ ہو۔

عرض... دوران تعلیم کوئی ایسا واقع جس نے آپ کو متاثر کیا۔؟

ارشاد... وسطانیہ میں تو کوئی ایسی خاص بات نہیں تھی۔ سوائے اس کے کہ اسکول کی طرف سے کھیل ہوتے تھے۔ مثلاً بیڈ منٹن وغیرہ کیونکہ ہمارے ہاں کے ٹیم ماسٹر جو تھے ان کو زیادہ تر دلچسپی اسی سے تھی تو اس میں ہم نے بہت نام کمایا۔ اتفاق سے ہم ٹورنامنٹ میں گئے اس میں تو ہم نے کئی کئی ٹیموں سے مقابلہ جیتا۔

ہم۔۔۔ کی حیثیت سے کھیلتے تھے اور ہزاروں طلباء کا مجمع ہوتا تھا۔ ایسے جاندار اسٹروک ہم مارتے تھے تو لوگ خوش ہو جاتے تھے۔ ویل حافظ، ویل حافظ اتنے ہم مشہور ہو گئے تھے اور کوئی خاص بات نہیں تھی ایک تو یہ کہ ہماری عمر بھی کم تھی۔ دوسرا یہ کہ دو سال ہی تک ہم نے تعلیم حاصل کی تھی۔ تیسرے سال میں تھے کہ مبارک پور پہنچے۔ البتہ مبارکپور تعلیمی زندگی میں بہت سے مواقع اس قسم کے آئے، اس میں ایک یہ کہ وہاں مناظرہ طے پایا تھا ہم تو مناظرہ کا نام ہی سنتے تھے کبھی دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اتفاق سے مناظرہ میں شرکت کے لئے گئے بلکہ سب سے پہلے میں نے نعت شریف بھی پڑھی مناظرہ میں ابتدائی بات چیت ہو رہی تھی کہ وہابی مناظرہ کی بندش کا آرڈر لے آئے کہ مناظرہ نہیں ہو سکتا چنانچہ پولیس آفیسر نے آکر کہا کہ آپ مناظرہ نہیں کر سکتے وہ ایک خاص چیز تھی

جس میں ہمیں دلچسپی تھی کیونکہ کبھی مناظرہ دیکھا نہیں تھا۔اس کے علاوہ ہم نے ایک طلباء کی تنظیم قائم کی جس میں ہم لوگ پیش پیش تھے۔اس میں مفتی ظفر علی صاحب بھی تھے اور عبد الستار ہمارے ساتھیوں میں سے تھے تو اس تنظیم کے تحت ایک لائبریری اور دارالمطالعہ قائم کیا جس میں ہم نے بہت سی کتابیں جمع کیں اللہ کے فضل وکرم سے اس کے بعد ہم نے میلاد النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے جلوس کا سلسلہ بھی قائم کیا اور وہ الحمد اللہ بڑا کامیاب گیا ہزاروں کی تعداد میں لوگ ہمارے ساتھ ہوتے تھے یہ سب طلباء کے زیر اہتمام تھا۔

عرض ... کس نام سے وہ تنظیم تھی؟

ارشاد... اس تنظیم کا نام جمیعت طلباء اہلسنت تھا۔

عرض ...اساتذہ میں کس کا اثر زیادہ تر آپ نے قبول کیا؟

ارشاد ... حافظ ملت حضرت مولانا عبد العزیز صاحب محدث مرحوم جن کی غلامی میں تقریباً آٹھ سال تک رہا ان سے میں زیادہ متاثر ہوا کیونکہ وہ شفیق بھی تھے اور ہمارے لئے سب کچھ تھے ایک شفیق باپ سے زیادہ شفقت فرماتے اور انہوں نے مجھے انگریزی تعلیم سے دینی تعلیم کی طرف مائل کیا تھا ان کا خصوصی برتاؤ میرے ساتھ ہوتا تھا بلکہ مجھے فخر ہے کہ انہوں نے بعض موقعوں پر یہ بھی فرمایا کہ مصلح الدین تو میرا بیٹا ہے اس پر میں فخر کرتا ہوں کہ ان کی شفقت شامل حال رہی اور تھوڑی خدمت کرنے کے لئے جب بیٹھ جاتے اس میں بھی سوالات کرتے رہتے تھے۔وہ یہ دیکھتے تھے کہ ایک طالب علم ہماری خدمت کر رہا ہے تو اس کو محروم کیوں کیا جائے تو وہ اس دوران خدمت ہی کچھ سوالات اسباق کے متعلق کر دیا کرتے تھے۔کہ جس کو ہم نہیں سمجھتے تھے وہ ہم کو سمجھایا کرتے تھے اس لئے ہم ان سے بہت زیادہ متاثر تھے۔

عرض ... دوران تعلیم حصول تعلیم کے علاوہ دیگر مشاغل کی کیفیت کیا تھی-؟

ارشاد... مبارک پور میں جب تک رہے سوائے تعلیم کے اور کوئی کام نہیں تھا۔البتہ شام کے وقت عصر کی نماز کے بعد اکثر یہ ہوتا کہ حافظ ملت تفریح کے لئے نکل جاتے دوڈھائی میل تو ان کے ساتھ پیچھے پیچھے ہم بھی چلے جاتے تھے راستے میں سوالات کی بوچھاڑ کر دیا کرتے تھے اور جو کتاب پڑھتے تھے تو اس میں سے بعض چیزیں سمجھ میں نہیں آتی تھیں ان کے سوالات بھی کرتے تھے۔حضرت تفریح بھی کئے جاتے تھے اور سوالات کے جوابات بھی دیتے جاتے تھے۔ایک تو یہ ہوتا کہ اپنے دوستوں کے ساتھ تفریح کے لئے نکل جاتے اور اکثر تو ایسا ہوتا کہ حافظ ملت جمعرات کو ہمیں کسی نہ کسی گاؤں میں تبلیغ کے لئے بھیج دیا کرتے تھے چنانچہ جمعہ بھی ہم پڑھاتے تقریر وغیرہ کر کے شام کو آجایا کرتے تھے۔وہاں مبارک پور میں اس کے سوا کوئی چیز نہیں تھی۔

عرض ... تکمیل علم کے بعد عملی زندگی کا آغاز کیسے ہوا اور کہاں؟

ارشاد ... جیسا کہ میں نے بتایا کہ مبارک پور میں تعلیم مکمل ہوئی تھی دورہ حدیث باقی تھا دورے کی تکمیل ناگپور سے ہوئی۔ ناگپور میں مجھے تار ملا کہ والدہ کی حالت بہت خراب ہے وہ عرصہ سے بیمار تھیں چنانچہ میں واپس لوٹا اور ایک مہینے کے بعد والدہ کا انتقال ہو گیا چونکہ میری شادی ہو چکی تھی اور اس وقت تک ایک بچی بھی پیدا ہو چکی تھی اس لئے مسئلہ میرے لئے یہ تھا کہ مستقل ذریعہ معاش اختیار کیا جائے تو میں اس فکر میں تھا کہ حیدر آباد دکن ہی میں کہیں سروس مل جائے تعلیم و تدریس کی یا امامت کی لیکن حیدر آباد میں امامت تو ملتی تھی لیکن وہاں کے حالات ہندوستان کے حالات سے بہت زیادہ مختلف تھے یعنی یوپی جہاں ہم رہتے تھے وہاں طبیعت کی آزادی تھی اور حیدر آباد دکن کا ماحول اس سے بالکل مختلف تھا۔ بہر حال ہم کوشش میں تھے کہ حیدر آباد دکن میں کہیں کوئی نہ کوئی سروس مل جائے لیکن اسی اثناء میں ناگپور میں جامع مسجد کی خطابت و امامت کی جگہ خالی تھی تو مفتی عبد الرشید خاں صاحب نے جو وہاں کے ادارے کے بانی تھے انہوں نے حافظ ملت سے کہا کہ ان کو یہاں بلا لیجئے وہ یہاں کے لئے موزوں رہیں گے۔ استاد مکرم نے حیدر آباد دکن خط لکھا کہ آپ جو کچھ بھی وہاں کوشش کر رہے ہیں۔ بہر حال کوشش کرتے رہیں البتہ یہاں ایک جگہ خالی ہے اور ہمارا خیال ہے کہ آپ یہاں آئیں گے آپ ہمارے قریب ہی رہیں گے۔ چنانچہ والد صاحب سے اجازت لے کر میں ناگپور گیا وہاں جانے کے بعد ایک جمعہ وہاں پڑھا لیا تو انہوں نے کہا یہ ٹھیک ہیں ہمارے لئے خوشی کی بات ہے کہ یہ یہاں پر امامت و خطابت کرتے رہیں چنانچہ میں وہاں امام مقرر ہوا اور وہاں پانچ سال تک خطیب رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ مجھے انجمن اسلامیہ ہائی اسکول میں نویں اور دسویں جماعت کو عربی پڑھانے کا اتفاق بھی ہوا اور آخر میں مستقل طور پر جامعہ عربیہ میں پڑھاتا بھی رہا۔

عرض... بحیثیت مدرس کے ناگپور کے علاوہ کہاں کہاں فرائض انجام دیئے؟

ارشاد... ناگپور کے آخری دور میں ہند و پاکستان کی تقسیم ہو گئی اس تقسیم سے کچھ پہلے والد صاحب کی علالت کے تار پر حیدر آباد دکن گیا وہاں ان کی حالت بہت خراب تھی بہر حال اللہ کے فضل و کرم سے صحت یاب ہو گئے اور اس اثناء میں دہلی سے کٹی ہوئی گاڑیاں وہاں آ رہی تھیں حیدر آباد میں مہاجرین پناہ لینے کے لئے آ رہے تھے تو والد صاحب سے میں نے کہا اگر آپ اجازت دیں تو ناگپور جاؤں۔ والد صاحب نے کہا جب وہیں کے لوگ پناہ لینے کے لئے یہاں آ رہے ہیں تم وہاں جا کر کیا کرو گے! اتنی اجازت تو میں دے سکتا ہوں کہ شہر حیدر آباد میں جا کر کہیں نہ کہیں اپنی سروس کا انتظام کر لو۔ لیکن حیدر آباد سے باہر نہیں جا سکتے چنانچہ مجبوراً پھر میں وہاں رہا، اتفاق سے ایک صاحب سیّد تقی الدین صاحب سے ملاقات ہوئی وہ حیدر آباد میں مقیم تھے۔ مال گزاری وغیرہ کے کئی عہدوں پر فائز تھے وہ یہاں

کے رہنے والے تھے۔ لیکن حیدر آباد میں اتفاق سے وہ دوران قیام ناگپور مسلم ایجوکیشن کانفرنس میں نواب بہادر یار جنگ وغیرہ کے ساتھ آئے ہوئے تھے توان سب حضرات نے میرے پیچھے نماز پڑھی اور میری تقریر سنی اس سے وہ بہت متاثر ہوئے تو انہوں نے کہا کہ جب آپ حیدر آباد آئیں تو مجھ سے ضرور ملیں۔ میں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور سوچا کہ ان سے ملنا چاہیے۔ چنانچہ ان سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے کہا ہم نے آپ کے لئے پوری کوشش کی ہے تو وہاں مجھے کچھ عرصے تک پڑھانے کا موقع ملا اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے بنگلے پر میلاد النبی ﷺ کی بڑی شاندار تقریب ہوتی تھی۔ میلاد النبی ﷺ سیّد صاحب خود اپنے بنگلے پر کرتے تھے۔ ایسی تقریب میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ زندگی میں پہلا اتفاق تھا۔ فجر کی نماز کے بعد باہر مرد اور عورتیں اور چھوٹے بڑے قرآن کی تلاوت میں مشغول ہوتے تھے گیارہ بجے تک یہ سلسلہ ہوتا تھا اور ظہر کی نماز کے بعد سوالاکھ مرتبہ درود شریف کا ختم ہوتا تھا عصر کی نماز کے بعد مہمانوں کی آمد ہوتی تھی۔ حتیٰ کہ قاسم رضوی اپنے استاد کے ساتھ اس محفل میں آئے تھے۔ نواب منظور یار جنگ اور نواب مقصود جنگ بھی شریک ہوتے۔ پھر جلسہ میلاد النبی ﷺ شروع ہوتا، پہلے تلاوت ہوتی اور اس کے بعد حیدر آباد دکن کے کچھ افراد کی ایک جماعت قصیدہ بردہ شریف پڑھتی تھی اس کے بعد ایک تقریر جو کہ ہمیشہ مولانا مناظر حسین گیلانی کی ہوتی تھی۔ وہ بہار کے رہنے والے تھے۔ حیدر آباد کے عثمانیہ یونیورسٹی میں صدر شعبہ دینیات تھے۔ انہوں نے اس سال انکار کیا کہ میری طبیعت اس وقت ٹھیک نہیں ہے۔ لہٰذا تقی الدین صاحب نے کہا کہ آپ تقریر کیجئے۔ چنانچہ میں نے تقریر کی تو وہ انہیں بہت پسند آئی۔

اس کے چار روز کے بعد یہ لوگ کہیں باہر جارہے تھے سید مناظر حسن گیلانی، تقی الدین صاحب کے بنگلہ پر ملنے کے لئے آئے تھے تو میری بھی ملاقات ہوگئی۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا! آپ کہیں کام کر رہے ہیں؟ میں نے کہا نہیں! ابھی تو میں پڑھا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا آپ میری جگہ خطابت کریں گے؟ تو میں نے کہا! سیّد تقی الدین سے بات کریں۔

سیّد تقی الدین صاحب ہمیشہ مکہ مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ حالانکہ بہت فاصلہ تھا لیکن جب میں حیدر آباد میں آیا میری وجہ سے انہوں نے وہاں جانا چھوڑ دیا تو میں نے کہا آپ ان سے بات کیجئے۔ سیّد تقی الدین صاحب کو معلوم ہوا تو انہوں نے کہا بہت بہتر آپ وہاں جاتے ہیں تو ہم سکندر آباد کی مسجد میں چلے جایا کریں گے۔ چنانچہ مناظر حسین کی جگہ بحیثیت خطیب کے تقرر ہوا تو میں وہاں پڑھاتا بھی تھا اور ہفتہ میں ایک دفعہ خطابت بھی کرتا تھا۔ وہاں بڑا ہجوم ہوتا تھا کیونکہ اتحاد المسلمین کے عروج کا زمانہ تھا اس زمانے میں ہندوستان سے بہت اختلاف چل رہے تھے۔ پنڈت نہرو وغیرہ کے ساتھ پہلے تو سیاسی تقریر کی اجازت کسی مسجد میں نہیں تھی۔ لیکن اتحاد

المسلمین نے جو اپنا محاذ بنایا تھا وہ اس لحاظ سے خطبہ بھی مقررین بھی سیاسی موضوع پر بولنے لگے تھے۔ چونکہ جوش تھا اور میں خود بھی بڑی پر جوش تقریر کرتا تھا اور جمعہ کے خطبوں میں وزیر عبد الحمید خان بھی آیا کرتے تھے اور اطراف میں بڑی بڑی چھاؤنیاں تھیں۔ وہاں کے بڑے بڑے عہدیداران وافسران بھی آیا کرتے تھے تو میں نے وہاں تقریباً ڈیڑھ سال تک خطابت کی اور وہاں حیدر آباد میں پڑھاتا بھی رہا اور پھر وہاں حیدر آباد کے خلاف ہنگامہ بھی ہوا۔ ہنگامے کے وقت عجیب وغریب کیفیت تھی۔ لیکن یہ دوسرا موضوع ہے۔ حیدر آباد کے سقوط کے چار مہینے بعد ۱۹۴۹ء میں بحری جہاز سے میں یہاں آیا اور مفتی ظفر علی صاحب جو پہلے سے یہاں تھے۔ ان کو خط لکھا۔ وہ گودی پر آئے تھے ان کے ساتھ میں ان کی درس گاہ میں وہاں ٹھہرا اور وہ اس کوشش میں تھے کہیں کوئی سلسلہ ہو۔ اتفاق سے ایک ماہ بعد اخوند مسجد میں خطابت کا انتظام ہوا اور میں بحیثیت خطیب کے وہاں کام کرتا رہا۔ اخوند مسجد میں ۱۹؍سال تک میں نے خطابت کی۔ اس کے بعد میں دارالعلوم امجدیہ میں تدریس کا سلسلہ بھی ہو گیا۔

اور کمیٹی نے مجھے لیٹر بھیجا تھا کہ آپ کا بحیثیت مدرس تقرر کیا جاتا ہے لہٰذا آپ یہاں آکر کام کریں تو میں وہاں بھی کام کرتا رہا۔ اور عرصہ دراز تک کام کرتا رہا۔ لیکن اسی اثناء میں کھوڑی گاڈن مسجد کے لئے خطیب کی ضرورت تھی۔ تو لوگوں نے کہا۔ آپ دو جگہ کام کرتے ہیں۔ یہ جگہ بہت وسیع ہے یہاں آپ کی خدمت کی ضرورت ہے۔ اگرچہ میں اخوند مسجد میں ۱۹؍سال زندگی گزار چکا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ کسی اور جگہ منتقل ہوں لیکن مجھے یہاں آنا پڑا اور یہاں آکر میں کام کرتا رہا۔ ہاں ایک بات اور رہ گئی وہ یہ کہ جس وقت میں اخوند مسجد میں تھا تو اس وقت میرے پاس مولانا سردار احمد صاحب کا بھی تار آیا اور خط بھی کہ واہ کینٹ کی جامع مسجد میں خطیب کی ضرورت ہے لہٰذا آپ یہاں آجائیے اور تاریخ مقررہ پر جو انٹرویو ہونے والا ہے آپ درخواست وہاں بھیج دیں۔ اور ان کے علاوہ مولانا شاہ عارف اللہ مرحوم کا بھی تار آیا کہ آپ ضرور آئیں ہماری خواہش ہے کہ آپ کو وہاں خطیب مقرر کیا جائے اور پیر دیول شریف والوں کی طرف سے بھی تار آیا انہیں شاید مولانا عارف اللہ صاحب نے کہا تھا۔

غرض یہ کہ تین تار آئے اور حضرت مولانا سردار احمد اور ان سب حضرات کا اصرار تھا کہ آپ وہاں ضرور جائیں چنانچہ میں وہاں پہنچا، بارش بڑی شدید تھی بہر حال رات کو واہ کینٹ پہنچے، رات کو سرکاری بنگلے میں قیام ہوا اور دن میں وہاں پہنچے وہابی لوگ بڑی تعداد میں آئے تھے۔ اور مفتی نعیم الدین لدھیانوی کو وہاں خاص طور پر لایا گیا تھا۔ جماعت اسلامی کے لوگ بھی تھے صدرالدین پنڈی والے گجرات سے احمد شاہ وغیرہ بھی اُمیدوار تھے۔ بہر حال پہلی تقریر مفتی لدھیانوی کی اور دوسری تقریر میری ہوئی اس کے علاوہ اور دیگر تقریریں بھی ہوئیں۔ اس کے بعد جو کمیٹی نے فیصلہ کیا زیادہ میرے حق میں دیا کہ آپ کو بحیثیت خطیب مقرر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ میں ڈیڑھ

سال تک خطیب رہا اور مغرب کے بعد درس قرآن اور صبح درس حدیث ہوا کرتا تھا۔ لوگ کثرت سے حاضر ہوتے تھے اور کمیٹی کا موضوع جو ہوتا تھا اس موضوع پر میں پوری تیاری کر کے آتا تھا۔ چنانچہ واہ کینٹ کا سب سے بڑا اجتماع ہوتا تھا اور مزید بڑھتا جا رہا تھا۔ چنانچہ حکومت کو مجبوراً پینتیس ہزار کے شامیانے خریدنے پڑے اور بھی بہت کافی انہوں نے انتظام کیا مسجد تقریباً بھری ہوئی ہوتی تھی ۱۸/۱۹ ہزار کا مجمع ہوتا تھا۔ ڈیڑھ سال کے بعد ہم واپس اخوند مسجد آ گئے۔ لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ لیکن حالات ایسے تھے کہ میں گھریلو حالات کی وجہ سے مجبور تھا اس لئے مجھ کو واپس اخوند مسجد آنا پڑا اور وہاں کچھ عرصہ گزارنے کے بعد کھوڑی گارڈن والوں نے مجھے طلب کیا اور کہا آپ کا یہاں ہونا بہت ضروری ہے۔ کمیٹی کے وہی ممبران جو یہاں بھی ممبر تھے وہاں بھی ممبر تھے۔ انہوں نے بہت زیادہ زور دیا تو اس لئے میں یہاں آیا یہاں آنے کے بعد تقریباً بارہ سال ہوئے۔

عرض ... دارالعلوم امجدیہ سے آپ کا تعلق کب ہوا؟

ارشاد... دارالعلوم امجدیہ سے منسلک ہونے سے پہلے غالباً اخوند مسجد کے زمانے میں یہاں دارالعلوم مظہریہ جو آرام باغ میں تھا مولانا مظہر اللہ صاحب آگرہ صدرالمدرس تھے میں نے ان کے نائب کی حیثیت سے کام کیا۔ دو چار سال تک کام کرتا رہا اس کے بعد میں واہ کینٹ گیا وہاں سے آنے کے بعد یہاں کسی اور کا تقرر ہو گیا تھا وہاں سلسلہ ختم ہو گیا اور میری اخوند مسجد میں امامت برقرار رہی۔ اس کے کچھ عرصے بعد میں امجدیہ آ گیا۔

عرض... امجدیہ چھوڑنے کی کیا وجوہات تھیں؟

ارشاد... سب سے بڑی وجہ ہے یہ تھی کہ میری مصروفیات میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا گیا۔ صبح سویرے میں اپنے وظائف سے فارغ ہو کر نماز پڑھاتا تھا اور دو بسوں سے دارالعلوم امجدیہ پہنچتا وہاں سے بارہ بجے اٹھ کر مسجد آتا نماز ظہر پڑھا کر گھر آ جاتا میرے ساتھ کچھ تعویزات کا سلسلہ بھی چل پڑا اس میں چھ سات گھنٹے یوں لگ جاتے۔ مغرب کے بعد اگر کسی حلقہ میں جانے کا اتفاق ہوا تو بارہ بج جاتے شب و روز مصروفیت بڑھتی گئی جس کی وجہ سے میرے قلب پر بڑا اثر پڑا صحت میری دن بدن خراب ہونے لگی جب کام بہت زیادہ ہو گیا پچھلے سال ربیع الاول کے مہینے میں گیارہ بارہ ربیع الاول کی چھٹی کے موقع پر میں نے پندرہ دن کی چھٹی لے لی یہ سوچ کر کے پندرہ دن کے آرام سے میری صحت اچھی ہو جائے گی لیکن پھر بھی کچھ فرق نہیں ہوا۔ چنانچہ پھر میں نے ڈیڑھ مہینے کی اور چھٹیاں بڑھا لیں اسی دوران ۲۸/ اپریل کو مجھے ہارٹ اٹیک ہوا ڈاکٹر شفقت نے کہا کہ اب آپ کا کسی بھی مصروفیت سے تعلق نہیں رہے سوائے اس کے کہ آپ پلنگ پر پڑے رہیں۔ پندرہ دن تک تو ڈاکٹر کہ کہنے کے مطابق پڑا رہا اور اس کے بعد پھر مجبور ہو کر میں نے ایک درخواست دارالعلوم امجدیہ بھیجی کہ میں اب اس قابل نہیں ہوں کہ یہاں آ کر پڑھا سکوں۔

کیوں کہ مجھ میں اتنی طاقت نہیں رہی چنانچہ مفتی ظفر علی نعمانی آئے اور انہوں نے کہا کہ میٹنگ ہوئی تھی میٹنگ میں آپ کا استعفیٰ منظور نہیں کیا گیا میں نے کہا ٹھیک ہے اگر آپ کو استعفیٰ منظور نہیں ہے تو میں آنے کے لئے تیار ہوں آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے طاقت دے اور صحت اچھی ہو جائے کیونکہ گذشتہ دنوں میں بعض اوقات جب کبھی میری طبیعت خراب بھی رہتی تھی جب بھی میں دارالعلوم امجدیہ جاتا تھا۔ کیونکہ یہ میرے پیر و مرشد کا مدرسہ ہے۔ لیکن یہ مرض اب ایسا لگا ہے کہ اس میں دل پر بہت زیادہ بوجھ رہتا ہے۔

عرض... آپ نے کس عمر میں بیعت کی؟

ارشاد... میری عمر تقریباً ۲۱/سال یا اس سے کچھ کم تھی۔ اس وقت میں روایا کا امتحان دے چکا تھا استاذ مکرم سے ہم نے کہا! کہ حضرت ہمیں مرید بنا دیجئے تو انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے میں وقت پر تمہیں لے چلوں گا جیسے امتحان سے فارغ ہوئے تو مجھے اور میرے ساتھ مولانا سید عبدالحق جو انڈیا میں پیر طریقت کے نام سے مشہور ہیں، ہم دونوں سے کہا تم لوگ تیار ہو جاؤ میں تمہیں لے چلتا ہوں، صدر الشریعہ سے بیعت کرنے کیلئے۔ چنانچہ راستے میں ہمیں پیر کے ساتھ کیا کرنا چاہیے بتاتے رہے۔ مغرب کے بعد گاڑی پہنچی حضرت سے ملاقات ہوئی حافظ ملت نے حضرت سے عرض کی کہ میں ان کو سلسلہ میں داخل کرنے کیلئے آیا ہوں۔ حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے عشاء کی نماز کے بعد حضرت نے ہمیں اپنی غلامی میں لے لیا۔ یہ تقریباً ۱۳۵۸ھ کا واقع ہے۔ حضرت کا لکھا ہوا شجرہ میرے پاس ہے۔

عرض... آپ کا سلسلہ کون سا ہے؟

ارشاد... یہ سلسلہ قادریہ ہے ایک بار پھر جب حضرت صدر الشریعہ مبارک پور تشریف لائے تو میں نے عرض کی کہ حضور مجھے کچھ وظیفے کی تعلیم دیجئے کچھ وظیفے بتایئے حضرت نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا! کہ یہ جو کچھ کام آپ کر رہے ہیں یہی سب سے بڑا وظیفہ ہے آپ کے لئے۔ انشاء اللہ آگے چل کر میں آپ کو بتاؤں گا اور پھر حضرت چلے گئے۔ پھر فارغ التحصیل ہونے کے بعد ناگپور میں جب خطیب ہوا تو جامع رضویہ کے سالانہ اجلاس میں حضرت تشریف لائے اور وہاں کے اجلاس سے فارغ ہو کر چلواڑہ ایک مقام ہے وہاں جانے لگے اور مجھ سے فرمایا کہ تم بھی چلو۔ میں گیا تو وہاں پہنچنے کے بعد حاجی عبدالقادر صاحب کے مکان پر ایک نعت خوانی کی مجلس تھی اس مجلس میں مولانا اشرف علی قادری، مولوی نثار احمد مبارکپوری بھی موجود تھے اور وہاں کے مقامی حضرات بھی تھے۔ یعنی وہاں مجلس کا رنگ بھی کچھ عجیب و غریب تھا اور رقت بھی طاری تھی۔ میں نے حضرت سے درخواست کی کہ میں حضرت مولانا جامی کے الفاظ میں حضور کی وساطت سے بارگاہ رسالت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا تو میں نے وہ نعت پڑھی۔

یا محمد ہمن بے سرو ساماں مددے　　　قبلۂ دین مدد ے کعبۂ ایماں مدد ے

یہ نعت میں نے پڑھی تو سب پر بڑی رقت طاری ہو رہی تھی۔ حضرت بھی زاروقطار رو رہے تھے میری آنکھوں سے بھی آنسو ٹپکنے لگے اور میں اس نعت کو پورا نہ پڑھ سکا اس کے بعد حضرت اٹھے اور فرمانے لگے! بہت عرصے سے میں چاہتا تھا کہ تم کو خلافت دوں اور آج اس کا موقع آگیا ہے اور میں۔تم کو خلافت دیتا ہوں اپنے سلسلے کی ۔میں رویا اور میں نے کہا حضرت میں اس لائق نہیں ہوں اور میں یہ بوجھ کیسے برداشت کر سکتا ہوں حضرت نے فرمایا۔! جس کا کام ہے وہی اس کو اٹھالے گا ہم تم کو خلافت دیتے ہیں۔

عرض... کس سن کی بات ہے؟

ارشاد... ۱۹۴۶ء میں مجھے خلافت دی تھی۔

عرض... اس وقت آپ کی عمر کیا تھی؟

ارشاد... ۲۹/سال کے درمیان تھی۔

عرض ... صدرالشریعہ کے علاوہ کس سے خلافت ملی ہے؟

ارشاد... اس کے علاوہ ۱۳۷۶ھ میں بریلی شریف حاضر ہوا تھا اور حضرت مفتی اعظم ہند سے ملاقات نہیں ہو سکی۔ میں بڑی امید لے کر گیا تھا حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کا موقع تھا اور تقریریں بھی تھیں تو میں نے خط لکھا مفتی اعظم ہند کو کہ میں بڑی امیدیں لے کے آیا تھا زیارت کا شرف حاصل کرنے کیلئے اور اب میں مبارکپور جا رہا ہوں حضرت صاحب کا قیام جبل پور میں تھا اگر دس دن تک حضور کا قیام وہاں رہے گا تو مجھے اطلاع دیں۔ تاکہ میں مبارک پور سے سیدھا وہاں آجاؤں۔ حضرت نے مولانا برہان الحق صاحب کے ذریعے خط لکھوایا کہ میں وہیں آپ سے ملنے مبارکپور آرہا ہوں آپ میرا وہیں انتظار کیجئے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ حضرت میری خاطر اتنا طویل سفر برداشت کریں میں نے فوراًٹیلی گرام دیا کہ میں وہیں آرہا ہوں چنانچہ میں وہاں پہنچا وہاں پہنچنے کے بعد حضرت صاحب نے باقاعدہ ۱۳۷۶ء میں اپنا خلافت نامہ مجھے مرحمت فرمایا۔

عرض... کس سلسلے میں آپ کو خلافت ملی تھی؟

ارشاد... وہی سلسلہ قادریہ رضویہ نوریہ میں اس کے علاوہ آج سے تین سال پہلے حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب جو اعلیٰ حضرت کے خلیفہ ہیں وہ مدینہ منورہ میں تقریباً ۸۰/برس سے وہیں رہتے ہیں۔ ویسے تو حضرت صاحب سے ہر سال ملاقات کا شرف حاصل ہوتا ہے تین سال پہلے ہم گئے تو حضرت نے بڑی شفقت فرمائی اور دعوتیں کیں ہم نے بھی دعوتیں کیں اور حضرت نے ہم کو پانچ سلسلوں کی خلافت عطا فرمائی جو ان کے سلسلہ تھے۔ پانچ سلسلوں میں سب سے پہلے قادریہ رضویہ میں اعلیٰ حضرت اور دوسرے سلسلہ سنوسیہ تیسرے سلسلہ شاذلیہ چھوتھے منوریہ معمریہ اور سلسلہ اشرفیہ۔

عرض... یہ سب ایک ہیں یا پانچ ؟

ارشاد... بات یہ ہے کہ جیسے جیسے خاندان میں کوئی بزرگ ہو جاتا ہے تو اس کے نام سے وہ سلسلہ چل پڑتا ہے۔ جیسے اعلیٰ حضرت کا سلسلہ قادریہ رضویہ اور غوث اعظم کا سلسلہ قادریہ عالیہ لیکن چھوٹے صاحبزادے سے جو سلسلہ آیا وہ رزاقیہ حالانکہ ہے تو وہی سیدنا عبدالرزاق نام قادریہ رزاقیہ، اب بڑے بیٹے سے جو الگ ہے اعلیٰ حضرت کے دو بیٹے ہیں بڑے بیٹے کا جو سلسلہ ہے وہ حامدیہ رضویہ ہے اور چھوٹے بیٹے سے مصطفویہ رضویہ ہے۔

عرض... آپ نے اب تک کتنے حضرات کو خلافت عطا کی ہے ؟

ارشاد... یہ سوال کی اہمیت تو نہیں تھی یہ میرا اپنا معاملہ ہے۔ بہر حال میں نے جس کو باقاعدہ تحریر لکھ کر دی کراچی ہی میں دی۔ وہ بنگال کے رہنے والے تھے ان کا نام مولوی عبدالعظیم صاحب (نوٹ: قاری صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے مورخہ ۲۷/ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ بمطابق ۲۲/ اپریل ۱۹۸۲ء بروز جمعرات بعد نماز عشاء بمقام میمن مسجد مصلح الدین گارڈن بتقریب خرقہ خلافت وسند اجازت اور محفل نعت بروانگی عمرہ اور حاضری دربار مدینہ حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری صاحب کو سند خلافت اور اجازت بیعت عطا فرمائی۔ ادارہ)

عرض... کچھ تحریری کام بھی آپ نے فرمایا؟

ارشاد... تحریری کام تو واہ کینٹ کے فتوے ہیں وہ میں نے تیار کئے تھے وہ بعض رسائل میں چھپے بھی ہیں اور ایک سلسلہ میں نے شروع کیا تھا۔ زیادہ علالت کی وجہ سے رہ گیا وہ ترمذی شریف کا ترجمہ وہ کچھ تقریباً سو یا ڈیڑھ سو صفحات کئے ہیں اور میں سوچ رہا ہوں کہ یہ کام بہت عمدہ ہے اگر میری طبیعت نے اجازت دی تو میں اسے مکمل کروں گا۔

عرض... ابھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ مولانا ضیاء الدین صاحب سے ہر سال شرف ملاقات حاصل ہوتا ہے۔ سب سے پہلے جو آپ کی حاضری مدینہ شریف میں ہوئی وہ کب ؟

ارشاد... مدینہ شریف میں حاضری ۱۹۵۴ء میں ہوئی پہلا حج میں نے ۱۹۵۴ء میں ہی کیا اور اسی وقت حضرت صاحب سے ملاقات ہوئی تو اس وقت حضرت چلتے پھرتے تھے اور انہوں نے ہماری درخواست پر حضور ﷺ کے روضۂ اقدس پر حاضری دی۔ اسی سال حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی صاحب مولانا نورانی میاں کے والد صاحب کا انتقال ہوا تھا جس دن میں مدینہ شریف پہنچا یہ تیسرا دن تھا سوئم ہو چکا تھا تو حضرت مولانا سے میں نے اور عبدالحمید کے والد نے ان سے درخواست کی کہ حضرت کی قبر پر حاضری دی جائے۔

عرض... کیا ان کا مزار جنت البقیع میں ہے ؟

ارشاد... جی ہاں ان کا مزار جنت البقیع میں ہے تو مولانا ضیاء الدین صاحب کو لے کر ہم نکلے سب سے پہلے حضور ﷺ کے مزار مقدسہ پر حاضری دی حضرت چادر اوڑھے ہوئے قادری شان کے ساتھ تشریف لے گئے اور پھر جنت البقیع میں حاضریاں دیں پھر حضرت مولانا عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی ان ک-ی تمنا یہی تھی کہ انہیں جنت البقیع میں جگہ ملے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ تمنا پوری کر دی۔

عرض... کتنی مرتبہ حج کرنے کی سعادت حاصل ہوئی آپ کو؟

ارشاد... مجھے تقریباً آٹھ مرتبہ حج کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

(نوٹ: حضرت قاری صاحب نے اس وقت تک ۸/مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی تھی لیکن وصال تک آپ ۱۲/حج کی سعادتوں سے مشرف ہوئے۔(ادارہ)

عرض... استادوں کا برتاؤ اور ان کی اہمیت پر روشنی ڈالیں؟

ارشاد... بات یہ ہے کہ جب میں پڑھانے کے لئے بیٹھتا ہوں تو سب طالب علموں کو ایک جیسا سمجھتا ہوں اپنے اساتذہ کرام کے پاس بھی ان کے درس میں جو بھی طالب علم بیٹھتا تھا وہ سب پر شفقت فرماتے تھے۔

عرض... دینی تعلیم میں چونکہ آپ کا تجربہ زیادہ ہے، نصاب تعلیم سے آپ مطمئن ہیں؟

ارشاد... جہاں تک نصاب کا تعلق ہے نصاب بہت اچھا ہے لیکن صورت حال یہ ہے کہ طلباء میں اب یہ شوق و ذوق نہ رہا جو پہلے تھا ہمارے زمانے میں تو ایسا بھی ہوا کہ روکھی سوکھی کھاتے تھے بعد میں نیند نہیں آتی تھی پھر یہ کہ پورا وقت پڑھنے کا ہوتا تھا۔ اب یہاں کہ شہری یہ شوق نہیں رکھتے، رکھتے بھی ہیں تو الا ماشاء اللہ۔

بہر حال طلبہ کو پورا ذوق ہونا چاہیئے پڑھنے کا اساتذہ بھی کچھ اپنی معاشی مشکلات کی وجہ سے پورا وقت نہیں دے سکتے تو تعلیم جیسا کہ نصاب ہے تو نصاب کے مطابق ہو تعلیم اور مکمل ہو تو ظاہر ہے کہ اسی سے اچھے سے اچھے طلباء پیدا ہو سکتے ہیں:

عرض... معاشرے میں مختلف طبقوں کی طرف سے یہ تصور کیا جاتا ہے کہ معاشرہ بگڑتا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں دینی تعلیم کے سیکھنے والے طلباء کے لئے کیا ہونا چاہیے؟

ارشاد... عموماً ہمارے پاکستان میں دینی تعلیم تو دی ہی نہیں جاتی۔ تقریباً جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو انگریزی پڑھواتے ہیں اور اسکولوں میں جو دینیات کا شعبہ ہے وہ برائے نام ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ چھ مضمون دوسری طرف کھینچ کر کے لیجاتے ہیں اور ایک مضمون دین کی طرف کھینچتا ہے اس کا کیا رد عمل ہو گا۔ دوسرا یہ کہ وہ اساتذہ جو کہ پڑھانے والے ہیں وہ تو جیسا صدر مدرس نے تقسیم کر دیا کہ یہ تم پڑھاؤ گے اور یہ تم پڑھاؤ گے تو اصل میں سب سے بڑا مسئلہ جو

ہے وہ مدرس کے کردار کا ہے اور اسکے عمل کا۔ مدرس اگر صاحب کردار ہو تو وہ اپنے طالب علم میں بہت اچھا اثر پیدا کر سکتا ہے اوراس نعمت سے تقریباً اس زمانے میں لوگ محروم ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ تعلیم سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے لیکن کردار سازی نہیں ہوتی کردار سازی کے لئے کسی شفیق استاد کی ضرورت ہوتی ہے اور کردار یہاں نظر نہیں آتا اگر ایسا ہو تو بہت اچھا ہے۔

عرض ... آپ کی ذاتی رائے میں عالم اسلام کو اس وقت سب سے زیادہ خطرہ کس چیز سے ہے ؟

ارشاد... سب سے زیادہ خطرناک اور نقصان دہ چیز یہودیت ہے یہودی جو ہیں سب سے بڑے دشمن ہیں اسلام کے بعد عیسائیت ہے اور اس کے بعد میں نجدیت ہے ان تینوں چیزوں سے بہت خطرہ ہے۔

عرض... آپ کے کلاس فیلو کون کون ہیں ؟

ارشاد ... ہمارے کلاس فیلو میں تو حافظ عبدالرؤف صاحب تھے جو نائب شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز رہے مبا کپور میں اور مولانا افتخار احمد صاحب تھے جو غالباً مبارکپور میں پڑھاتے رہے۔ اور صوفی وجہہ الدین صاحب ہیں وہ بھی ہمارے ساتھیوں میں سے تھے آج کل وہ اپنے پیر کے آستانے پر بیٹھتے ہیں خطابت بھی کرتے ہیں۔ کراچی میں مفتی ظفر علی نعمانی صاحب ہیں۔

عرض... یہ بات تو آپ کے ذہن میں ہوگی کہ تبلیغ اسلام آج کل صحیح طور پر نہیں ہو رہی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے ۔اور مدارس کے طلباء کے لئے اپنی زندگی کے تجربات کی روشنی میں کچھ پیغام ،کچھ نصیحت ؟

ارشاد... طالب علم کے لئے سب سے زیادہ ضروری ہے کہ علوم دینیہ پر عبور حاصل ہو جس کے لئے اس علم کو حاصل کر تے ہیں ظاہر ہے کہ علم کے بغیر عمل ہو ہی نہیں سکتا اس لئے پہلے وہ علوم دینیہ کی تحصیل کریں پھر اس کے بعد اس پر عمل کریں۔ عمل مکمل ہو گا تو ان کے دل میں ایک ولولہ پیدا ہو گا کہ ہم دین کی خدمت کریں۔ جب ہر طالب علم کے ذہن میں یہ ذوق اور شوق ہو گا توامید ہے کہ اپنے حلقے میں ایک یا دو آدمیوں کو درست کرلے گا تو ظاہر ہے اس طرح معاشرے کو سدھارا جاسکتا ہے اور لوگوں کی اصلاح کی جاسکتی ہے ۔ سب سے پہلے علم دین حاصل کریں اور پھر اس کے بعد اس پر عمل بھی کریں ۔اور اپنے اسلاف کی سیرت کو سامنے رکھ کر جو ہدایات ان سے ملیں ان ہدایات پر عمل کر کے معاشرے کو درست کرنے کی کوشش کریں۔ اس وقت معاشرے کی درستی بہت مشکل مسئلہ ہے اس لئے کہ معاشرے کے لوگوں میں تصادم بہت بڑھ گیا ہے۔ مثلاً عہدیداران جو ہیں وہ اپنی کرسی پر بیٹھتے ہیں ان کو کسی مولوی سے کسی تعلیم سے کوئی واسطہ ہی نہیں۔ سیٹھ صاحب جو ہیں وہ اپنے کمانے میں مصروف ہیں ان کے لئے کوئی موقع نہیں کہ کوئی دینی بات سیکھیں تو ظاہر ہے کہ ان سے رابطہ کیسے ہو گا یہ بڑا مشکل ہے۔

بہر حال جو کچھ بھی ہو اپنی بساط کے مطابق دین کی خدمت کرتے رہیں اللہ اس کا اجر دے گا-! اگرچہ معاشرے کی اصلاح میں بہت سی رکاوٹیں اور بھی ہیں مثلاً آج کل کے زمانے میں لوگوں کا ذوق جو ہے وہ ٹی وی، سینما, اور دوسری تفریحات ہیں جس کی طرف لوگوں کا رحجان زیادہ ہے۔ بہر ہال اپنا فرض تو ادا ہو جاتا ہے عالم دین جو تبلیغ کرتا ہے اس کا ثواب ملتا ہے اس تبلیغ سے دوسرا متاثر ہوتا ہے اور وہ اس پر عمل کرتا ہے۔ تو اس کا اور ثواب ملتا ہے۔ نیکی کی طرف ہدایت کرنے والا اس کے کرنے والے کے مثل ہوتا ہے۔ بہر حال اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے۔ آمین

عرض... کوئی خواہش؟

ارشاد... بس یہی خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان پر خاتمہ کرے!

عرض ... والدین نے آپ کو کوئی تاریخی نام دیا-؟

ارشاد ... تاریخی نام جو ہے وہ ہمارے حیدر آباد دکن میں عام طور پر یہ ہوتے ہیں۔ محبوب جانی، محبوب سبحانی، صمدانی ہوا کرتے تھے اب جو بوڑھے شخص ہیں اب تو یہاں پاکستان میں ایک ہی شخص ہیں جو ہمارے گاؤں کے ہیں وہ مجھے جب پکارتے ہیں تو بڑی خوشی ہوتی ہے محبوب جانی کے نام سے اور جب میں آج سے بارہ سال پہلے حیدر آباد دکن گیا تھا تو وہاں پر بوڑھی عورتیں جب ملیں تو انہوں نے اسی نام سے پکارا تو مجھے بڑی خوشی ہوئی میری خالہ مرحومہ جب میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے بھی اسی نام سے پکارا!

عرض ... آپ کی شادی کس خاندان میں ہوئی؟

ارشاد... پہلی شادی میری فاروقی خاندان میں ہوئی جو قاضی خاندان تھا۔ دوسری شادی میری حیلپہ ہ میں عباسی خاندان میں ہوئی!

مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ دارالعلوم امجدیہ عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر اخبار نکال رہا ہے اور اسی سلسلے میں مجھ سے پیغام طلب کیا ہے تو میرا پیغام یہی ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زندگی بھر عشق رسول ﷺ کا درس دیا اور ظاہر ہے کہ عاشق رسول ﷺ کے دلوں میں عشق رسول ﷺ کا جذبہ پیدا ہوا اور اعلیٰ حضرت کی تحریروں سے، نعت کی کتابوں سے یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے اور جتنی تعظیم حضور ﷺ کی ہوگی۔ جتنی عزت حضور اکرم ﷺ کی مسلمانوں کے دلوں میں ہوگی اس کا ایمان اتنا ہی جگمگائے گا۔ عشق رسول ﷺ کی مدد سے انشاء اللہ اس کا ایمان کمال کو پہنچے گا۔ اور صحیح معنوں میں اصلاح اس وقت ہوگی جب عشق رسول ﷺ کی روشنی مسلمانوں کے سینے میں ہو۔ جو اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے زندگی بھر عشق رسول ﷺ کی شمع فرزندان توحید کے قلوب میں فروزاں کرنے کی کوشش کی۔ اس لئے ہمارے طلباء کو چاہیے کہ اپنے زور قلم سے اپنی تقریروں میں اپنی تحریروں میں یہ موضوع زیر بحث لائیں کہ حضور ﷺ کی محبت ایمان کا سرمایہ ہے!

حیات والد بزرگوار

صاحبزادہ محمد مصباح الدین صدیقی

دارالکتب حنفیہ کراچی کی جانب سے حضرت قبلہ والد ماجد علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات اور ان کے فضائل و کمالات پر مشتمل شاندار ''مصلح الدین نمبر'' شائع کرنے پر مجھے انتہائی مسرت ہوئی ہے میں ان کی اس شاندار خدمات کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ '' دارالکتب حنفیہ '' کے منتظمین اوران کے معاونین کو برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

حضرت قبلہ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی مصروفیات جو کہ میں نے اپنے سن شعور کے آنے کے بعد دیکھیں وہ یہی تھیں کہ حضرت دین متین کی خدمت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت اور مریضوں کے علاج کے ساتھ ساتھ خصوصاًنوجوان نسل کو بدمذہبی، بدعقیدگی سے بچاکر سیدھی سچی سنیت کی راہ پر ڈالنے پر مبنی تھیں۔

والد صاحب قبلہ رات میں جلسے اور محافل وغیرہ میں شرکت کے باعث دیر سے گھر تشریف لاتے احباب بہ اصرار اپنے گھر لے جاتے یوں واپسی دیر سے ہوتی مگر حضرت کی نماز تہجد کبھی قضا نہ ہوتی۔ صبح صادق سے پہلے بیدار ہوتے اور نماز تہجد ادا فرماتے اور اوراد و وظائف میں مشغول ہو جاتے نماز فجر کی امامت فرمانے مسجد تشریف لے جاتے نوجوان مریدین اور معتقدین گھر کے نیچے حضرت کی آمد کے منتظر رہتے اور نماز فجر کے بعد مریدین اور معتقدین کے جلو میں گھر تشریف لاتے پھر دیگر وظائف میں مصروف رہتے۔ قبلہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں وظائف واوراد کا کافی دخل تھا اکثر فرماتے کہ:

''ہمارے وظائف کے ناغہ کرنے سے ہمیں بہت تکلیف ہوتی ہے''

اس کے بعد سادہ سا ناشتہ کرتے اور پھر وظائف میں مشغول ہو جاتے والد صاحب قبلہ کے اوراد و وظائف کا یہ معمول ۴۰ رسال سے تھا اکثر وظائف زبانی یاد تھے۔ جن میں دلائل الخیرات شریف، قصیدۂ غوثیہ، قصیدہ بردہ، حزب البحر، درود لکھی، درود مقدس، اور دعائے سیفی شریف وغیرہ شامل تھے۔ نمازوں میں اشراق، چاشت، تہجد اور اوابین کے نوافل پابندی سے ادا فرماتے وصال کے کچھ عرصہ قبل تک والد صاحب قبلہ دارالعلوم امجدیہ میں ۱۵ رسال مدرس کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے رہے۔ تعویذات کا سلسلہ اس قدر زیادہ تھا کہ لوگ تعویذ حاصل کرنے کے لئے گھر کے علاوہ دارالعلوم امجدیہ تک چلے آتے عورتوں کیلئے پیر اور جمعرات کا دن مقرر فرمایا تھا مگر اس کے علاوہ اور دنوں میں بھی عورتیں آجاتیں۔ اکثر میں انہیں منع کر دیتا کہ پیر اور جمعرات کو آئیں جب والد

صاحب کو پتہ چلتا کہ میں نے انہیں واپس لوٹا دیا ہے تو ناراض ہو جاتے فرماتے کیا پتہ کون آیا ہو، کتنی دور سے آیا ہو اور کیا پریشانی ہو اور تم نے اسے لوٹا دیا۔ مردوں کے لئے مسجد میں بعد نماز عصر تعویذات کا سلسلہ جاری رہتا بے شمار لوگ تعویذات حاصل کرتے تعویذات کے سلسلے میں ایک بات عرض کروں کہ وصال سے کچھ عرصہ قبل تک بیشمار تعویذات قبلہ والد صاحب اپنے ہاتھ سے تحریر فرماتے۔ مدینہ منورہ کے قیام کے دوران حضرت خصوصاً تعویذات تحریر فرماتے اور فرماتے ان شاء اللہ کہ اس مقدس سرزمین اور سرکار دو عالم کے دربار کے طفیل برکتوں میں اضافہ ہو گا۔

آرام کے سلسلے میں اکثر دیکھا کہ حضرت قبلہ والد صاحب محفل میلاد پاک محفل نعت اور ذکر الٰہی ان مجلسوں کو اپنا جسمانی اور روحانی دونوں طرح آرام کرنا قرار دیتے، فرماتے، ہمیں اس سے سکون رہتا ہے۔ ہمیں گھر بیٹھ کر سونے اور آرام کرنے سے بے چینی ہوتی ہے کبھی کبھار بخار یا تکلیف ہو جاتی یا بارش کی وجہ سے راستہ خراب ہوتا اور مسجد نہیں جاسکتے تو اپنے قریبی متعلقین کو گھر بلا لیتے ہم سب گھر کے افراد اسکول کی چھٹیوں کے زمانے میں اپنے خالو شہید اہلسنت حضرت مولانا عبد القادر شہید کے مکان واقع فیصل آباد جاتے قبلہ والد صاحب سے بھی چلنے کی گزارش کرتے اوّل تو منع فرماتے اور کہتے یہاں ہمارا باغ ہے۔ وہ ہمیں دیکھنا ہے میمن مسجد مصلح الدین گارڈن میں نوجوانوں کی دینی تربیت اور اصلاح مراد تھی۔ ہمارے ساتھ کبھی فیصل آباد تشریف لاتے تو وہاں بھی آرام کی بجائے تعویزات لکھنے اور دینے میں مصروف رہتے اور مسجد کی فکر فرماتے رہتے۔

حضرت قبلہ والد صاحب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سچے شیدائی تھے شاید ہی کوئی تقریر ایسی ہو جس میں انہوں نے امام اہلسنت کا حوالہ نہ دیا ہو اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ سے بھی گہری عقیدت تھی۔ بریلی شریف کے کاشانۂ اعلیٰ حضرت سے وابستہ ہر فرد سے ادب و احترام کا ایسا سلوک فرماتے کہ وہ خود حیران رہ جاتا۔ والد صاحب قبلہ نے گھر کے جملہ افراد کو سلسلہ قادریہ رضویہ میں بیعت کرایا وصال سے چند گھنٹے پہلے اپنے پوتے اسد صدیقی کو حضرت مفتی اختر رضا خاں سے بیعت کرایا۔

اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری کا بہت ذوق رکھتے تھے خصوصاً داتا دربار میں ہر سال تقریباً دو مرتبہ تشریف لے جاتے پہلی بار حج کی درخواست جمع کرانے سے قبل اور دوسری بار حج کرنے کے بعد اور فرماتے کہ ہمارے حج کا ویزا یہیں سے لگتا ہے اور ٹھٹھہ حضرت عبد اللہ شاہ اصحابی کے مزار پر بھی ہر سال تین چار بار تشریف لے جاتے اور دیر تک مراقبہ فرماتے حضرت قبلہ والد صاحب کی ذاتی ڈائریوں میں سفر بغداد شریف حرمین شریفین، ہندوستان میں اولیاء کرام کے بے شمار مزارات پر حاضریوں کا ذکر ہے کبھی کبھی خود ان حاضریوں کا ذکر نہایت تفصیل سے فرماتے۔

حضرت قبلہ والد ماجد کے اکثر نوجوان مریدین کو زیارت حرمین شریفین نصیب ہوئی اس طرح میری بھی دلی خواہش تھی کے میں بھی حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوں الحمدللہ میں بھی زیارت حرمین شریفین کی سعادت سے مشرف ہوا۔ تمام مریدین کی طرح مجھے بھی وقت سفر حرمین یہ ہدایت فرمائی کہ بارگاہ بیکس پناہ میں نہایت ادب واحترام سے رہناوہاں کی حاضری بہت بڑی سعادت ہے والد صاحب کے آخری حج میں میں ساتھ رہا وقوف عرفات اور منٰی اور سرکار رسالت مآب ﷺ کی بارگاہ میں اپنے اور اہل وعیال کے علاوہ جملہ مریدین و متعلقین کے لئے نہایت عاجزی وانکساری سے گڑگڑا کر دعائیں فرماتے حضرت قبلہ والد ماجد ایصال ثواب کے لئے جو فاتحہ پڑھتے وہ ایسی جامع اور مفصل ہوتی کہ کسی سے نہیں سنا۔اس کے علاوہ شب قدر کی خصوصی دعا اور محفل میلاد شریف ۱۲/ربیع الاول میں حضرت کی مخصوص دعا کے پروگرام جو مسجد میں ہوتے تھے۔ روحانی تجلیات کا باعث تھے۔

والد ماجد حسنِ اخلاق کے حسین مجسمہ تھے اور زہد و تقویٰ کے آفتاب تھے۔ جہاں تشریف لے جاتے لوگ آپ کے گرویدہ ہوکر جمع ہونے لگتے اور نووارد آپ کی مجلس میں آجاتا تو ہمیشہ ہی کا ہوجاتا میمن مسجد مصلح الدین گارڈن میں نماز جمعہ میں لاتعداد لوگ لانڈھی، ملیر، نیو کراچی، اورنگی، کورنگی اور دیگر دور دراز کے مقامات سے آتے جن میں سے اکثر یہ کہتے رہتے کہ میمن مسجد مصلح الدین گارڈن میں نماز جمعہ کا مزہ کچھ اور ہی ہے اور نماز جمعہ کے بعد بریلی شریف کی طرح درود رضویہ صلوٰۃ وسلام مناجات اعلیٰ حضرت پڑھی جاتی اور اس کے بعد اپنے حجرے میں نعت خوانی کا اہتمام ہوتا اور یہ سلسلہ آخری وقت تک رہا بلکہ ابھی تک جاری ہے۔

وصال کی رات یعنی ۲۲/مارچ ۱۹۸۳ء کو حضرت قبلہ والد صاحب کی زیر نگرانی نائب مفتی اعظم ہند حضرت مفتی اختر رضا خان صاحب مدظلہ العالی کی زیر صدارت جو آخری مجلس روح اور موت کے عنوان پر منعقد ہوئی وہ شرکائِ محفل کو ہمیشہ ہمیشہ یاد رہے گی۔

۲۳/مارچ ۱۹۸۳ء کو دوپہر کے وقت (قبل نماز ظہر) قبلہ والد صاحب نے عبدالطیف گیلی کی جانب سے گیارہویں شریف کی نیاز میں شرکت فرمائی گویا یہ ان کا دنیوی آخر کھانا تھا اور کیسا ہی مبارک کھانا تھا تمام عمر والد بزرگوار نے سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی غلامی کی تو سرکار غوثیت مآب نے بھی انہیں یاد رکھا پھر حضرت نے مسجد میں نماز ظہر کی امامت فرمائی پھر گھر تشریف لانے سے پہلے شام کا پروگرام طے کیا جس میں آدمجی نگر کے ایک صاحب کے گھر محفل میلاد کے سلسلے میں جانا تھا اس کے بعد آپ گھر آگئے اور اپنے کمرے میں قیلولہ فرمارہے تھے اس وقت دوپہر کے پونے تین بجے تھے اور ہم دوسرے کمرے میں تھے کہ تھوڑی دیر بعد قبلہ والد صاحب نے مجھے آواز دی جب میں کمرے میں گیا تو فرمانے لگے تولیہ لے کر ہمارے بدن سے پسینہ پونچھو اس وقت انہیں اس قدر زیادہ

پسینہ آرہا تھا کہ تولیہ نچوڑنے سے پانی نکل رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ ہمارے سینہ میں کچھ زیادہ جلن ہو رہی ہے احمد اور اشرف کو بلاؤ میں انہیں بلالایا اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کو بلایا گیا، انہوں نے فوری طور پر ہسپتال لے جانے کا مشورہ دیا۔ میں نے اس سے قبل ہمارے بڑے بھائی صلاح الدین اور بہنوئی خواجہ امیر حسن صدیقی، مولانا سید شاہ تراب الحق قادری اور چچا حامد جو کہ سعودیہ سے آئے تھے انہیں اطلاع دی تھی وہ لوگ بھی آ گئے تھے پہلے والد صاحب قبلہ نے ہسپتال جانے سے انکار کیا بعد میں رضا مندی ظاہر کی اس وقت تقریباً سوا چار بجے تھے حضرت نے اسٹریچر پر لیٹ کر کمرے کے چاروں طرف دیکھا اور کچھ پڑھ رہے تھے۔ پھر بذریعہ ایمبولینس حضرت قبلہ والد صاحب کو جناح ہسپتال لے جایا گیا ساتھ میں خواجہ امیر حسن صدیقی اور مولانا سید شاہ تراب الحق، چچا حامد بڑے بھائی صلاح الدین اور دیگر مریدین وغیرہ بھی ساتھ تھے۔ ساڑھے چار بجے کے قریب ہسپتال پہنچے جہاں ڈاکٹروں نے بتایا کہ ان کا وصال ہو چکا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

والد صاحب کے انتقال کی خبر ہم لوگوں پر بجلی بن کر گری اور تھوڑی دیر کے لئے سکتہ سا ہو گیا کہ یہ کیا ہو گیا پھر خداوند قدوس کے فرمان پر صبر و رضا کا دامن تھام لیا بعد وصال حضرت کے مریدین متعلقین اور اہلیان علاقہ ہجوم کی صورت میں مسجد پہنچنا شروع ہو گئے ایک سیلاب تھا جو بڑھتا جارہا تھا بعد نماز عشاء ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آج کوئی بڑی رات ہے مسجد کے اطراف لوگ ہی لوگ تھے۔ رات بھر حضرت قبلہ کے چہرے کا دیدار کرنے والوں کی قطاریں لگی ہوئی تھیں۔ یہ سلسلہ تمام رات جاری رہا فجر کی اذان کے بعد حضرت کو غسل دیا گیا اور کفن دے کر جنازہ تیار کر لیا گیا تدفین کے لئے مسجد سے ملحقہ گارڈن کا انتخاب کیا گیا۔ نماز جنازہ ساڑھے دس بجے صبح حضرت مفتی اختر رضا خاں صاحب نے ۳۰ر ہزار کے مجمع کی موجودگی میں پڑھائی، یوں مظہر امام اہلسنت پر تو صدر الشریعت مخدوم اہلسنت بانیٔ بزمِ رضا سینکڑوں کو علم و فضل سے سیراب کرتے ہوئے ہزاروں کو عشق مصطفی ﷺ کا درس دیتے ہوئے اور لاکھوں کو فیضیاب کرتے ہوئے ۶۸ر سال کی عمر میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو روشن کرے اور ان پر رحمتوں و رضوان کی بارشیں تا قیامت نازل فرمائے۔ (آمین)

معمولاتِ پیر و مرشد

عبد العزیز قادری رضوی

خدائے بزرگ و برتر کا احسان اور تاجدار مدینہ ﷺ کا صدقہ ہے کہ مجھ گناہ گار کے تقریباً دس سال ممتاز عالم دین عاشق مصطفی ﷺ اور حقیقی معنوں میں مصلح قوم کے ساتھ گزرے۔

یہ امر باعث مسرت ہے کہ ادارہ دار لکتب حنفیہ کراچی کی جانب سے حضرت علامہ الحاج الحافظ القاری محمد مصلح الدین صدیقی قادری رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سوانح حیات اور ان کے فضائل و کمالات پر مشتمل شاندار مجلہ ''عرفان منزل'' کراچی مصلح الدین نمبر شائع ہو رہا ہے۔

حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ عوام میں بے حد مقبول و معروف تھے اس لئے حضرت کی صحبت سے فیض یاب ہونے والے حضرات کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ میں دس سالوں پر محیط مشاہدوں کا ذکر کروں گا۔ جو میں نے دیکھے اور محسوس کئے۔

میں ہمیشہ نماز جمعہ میمن مسجد بولٹن مارکیٹ میں ادا کرتا تھا۔ ۱۹۷۲ء کا ذکر ہے میں ایک صاحب کے کہنے پر کہ ایک جمعہ کھوڑی گارڈن مسجد میں پڑھو آپ کو لطف آجائے گا لہٰذا میں نماز جمعہ کے لئے کھوڑی گارڈن مسجد گیا نماز جمعہ سے قبل آدھا گھنٹہ حضرت کی تقریر جو کہ عشق مصطفی ﷺ کے موضوع پر تھی سنی، نماز کے بعد درود رضویہ سلام اور مناجات وغیرہ سے فراغت ہوئی تو حضرت سے مصافحہ اور دست بوسی سے فراغت پا کر جانے لگا تو معلوم ہوا کہ ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ حضرت کے حجرے میں مختصر نعت خوانی بھی ہوتی ہے۔ خیر میں نے بھی ارادہ کیا کہ شرکت کروں لہٰذا پانی پی کر میں حضرت کے حجرے کی طرف زینے پر چڑھا قریب آدھے زینے پر جب میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ حضرت کندھے پر تولیہ رکھے ہوئے ہاتھ میں جوتے اٹھائے ہوئے زینہ سے نیچے تشریف لا رہے ہیں۔ میری نظریں جب حضرت قبلہ کی نظروں سے ملیں تو حضرت نے مسکراتے ہوئے مجھ سے فرمایا آپ کہاں جا رہے ہیں۔ میں نے کہا مجھے معلوم ہوا کہ آپ کے حجرے میں نعت خوانی ہے۔ اس لئے شرکت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ یہ سن کر حضرت نے انتہائی عاجزی سے معذرت کرتے ہوئے فرمایا آپ مجھ فقیر کو معاف فرمائیں میں استنجا اور تازہ وضو کی غرض سے نیچے جا رہا ہوں تھوڑی دیر میں حاضر ہوتا ہوں۔ آپ تشریف رکھیں یقین جانئیے میں حضرت کی انکساری کا یہ عالم دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔ دل بے اختیار حضرت کی طرف کھچنے لگا نعت خوانی ہوئی چائے اور بسکٹ وغیرہ تقسیم ہوئی اور دست بوسی کے بعد میں واپس گھر آ گیا۔ جب عصر کا وقت ہوا تو قدم کھوڑی گارڈن مسجد کی

طرف ہی چلے، نماز عصر کے بعد میں پھر حجرے میں گیا کافی لوگ بیٹھے تھے اور اپنے اپنے مسائل بتا کر تعویذات لے رہے تھے۔ یوں میں حضرت کی صحبت میں روزانہ حاضر ہونے لگا۔ کچھ دن متواتر رہنے سے حضرت نے بھی محسوس کیا کہ یہ شخص روز آرہا ہے۔ لہٰذا میرے معمولات وغیرہ کے متعلق سوال کئے۔ غرض دو سال برابر حاضری دیتا رہا۔ حضرت کی تقاریر سننے کے بہت مواقع میسر آئے جس میں عشق مصطفی ﷺ اور مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ خاص نمایاں ہوتا۔ ۱۹۷۶ء میں حضرت کے دست حق پرست پر میں نے بیعت کرلی یہ دیر اس لئے ہوئی کہ میں بچپن میں ایک جگہ بیعت ہو گیا تھا۔ وہاں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ مرشد کے متعلق شرائط مفقود تھیں۔

خیر جب میں بیعت ہو گیا تو دوسرے دن مجھے اچانک ایک خیال نے پریشان کر دیا وہ یہ کہ میری بیعت سلسلہ قادریہ میں مقبول ہوئی یا نہیں۔ میں دو تین روز تک اسی کشمکش میں مبتلا رہا۔ غالباً تیسرے روز رات میں نے ایک خواب دیکھا اور دن میں بعد نماز ظہر حضرت سے ذکر کیا حضرت نے فرمایا مبارک ہو بڑا مبارک خواب ہے اور تعبیر اس کی یہ ہے کہ سلسلہ قادریہ رضویہ میں تمہاری بیعت مقبول ہے اس کے بعد تو حضرت نے انتہائی کرم فرمایا۔

اس پر فتن دور میں حضرت کی ذات والا صفات عوام اہلسنّت کے لئے نعمت عظمیٰ سے کم نہ تھی۔ اگر آپ کو مظہر اعلیٰ حضرت کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ خود اہلیان بریلی شریف کو یہ کہتے سنا کہ دوسرا بریلی کراچی میں میمن مسجد کھوڑی گارڈن ہے حضرت کی پوری زندگی دیکھی جائے تو مسلسل دین متین کی خدمت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ میں گزری۔ شب و روز حضرت کے اوراد و وظائف کے متعلق ایک دن میں نے حضرت سے پوچھا کہ حضور آپ کے اوراد و وظائف کے کون کون سے اوقات ہیں فرمایا کیوں کیا بات ہے میں نے کہا بس حضور جی چاہتا ہے معلوم کروں فرمایا کیا کرو گے میں نے کہا حضرت کل بعد نماز مغرب درود شریف کے ختم میں میں نے دیکھا کہ تمام حضرات تو درود پاک پڑھ رہے تھے مگر آپ کچھ وظیفہ پڑھ رہے تھے (نوٹ مسجد کھوڑی گارڈن میں روزانہ بعد نماز مغرب درود پاک کا ختم ہوتا ہے)۔ آخر میں آپ نے چند دانے پڑھ کر فاتحہ پڑھا۔ فرمایا ہاں ہم سورۃ یٰسین شریف پڑھ رہے تھے۔ اس کے بعد میں نے بہت اصرار کر کے دوسرے وظیفوں کے بارے میں معلوم کیا۔ حضرت روزانہ فجر سے دو گھنٹے قبل تہجد کے لئے بیدار ہوتے اور اپنے مخصوص وظائف پڑھتے جس میں دلائل الخیرات شریف، سیفی شریف، قصیدہ غوثیہ، الوظیفۃ الکریمہ، شجرہ شریف اور دعا پھر نماز فجر کے لئے مسجد تشریف لاتے بعد نماز فجر گھر تشریف لاتے اور دوسرے وظائف کا ورد فرماتے۔ حضرت سفر میں بھی وظائف کا ورد فرماتے۔ طلوع آفتاب کے بعد اشراق پڑھتے پھر ناشتہ وغیرہ کرتے چاشت بھی حضرت ادا فرماتے۔ بعد نماز مغرب نوافل اوابین پڑھتے پھر سورۃ یٰسین، سورۃ واقعہ، سورۃ ملک پڑھتے۔ یہ اوراد حضرت کے چالیس سے معمول میں تھے۔ دن بھر تعویذات کا

سلسلہ جاری رہتا۔ حتیٰ کہ دارالعلوم امجدیہ میں بھی لوگ تعویذات کے لئے پہنچ جاتے اور یہ تعویذات کا سلسلہ عشاء تک جاری رہتا ایک بار تعویذات کے سلسلے میں حضرت نے فرمایا یہ دل کا روگ ہمیں تعویذات نے دیا ہے۔ معلوم کرنے پر حضرت نے فرمایا لوگ ایسے ایسے دکھ لے کر ہمارے پاس آتے ہیں کہ ہمارا دل رونے لگتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت کافی رقیق القلب تھے کسی کی تکلیف سن کر بے چین ہو جاتے۔ اس گناہ گار نے کئی بار حضرت کو گفتگو کرتے کرتے دوران تقریر اور محفل نعت میں اشک بار دیکھا۔ مدینہ منورہ میں تو حضرت کی عجیب کیفیت ہوتی۔ کلام اعلیٰ حضرت اور خوش الحان نعت خواں حضرت کو بیخود کر دیا کرتے تھے۔

بزرگان دین سے حضرت کی عقیدت کا حال بھی عجیب تھا۔ رات کو بعد نماز عشاء اکثر اپنے حجرے میں کسی نہ کسی بزرگ کا ذکر فرماتے۔ حضرت کی ایک خاص عادت تھی وہ یہ کہ جن بزرگوں کو حضرت نے دیکھا ان کا ذکر ان ہی کے انداز میں کرتے۔ حضرت صدر الشریعۃ، مولانا امجد علی، حضرت مولانا حامد رضا خان، حضرت مولانا سردار احمد صاحب، حضرت مفتی اعظم ہند، حافظ ملت عبد العزیز مبارکپوری، حضور شیخ الفضیلت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہم کے مداح تھے۔

سال میں دو بار حضرت لاہور، داتا دربار ضرور تشریف لے جاتے۔ ایک بار حج سے قبل اور دوسری بار حج سے واپسی پر ایک بار فرمانے لگے ہم حج کی درخواست داتا صاحب کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور یہیں سے ویزا لگتا ہے۔ اور حج کے بعد داتا صاحب کی خدمت میں شکریہ ادا کرنے جاتے ہیں۔

دربار داتا صاحب پر حضرت عصر سے لے کر عشاء تک کافی طویل نشست کرتے اور اسی طرح ٹھٹھہ میں عبد اللہ شاہ اصحابی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر سال میں کئی بار تشریف لے جاتے۔ اپنے سفر ہند میں حضرت نے کافی مزارات پر حاضری دی اور بہت خوش ہو کر انکا ذکر فرماتے۔

مزارات پر کئی بار حضرت کو اس طرح دیکھا جیسے بالکل بے حس ہیں جسم کا کوئی حصہ ہلتا جلتا نظر نہیں آتا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے حضرت ملاقات فرما رہے ہوں۔

مدینہ پاک میں ۱۹۷۷ء میں یہ گناہ گار حضرت کے ساتھ تھا ایک صبح سرکار بیکس پناہ کی حاضری کے بعد فرمایا چلو حضرت علامہ ضیاء الدین صاحب قبلہ سے ملاقات کر لیں میں اور سید ممتاز حسین مرحوم بھی ساتھ تھے۔ جب حضرت قبلہ مولانا ضیاء الدین مدنی کے دولت خانہ پر حاضر ہوئے تو ہم نے حضرت کے ادب کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ جہاں لوگ اپنے جوتے اتارتے تھے اس جگہ کو حضرت نے ہاتھ لگا کر آنکھوں سے لگایا۔ جب حضرت حجرے میں داخل ہوئے تو حضرت علامہ ضیاء الدین صاحب اپنی نشست خاص پر تنہا کچھ وظائف پڑھ رہے تھے۔

جیسے ہی ان کی نظر حضرت پر پڑی مسکرا کر خوش آمدید کہنے لگے حضرت نے مصافحہ اور قدم بوسی کی دوزانوں بیٹھ گئے اور اپنے لئے اور اپنے تمام مریدین محبین کے لئے دعا کی درخواست کی۔ حضرت قبلہ مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ اٹھائے اور کافی دیر تک دعا کرتے رہے۔ بعد دعا مشروب وغیرہ سے حضرت کی تواضع کی۔ رخصت کے وقت عجیب بات ہوئی حضرت کھڑے ہوئے اور حضرت قبلہ مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی دست بوسی کی، دست بوسی کے بعد حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی حضرت قاری صاحب کے ہاتھ کو پلٹ کر چومنے کی کوشش فرمانے لگے۔ حضرت نے اپنا ہاتھ بڑی تیزی سے چھڑالیا اور رقت آمیز آواز میں فرمانے لگے۔ حضور میں گناہ گار اس لائق نہیں ہوں حضرت کھڑے ہوئے یہ فرماہی رہے تھے کہ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی اپنا ہاتھ بڑھا کر حضرت کے پاؤں پر رکھ دیا اور چوم لیا۔ اللہ اکبر عجیب منظر تھا حضرت نے جب یہ دیکھا تو ایک چیخ حضرت کے منہ سے نکلی اور ہچکیاں لے کر رونے لگے۔ منہ سے استغفر اللہ کہتے جا رہے تھے۔ جبکہ مولانا ضیاء الدین اپنی نشست پر ہی تشریف فرما تھے اور مسکرا کر یہ فرما رہے تھے۔ قبلہ قاری صاحب میں جانتا ہوں آپ کیا ہیں آج بھی وہ وقت یاد آتا ہے تو دل میں ایک کیفیت سی طاری ہو جاتی ہے۔

حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت کی محبت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔

حضور مفتی اعظم ہند کے وصال کی خبر سن کر کچھ سکتہ سی کیفیت طاری ہو گئی۔ رات عشاء کے بعد فرمانے لگے ایسا ہو سکتا ہے کہ جنازہ میں شرکت کر لیں، کوشش کی گئی مگر ممکن نہ ہوا۔ پھر حضرت صاحب حضور مفتی اعظم کے چہلم میں بریلی شریف تشریف لے گئے۔

وصال سے ۱۶ گھنٹے قبل حضرت مفتی اختر رضا خاں مدظلہ العالی کی زیر صدارت جو محفل نعت و تقریر ہوئی اس محفل کے شرکاء آج بھی اس کی لذت کو محسوس کرتے ہیں۔ حضرت کی تقریر جو عشق مصطفی پر آخری تقریر تھی۔ دوپہر کا کھانا حضرت نے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی نیاز تبرکاً کھایا اور بریلی سے امام اہلسنّت نے اپنی نمائندگی کے لئے حضور مفتی اختر رضا خاں دامت برکاتہم العالیہ کو حضرت کی نماز جنازہ کے لئے ارسال فرمایا کیوں نہ ہو حضرت نے تمام عمر مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی شاندار خدمت کی اور لوگوں کو عشق مصطفی سے سرشار کیا۔ خداوند ذوالجلال اپنے پیارے مصطفی ﷺ کے طفیل ان کے مزار پر انور پر تاقیامت رحمت و رضوان کے پھول برسائے۔ (آمین)

☆☆☆

حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ ایک نظر میں

از: مولانا غلام محمد قادری

واقعہ	تاریخ
ولادت	۱۱/ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ ۲۷/ دسمبر ۱۹۱۷ء
ختم ناظرہ قرآن	بعمر ۹/ سال ۱۳۴۵ھ ۱۹۲۶ء
حفظ قرآن اور ابتدائی تعلیم	بعمر ۱۴/ سال ۱۳۵۰ھ ۱۹۳۱ء
دینی تعلیم کا آغاز	بعمر ۱۷/ سال ۱۳۵۳ھ ۱۹۳۴ء
شرف بیعت	بعمر ۲۲/ سال، ۱۱/ شعبان ۱۳۵۸ھ ۱۹۴۰ء
ازدواجی زندگی کا آغاز	بعمر ۲۴/ سال ۱۳۶۰ھ ۱۹۴۱ء
والدہ ماجدہ کا انتقال	بعمر ۲۶/ سال، ۲۶/ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۲ء
ناگپور آمد، دورہ حدیث کی تکمیل اور سند فراغت	بعمر ۲۶/ سال ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۳ء
حیدر آباد دکن میں امامت وخطابت	بعمر ۲۷/ سال ۱۳۶۳ھ ۱۹۴۴ء
صدر الشریعہ سے سند خلافت	بعمر ۲۹/ سال ۱۳۶۵ھ ۱۹۴۵ء
عقد ثانی	بعمر ۳۰/ سال ۲۰/ ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ ۱۵/ نومبر ۱۹۴۶ء
پاکستان آمد	بعمر ۳۳/ سال ۱۳۶۹ھ ۱۹۴۹ء
اخوند مسجد میں امامت وخطابت	بعمر ۳۴/ سال ۱۳۷۰ھ ۱۹۵۰ء
صاحبزادہ کی ولادت (محمد صلاح الدین صدیقی)	بعمر ۳۵/ سال ۲۷/ ربیع الاول ۱۳۷۱ھ ۲۷ دسمبر ۱۹۵۱ء
سعادت حج وعمرہ	بعمر ۳۸/ سال ۱۳۷۴ھ ۱۹۵۴ء
دارالعلوم مظہریہ آرام باغ میں تدریسی فرائض	بعمر ۳۹/ سال ۱۳۷۵ھ ۱۹۵۵ء
ہندوستان کا سفر	بعمر ۴۰/ سال ۱۳۷۶ھ ۱۹۵۶ء
مفتی اعظم ہند سے خلافت	بعمر ۴۰/ سال ۱۳۷۶ھ ۱۹۵۶ء
نواسہ (خواجہ مظفر الدین) کی ولادت	بعمر ۴۵/ سال، ۱۴/ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ ۱۹/ مئی ۱۹۶۲ء
صاحبزادہ کی ولادت (محمد مصباح الدین صدیقی)	بعمر ۴۶/ سال، ۴ ذیقعد ۱۳۸۲ھ ۳۰ مارچ ۱۹۶۳ء
نواسہ کی ولادت (شاہ سراج الحق قادری)	بعمر ۵۰/ سال ۱۳ شعبان ۱۳۸۶ھ ۲۷/ نومبر ۱۹۶۶ء
دارالعلوم امجدیہ میں تدریسی خدمات	بعمر ۵۰/ سال ۱۳۸۶ھ ۱۹۶۶ء
میمن مسجد (کھوڑی گارڈن) میں امامت وخطابت	بعمر ۵۳/ سال ۱۳۸۹ھ ۱۹۶۹ء
حاضری بارگاہ غوثیت اور سعادت حج وغیرہ	بعمر ۵۴/ سال ۱۳۹۰ھ ۱۹۷۰ء
صاحبزادہ کی ولادت (معین الدین صدیقی)	بعمر ۵۶/ سال ۲/ صفر ۱۳۹۲ھ ۱۸/ مارچ ۱۹۷۲ء
رضا عرس کمیٹی (بزم رضا) کا قیام	بعمر ۵۶/ سال ۲۸/ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ ۱۹۷۲ء
مولانا ضیاء الدین مدنی سے خلافت	بعمر ۶۱/ سال، ۲۰/ رجب ۱۳۹۷ھ ۱۹۷۷ء
ہندوستان کا سفر	بعمر ۶۴/ سال ۱۴۰۰ھ، جنوری ۱۹۸۰ء
مدرسہ انوار القرآن کا بنیاد سنگ	بعمر ۶۴/ سال ۸/ رجب ۱۴۰۰ھ ۲۳/ مئی ۱۹۸۰ء
پوتے کی ولادت (اسعد صدیقی)	بعمر ۶۴/ سال، ۱۷/ ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ ۲۸/ اکتوبر ۱۹۸۰ء
ضیاء ٹیپ لائبریری کا قیام	بعمر ۶۵/ سال ۱۴۰۱ھ ۱۹۸۱ء
مفتی اعظم ہند کے چہلم میں شرکت (بریلی شریف)	بعمر ۶۵/ سال ۱۴۰۲ھ ۱۹۸۱ء
وصال شریف	بعمر ۶۷ سال ۷ جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ ۲۳ مارچ ۱۹۸۳ء

☆☆☆

اسنادِ حدیث

حضرت علّامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ

حُسنِ ترتیب: مفتی محمد اکرام المحسن فیضی

حضرت علاّمہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ

↓

قطبِ مدینہ مولانا شاہ ضیاء الدین احمد قادری مدنی

↓

امام یوسف نبہانی	علامہ بدر الدین حسنی	علامہ سید احمد ریفی	علامہ عمران بن برکہ	علامہ وصی احمد سورتی	علامہ سید احمد شریف سنوسی	علامہ محمد عبد الباقی انصاری
شیخ محمد حمزاوی	شیخ ابراہیم سقا	شیخ محمد بن علی سنوسی	شیخ محمد بن علی سنوسی	شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی	شیخ محمد مہدی سنوسی	شیخ علی بن ظاہر وتری
شیخ عبد الرحمٰن کزبری	محمد بن سالم ثعیاب	شیخ عبد العزیز حبشی	شیخ ابو طالب مازونی	شاہ عبد العزیز دہلوی	شیخ محمد بن علی سنوسی	شیخ احمد منۃ اللہ ازہری
شیخ محمد کزبری	احمد بن حسن جوہری	شیخ عبد الرزاق جیلانی	شیخ ابراہیم کورانی	شاہ ولی اللہ دہلوی	شیخ ابو حفص عطار	شیخ امیر کبیر
شیخ عبد الرحمٰن کزبری	سالم بن عبد اللہ بصری	شیخ فخر ابن البخاری	شیخ عبد اللہ لاہوری	شیخ ابو طاہر کردی	شیخ طاہر سنبل	شیخ علی صعیدی
شیخ محمد عقیلہ مکی	شیخ شمس بابلی	حافظ محمد بن ناصر	شیخ قطب نہروالی	شیخ ابراہیم کردی	شیخ محمد سعید سنبل	شیخ محمد عقیلہ مکی
شیخ حسن بن علی عجیمی	ابراہیم لقانی	شیخ ابو الفتح بن ابو الفوارس	شیخ ابو الفتوح طاؤسی	شیخ صفی الدین قشاشی	شیخ عید بن علی نمرسی	شیخ حسن عجیمی
شیخ احمد بن محمد عجل یمنی	علی بن ابراہیم حلبی	شیخ سرخسی	شیخ بابا یوسف ہروی	شیخ شناوی	شیخ عبد اللہ بن سالم بصری	شیخ شمس الدین بابلی

عشق رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ایمان کی جان ہے

حضرت عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی یارسول اللہصلی اللہ تعالی علیہ وسلم ! آپ مجھے میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ پیارے ہیں۔ سرکار دو عالمصلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کوئی ہر گز مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اسکی جان سے بھی زیادہ پیارانہ ہو جائوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی آقا! اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ فرمایا، اے عمر! اب تیرا ایمان کامل ہو گیا۔

(بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبی، ۴/ ۲۸۳ حدیث: ۶۶۳۲)
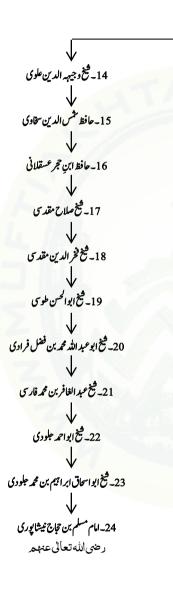
سندِ صحیح بخاری

حضرت علّامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ

سندِ صحیح مسلم

حضرت علّامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ

سند سنن نسائی

حضرت علّامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ

سندِ سننِ ابوداؤد

حضرت علّامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ

1۔ علامہ قاری مصلح الدین صدیقی
2۔ حافظِ ملت علامہ عبد العزیز مبارک پوری
3۔ صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی
4۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری
5۔ امام احمد بن زینی دحلان مکی
6۔ شیخ عثمان بن حسن دمیاطی
7۔ شیخ محمد امیر کبیر مصری
8۔ شیخ بدر حنفی
9۔ شیخ بدیر
10۔ شیخ ابراہیم کردی
11۔ شیخ صفی الدین قشاشی
12۔ شیخ شمس الدین رملی

13۔ شیخ زکریا انصاری
14۔ شیخ عزالدین ابنِ فرات
15۔ شیخ ابو حفص عمر مراغی
16۔ شیخ علی بن احمد نجاری
17۔ شیخ ابو حفص عمر بغدادی
18۔ شیخ ابراہیم بن محمد کرخی
19۔ حافظ ابو بکر بغدادی
20۔ شیخ ابو عمر قاسم ہاشمی
21۔ شیخ ابو علی محمد بن احمد لولوی
22۔ امام سلیمان بن اشعث سجستانی

رضی اللہ تعالیٰ عنہم

سندِ سننِ ابنِ ماجہ

حضرت علّامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ

سندِ جامع ترمذی

حضرت علاّمہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ

سندِ مؤطا امام مالک

حضرت علّامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ

1۔ علامہ قاری مصلح الدین صدیقی

↓

2۔ قطبِ مدینہ مولانا ضیاء الدین احمد مدنی

↓

3۔ شیخ سیّد احمد شریف سنوسی

↓

4۔ شیخ احمد بن عبد القادر ریفی

↓

5۔ شیخ سیّد محمد بن علی سنوسی

↓

6۔ شیخ عبد الحفیظ عُجیمی

↓

7۔ شیخ صالح فلانی

↓

8۔ شیخ ابنِ سنہ

↓

9۔ شیخ ابنِ ارکماس حنفی

↓

10۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی

↓

11۔ شیخ ابو العباس بن خراط

↓

12۔ شیخ ابن جابر وادیاشی

↓

13۔ شیخ عبد اللہ بن محمد قرطبی

↓

14۔ شیخ احمد بن یزید قرطبی

↓

15۔ شیخ محمد بن عبد الرحمٰن قرطبی

↓

16۔ شیخ ابو عبد اللہ محمد بن فرج

↓

17۔ شیخ یونس صغار

↓

18۔ شیخ یحیی بن عبد اللہ لیثی

↓

19۔ شیخ عبید اللہ بن یحییٰ

↓

20۔ شیخ یحییٰ بن یحییٰ لیثی

↓

21۔ سیدنا امام مالک

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بیعت وارشاد
اجازت وخلافت

اسنادِ سلاسلِ طریقت

حضرت علاّمہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ
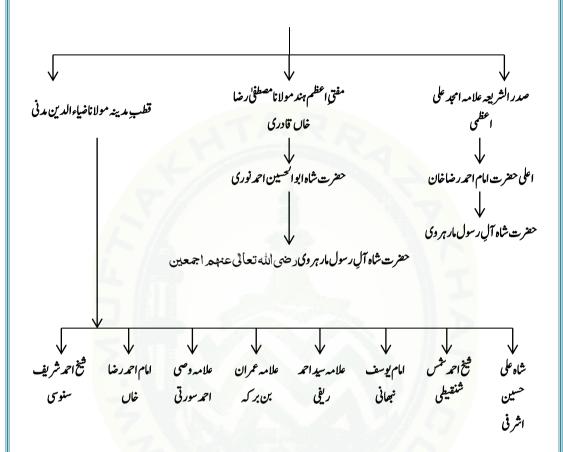
سنت سے محبت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہسے روایت ہے کہ میرے آقا و مولیٰصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے میرے بیٹے اگر تم سے ہو سکے تو صبح و شام ایسے رہو کہ تمہارے دل میں کسی کی طرف سے کینہ نہ ہو، پھر فرمایا اے میرے بیٹے یہ میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔

(ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الاخذ بالسنۃ۔۔۔الخ، ۴/۳۰۹حدیث:۲۶۸۷)

سندِ سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ

حضرت علّامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ

قبر میں اہم سوال

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جب مردے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے پھر اسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ تو ان صاحب یعنی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق کیا کہتا تھا؟ مومن کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو اس سے کہا جاتا ہے کہ اپنا دوزخ کا ٹھکانا دیکھ لے جسے اللہ تعالیٰ نے جنت کے ٹھکانے میں بدل دیا تو وہ ان دونوں ٹھکانوں کو دیکھ لیتا ہے لیکن جب منافق اور کافر سے کہا جاتا ہے کہ تو ان صاحب کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتا تھا تو وہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا جو لوگ کہتے تھے میں بھی وہی کہتا تھا تو اسے کہا جاتا ہے کہ تو نے نہ پہچانا اور نہ قرآن پڑھا پھر اسے لوہے کے ہتھوڑے سے مارا جاتا ہے جس سے وہ ایسی چیخیں مارتا ہے کہ انسان اور جنوں کے سوا تمام چیزیں سنتی ہیں۔

(بخاری، کتاب الجنائز، باب المیت یسمع خفق النعال، ۱/ ۴۵۰ حدیث: ۱۳۳۸)

سندِ سلسلۂ قادریہ منوریہ معمریہ اشرفیہ

حضرت علّامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ

1۔ علّامہ قاری مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

2۔ قطبِ مدینہ مولانا ضیاء الدین احمد مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

3۔ شیخ المشائخ حضرت شاہ علی حسین اشرفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

4۔ شاہ محمد امیر کابلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

5۔ شاہ عبد الکریم رام پوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

6۔ شاہ سیّد منور الٰہ آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

7۔ حضرت شاہ دولہ گجراتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

8۔ سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

9۔ خواجہ ابو سعید مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

10۔ شیخ ابو الحسن ہکاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

11۔ شیخ ابو الفرح طرطوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

12۔ شیخ عبد الرحمٰن تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

13۔ شیخ ابو بکر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

14۔ شیخ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

15۔ شیخ سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

16۔ شیخ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

17۔ امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

18۔ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

19۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

20۔ امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

21۔ امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

22۔ سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

23۔ سیّدنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالیٰ وَجْھَہٗ

24۔ امام الانبیاء حضور سرورِ دو عالم ﷺ

سندِ سلسلۂ عالیہ قادریہ سنوسیہ معمریہ

حضرت علّامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ

1۔ علامہ قاری مصلح الدین صدیقی

↓

2۔ قطبِ مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد قادری مدنی

↓

3۔ حضرت علامہ شیخ سیّد احمد شریف سنوسی

↓

4۔ علامہ شیخ محمد مہدی سنوسی

↓

5۔ علامہ شیخ محمد بن علی سنوسی

↓

6۔ علامہ شیخ معمر عبد العزیز حبشی

↓

7۔ جگر گوشۂ غوثِ اعظم سیّدنا امام عبد الرزّاق جیلانی

↓

8۔ شہنشاہِ بغداد سیّدنا سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

سندِ حزب البحر

حضرت علّامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ

1۔ علامہ قاری مصلح الدین صدیقی

2۔ مفتیِ اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خاں

3۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری

4۔ حضرت سید شاہ آل رسولِ مارہروی

5۔ حضرت سید آلِ احمد اچھے میاں

6۔ حضرت سید شاہ حمزہ

7۔ حضرت سید شاہ آلِ محمد

8۔ حضرت شاہ برکت اللہ

9۔ سید مربی بلگرامی

10۔ سید عبد النبی بلگرامی

11۔ سید میر طیب بلگرامی

12۔ شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی

13۔ شیخ عبد الوہاب متقی

14۔ شیخ علی متقی

15۔ شیخ احمد رومی

16۔ شیخ عثمان دیمی

17۔ شیخ شمس الدین محمد بن حماد

18۔ شیخ ناصر الدین بن ملیق

19۔ شیخ شہاب الدین ملیق

20۔ شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ اسکندری

21۔ شیخ ابو العباس مرسی

22۔ حضرت سیدنا ابو الحسن شاذلی

رضی اللہ تعالیٰ عنہم

23۔ سرکارِ دوعالم حضور نبی کریم ﷺ

سندِ دلائل الخیرات

حضرت علّامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ

1۔ علامہ قاری مصلح الدین صدیقی

↓

2۔ صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی

↓

3۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں

↓

4۔ حضرت شاہ آلِ رسول مارہروی

↓

5۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی

↓

6۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

7۔ شیخ ابو طاہر مدنی

↓

8۔ شیخ احمد نخلی

↓

9۔ شیخ عبد الرحمٰن ادریسی

↓

10۔ شیخ احمد ادریسی

↓

11۔ شیخ محمد ادریسی

↓

12۔ شیخ احمد

↓

13۔ امام محمد بن سلیمان جزولی رضی اللہ تعالیٰ عنہم صاحبِ دلائل الخیرات

سندِ قصیدۂ بردہ شریف

حضرت علّامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ

1۔ علامہ قاری مصلح الدین صدیقی

↓

2۔ مفتیِ اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خاں

↓

3۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری

↓

4۔ حضرت سیّد شاہ آلِ رسول مارہروی

↓

5۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی

↓

6۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

↓

7۔ شیخ ابو طاہر مدنی

↓

8۔ شیخ احمد نخلی

↓

9۔ شیخ محمد بن علاء عاملی

↓

10۔ شیخ سالم سنہوری

↓

11۔ شیخ نجم الدین غیطی

↓

12۔ شیخ زکریا انصاری

↓

13۔ شیخ ابو اسحاق صالحی

↓

14۔ شیخ صلاح محمد بن محمد حسن شاذلی

↓

15۔ امام شرف الدین محمد بن سعید حماد بوصیری رضی اللہ تعالی عنہم

شجرۂ علیہ حضراتِ عالیہ قادریہ برکاتیہ

رضوانُ اللہِ تعالیٰ علیہم اجمعین الیٰ یومِ الدین،

یا الٰہی! رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے
یا رسول اللہ کرم کیجیے خدا کے واسطے

مشکلیں حل کر شہِ مشکل کشا کے واسطے
کر بلائیں رد شہیدِ کربلا کے واسطے

سیدِ سجاد کے صدقہ میں ساجد رکھ مجھے
علمِ حق دے باقرِ علمِ ہدیٰ کے واسطے

صدقِ صادق کا تصدق صادق الاسلام کر
بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے

بہرِ معروف و سری معروف دے بیخود سری
جندِ حق میں گن جنیدِ باصفا کے واسطے

بہرِ شبلی شیرِ حق دنیا کے کتوں سے بچا
ایک کا رکھ عبدِ واحد بے ریا کے واسطے

بوالفرح کا صدقہ کر غم کو فرح دے حسن و سعد
بوالحسن اور بوسعیدِ سعد زا کے واسطے

قادری کر قادری رکھ قادریوں میں اٹھا
قدرِ عبد القادرِ قدرت نما کے واسطے

اَحسَنَ اللہُ لَہٗ رزقاً سے دے رزقِ حسن
بندۂ رزاق تاج الاصفیا کے واسطے

نصر ابی صالح کا صدقہ صالح و منصور رکھ
دے حیاتِ دیں محیِ جانفزا کے واسطے

ؓ رضی اللہ عنہم

طورِ عرفان و علو و حمد و حسنیٰ و بہا
دے علی موسیٰ حسن احمد بہا کے واسطے

بہرِ ابراہیم مجھ پر نارِ غم گلزار کر
بھیک دے داتا بھکاری بادشا کے واسطے

خانۂ دل کو ضیا دے روئے ایماں کو جمال
شہِ ضیا مولیٰ جمال الاولیا کے واسطے

دے محمد کے لیے روزی کر احمد کے لیے
خوانِ فضل اللہ سے حصہ گدا کے واسطے

دین و دنیا کی مجھے برکات دے برکات سے
عشقِ حق دے عشقیِ عشق انتما کے واسطے

حبِ اہلِ بیت دے آلِ محمد کے لیے
کر شہیدِ عشق حمزہ پیشوا کے واسطے

دل کو اچھا تن کو ستھرا جان کو پرنور کر
اچھے پیارے شمسِ دین بدر العلیٰ کے واسطے

دو جہاں میں خادمِ آلِ رسول اللہ کر
حضرتِ آلِ رسول مقتدا کے واسطے

نورِ جان و نورِ ایماں نورِ قبر و حشر دے
بوالحسین احمدِ نوری لقا کے واسطے

کر عطا احمد رضائے احمدِ مرسل مجھے
میرے مولیٰ حضرتِ احمد رضا کے واسطے

بہرِ امجد کر عطا ہم کو رضائے مصطفیٰ
اور شریعت کی بہا سیدی ابوالعلیٰ کے واسطے

سایۂ جملہ مشائخ یا خدا ہم پر رہے
رحم فرما آلِ رحمٰن مصطفیٰ کے واسطے

گنبدِ خضریٰ کی ٹھنڈی چھاؤں میں ہم کو بلا
نائبِ غوث و رضا مولیٰ ضیا کے واسطے

ظاہر و باطن کی کر اصلاح دے فوز و فلاح
مصلح الدین خادمِ دینِ ہدیٰ کے واسطے

صدقہ ان اعیاں کا دے چھ عین عز علم و عمل
عفو و عرفاں عافیت اس بے نوا کے واسطے

***

سیرت و کردار، اربابِ علم و دانش کی نظر میں

آفتاب ولایت

حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ

تحریک آزادی پاکستان میں علماء مشائخ اور صوفیائے کرام نے اپنا نمایاں کردار ادا کیا ہے علماء و مشائخ اہلسنت نے بانئ پاکستان محمد علی جناح کی قیادت میں بر صغیر میں مسلمانوں کی سب سے بڑی سیاسی جماعت مسلم لیگ کے ہاتھ مضبوط کر کے قیام پاکستان کیلئے راہ ہموار کی بالآخر ۱۴، اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان دنیا کی پہلی اور نظریاتی اسلامی مملکت کے طور پر دنیا کے نقشہ پر نمودار ہوا۔

قاری محمد مصلح الدین صدیقی کا شمار بھی ایسی ہی محترم و مقدس ہستیوں میں ہوتا ہے جنھوں نے دینِ اسلام کی ترقی و ترویج اور اشاعت اسلام اور روحانی و اخلاقی اقدار کے فروغ میں انتھک جدوجہد کی، قاری صاحب علماء کرام میں اپنا منفرد اور بے مثال مقام رکھتے تھے آپ سچے عاشق رسول اور صاحب کمال دینی و روحانی بزرگ تھے تحریک پاکستان اور فروغِ اسلام و عقائد اہل سنت کی سربلندی کیلئے آپ نے جو خدمات انجام دیں انہیں مدتوں فراموش نہیں کیا جا سکتا قاری مصلح الدین صدیقی پاکستان میں سلسلۂ قادریہ کے ممتاز و معروف روحانی پیشوا تھے آپ کی ذات گرامی علماء صوفیائے کرام میں خاص توجہ اور عقیدت و محبت کا مظہر تھی جسے بھی آپکی صحبت اور محبت میسر آئی وہ رسول اللہ کا گرویدہ اور شیدائی بن کر رہ گیا آپ کے انتقال سے عوام اہلسنت ایک مذہبی پیشوا اور دینی رہنما سے محروم ہو گئے اور آپ کی وفات سے جو خلاء پیدا ہو گیا ہے وہ عرصۂ دراز تک پُر نہیں ہو سکے گا۔

علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی دیگر بزرگان دین کی طرح سلسلۂ قادریہ میں حضرت غوث پاک محبوب یزدانی سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی سے خاص نسبت پائی تھی آپ نے اللہ و رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری یعنی قرآن شریعت پر کاربند رہنے کے بعد حضرت غوث پاک کی تعلیمات مقدسہ پر خصوصی طور پر عمل کیا تھا اسی لئے قدرت کاملہ نے اپنے آپ کو اپنی بہترین نعمتوں سے نوازا تھا۔ مصلح الدین کے معنی دین کی اصلاح کرنے والے کے ہوتے ہیں آپ نے اپنی زندگی کے ہر دور میں دین اسلام کی اس خدمت کو احسن طریقہ پر پورا کیا۔ آپ پیران پیر محبوب ربانی کی محبت اور عقیدت میں صوفیاء کرام کے شانہ بشانہ رہے۔

غوث الثقلین بیان فرماتے ہیں کہ اگر بلا و مصائب نہ ہوتے تو تمام لوگ عابد و زاہد بن جاتے لیکن مسلمانوں پر جب کوئی بلا آتی ہے تو وہ صبر کا دامن چھوڑ دیتے ہیں اور اپنے رب کے دروازے سے دور ہو جاتے ہیں یاد رکھو جو صبر کے امتحان میں پورا نہ اترا وہ عطائے الٰہی سے محروم رہ گیا جب تم نے صبر و رضا کو چھوڑ دیا تو تم اللہ کی عبودیت سے

خارج ہو گئے ایک جگہ ارشاد محبوب ربانی ہے کہ فقراء کو اذیت دینے والے تجھ پر افسوس تو عنقریب مرے گا تو گھسیٹ کر گھر سے باہر نکالا جائے گا اور جس حال پر تو اپنی جان نثار کرتا ہے یہ لوٹایا جائے گا نہ تجھے کوئی نفع دے گا اور نہ کوئی بلا دور کرے گا حضور غوث پاک صبر ہی کو اللہ تعالیٰ کی خشنودی قرار دیتے ہیں آپ کے نزدیک صبر ہی عبد اور معبود کے درمیان رشتہ کر مزید مستحکم کرتا ہے صبر ورضا کو چھوڑ دینا آپ کی تعلیمات کے منافی ہے۔

قاری محمد مصلح الدین صدیقی کے سلسلہ قادریہ کے روحانی پیشوا ہونے کی وجہ سے سلسلۂ قادریہ کی تعلیمات آپ کی زندگی کا جزو لاینفک بن چکی تھیں وہ زہد و تقویٰ اور پرہیز گاری علم اور بردباری کا کامل نمونہ تھے شفقت و محبت کا منبع آپ کی ذات گرامی ہی سے نکلتا ہے۔ آپ بہت ہی مختصر جامع اور قابل فہم الفاظ میں تقریر کرتے تھے آپ کا انداز اس قدر دل نشین ہوتا کہ ہر لفظ دل و دماغ میں پیوست ہو کر رہ جاتا تھا آپ ایک عالم دین اور سلسلۂ قادریہ کے پیر طریقت و تصوف ہونے کی حیثیت سے صرف مذہبی اور روحانی محفلوں میں شریک ہوتے تھے آپ کی ان محافل میں شرکت کے باوجود آپ تصویر اتارنے کی سختی سے ممانعت فرماتے تھے آپ ہر غیر شرعی کام کو ناپسندیدگی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

قاری محمد مصلح الدین صدیقی کا تعلق ہندوستان کے ضلع نانڈھیرے سے تھا آپ اس ضلع کے قصبہ قندھار شریف کے ایک ممتاز و معروف دینی و علمی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد گرامی مولانا غلام جیلانی قندھاری بھی اپنے دور کے ایک جید عالم تھے۔ قاری محمد مصلح الدین قادری نے حافظ ملت علامہ عبد العزیز مبارکپوری سے علمی استفادہ کیا۔ ان کے علاوہ مولانا حامد رضا خان بریلوی اور مولانا امجد علی سے بھی اکتساب علم کیا۔ قاری صاحب حافظ قرآن تھے سلسلہ قادریہ میں آپ مولانا امجد علی اعظمی، مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ خان خان بریلوی قادری اور مولانا شاہ محمد ضیاء الدین مدنی علیھم الرحمتہ کے خلیفہ مجاز کی حیثیت رکھتے تھے، قاری مصلح الدین صاحب پندرہ سال تک دار العلوم امجدیہ عالمگیر روڈ کراچی میں مذہبی تدریسی اور علمی خدمات انجام دیتے رہے اس کے علاوہ مدرسہ انوار القرآن اور اس سے متعلق دار المطالعہ بھی آپ کے فیض علم و آگہی کا ایک جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

مولانا عبد الحامد بدایونی اور علامہ ضیاء الدین القادری، قاری مصلح الدین صاحب کی بڑی عزت و تکریم کرتے تھے اور انہیں اپنی روحانی مجلسوں اور محافل میں مدعو کرنے کیلئے مخصوص دعوت نامہ ارسال کرتے تھے۔

آپ کے وصال کی خبر ۲۳ مارچ ۱۹۸۳ء کو آپ کے خلفائے کرام، مریدین، متوسلین اور محبین میں بڑے دکھ اور صدمہ کے ساتھ سنی گئی۔ قاری محمد مصلح الدین صدیقی کراچی میں حرکت قلب بند ہونے سے اپنے معبود حقیقی سے جا ملے۔ پاکستان کی ہر دینی، مذہبی، روحانی تنظیم نے آپ کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا آپ کی نماز جنازہ علامہ محمد اختر رضا خان بریلوی نے پڑھائی۔

ہزاروں لوگوں نے اشکبار آنکھوں سے آپ کا آخری دیدار کیا۔ مدینہ منورہ میں آپ کے وصال کی اطلاع بذریعہ ٹیلیکس مولانا فضل الرحمٰن مدنی کو دی گئی۔ نامور مشائخ و علماء کرام نے آپ کی رحلت کو ایک قوی سانحہ قرار دیتے ہوئے آپ کے درجات کی مزید سربلندی کیلئے خصوصی دعائیں مانگیں۔ آپ کا جسدِ خاکی کھوڑی گارڈن کراچی میں محو استراحت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان محترم و مقدس ہستیوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے اور ان کے مشن کو جاری و ساری رکھے۔ آمین۔

ایمان، اسلام اور احسان

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص آیا جس کے کپڑے بہت سفید اور بال بہت سیاہ تھے اس پر سفر کے آثار بھی ظاہر نہ تھے اور ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا بھی نہ تھا وہ آقا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بالکل قریب بیٹھ گیا اور اپنے ہاتھ اپنے زانو پر رکھ کر عرض گذار ہوا یارسول اللہصلی اللہ تعالی علیہ وسلم مجھے اسلام کے متعلق بتایئے آپ نے فرمایا، اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رمضان کے روزے رکھو اور اگر استطاعت ہو تو حج بیت اللہ کرو اس نے عرض کیا آپ نے سچ فرمایا، ہمیں تعجب ہوا کہ خود ہی سوال کرتا ہے اور تصدیق بھی کرتا ہے (گویا کہ جانتا ہے)، پھر عرض کیا مجھے ایمان کے متعلق بتایئے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اسکے رسولوں اور آخرت کے دن اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لاؤ عرض کیا آپ نے سچ فرمایا، پھر عرض کیا مجھے احسان کے متعلق بتایئے فرمایا، اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ ضرور یقین رکھو کہ وہ تمہیں دیکھتا ہی ہے۔

(بخاری، کتاب الایمان، باب سوال جبریل النبی۔۔۔ الخ، ۱/۳۱ حدیث: ۵۰)

زینتِ محفل احبابؒ

حضرت علامہ مولانا محمد معین الدین شافعی علیہ الرحمہ

کسی شخصیت کی عظمت کا دارو مدار اس کی جسامت وقد کاٹھ پر نہیں بلکہ علم وزہد و تقویٰ اور حسن خلق انسان کی عظمت کی بنیاد ہیں۔

جب میں حضرت مولانا قاری محمد مصلح الدین صاحب صدیقی قادری علیہ الرحمہ کی شخصیت کا جائزہ لیتا ہوں تو وہ مجھے اس لئے عظیم نظر آتے ہیں کہ وہ صحیح معنوں میں عالم بھی تھے زاہد اور متقی بھی تھے اور حسن خلق کے پیکر بھی تھے۔

علم کا یہ عالم تھا کہ تفسیر و حدیث پر مکمل عبور تھا، فقہی مسائل پر گہری نظر تھی اور ادب و فن پر کامل دسترس حاصل تھی۔ وہ بیک وقت محتاط مفتی، کامیاب مقرر اور بہترین مدرس تھے۔

زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ فرائض کی ادائیگی کے ساتھ سنتوں کی ادائیگی کے بھی سختی سے پابند تھے۔ یہاں تک کہ مستحبات کا بھی بڑا خیال رکھتے تھے اوراد ووظائف کی پابندی یہاں تک تھی کہ انتہائی مصروفیات کے باوجود بھی ناغہ نہیں ہونے دیتے تھے۔

ایک خاص بات یہ تھی کہ مسلک سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد برحق شاہ عبدالمصطفیٰ امام احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ العزیز کے بڑے سختی سے پابند تھے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ارشاد کے سامنے بڑے سے بڑے عالم کی بات بھی نہیں مانتے تھے۔ لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانے کا مسئلہ ہو یا چین کا۔ انہوں نے بہر صورت خود کو حالات کے سانچے میں ڈھالنے سے بچایا نہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھی نہ پڑھائی اور نہ چین والی گھڑی کو جائز جانا۔ یہی وجہ ہے کہ بریلی شریف سے جب حضرت فیض درجت رہبر شریعت نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ محمد ابراهیم رضا جیلانی میاں صاحب قدس سرہ کراچی تشریف لائے تو انہوں نے نماز جمعہ حضرت قاری محمد مصلح الدین صدیقی قادری علیہ الرحمۃ کی مسجد میں ادا کرنے کو ترجیح دی۔

حسنِ خلق کا یہ عالم تھا کہ مسکراہٹ ہر وقت لبوں پر کھیلتی تھی۔ اپنے ہوں یا بیگانے سب ان کے حسنِ خلق کے معترف تھے۔ جہاں حلقۂ ارادت وسیع تھا وہاں احباب کی تعداد بھی کم نہ تھی شب زندہ دار بھی تھے اور زینتِ محفل احباب بھی تھے زبان میں نظامت بھی اور لطافت بھی تھی۔ طبیعت میں نفاست بھی تھی اور کسی حد تک

ظرافت بھی حلقۂ ذکر و فکر میں اسرار و رموز تصوف بھی بیان کرتے اور محفلِ احباب میں لطائف و ظرائف کے پھول بھی برساتے لیکن ان لطائف وظرائف میں بھی اصلاح و فلاح کا رنگ غالب رہتا۔

حلقۂیاراں میں ریشم کی طرح نرم تھے اور رزمِ حق و باطل میں فولاد تھے باطل کے مقابلہ میں کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوئے۔ اپنے مسلک کے سلسلہ میں خود میں کبھی لچک پیدا نہیں ہونے دی۔

حضرت قاری صاحب علیہ الرحمۃ کی زندگی قول و فعل کی ہم آہنگی۔ قلب و نظر کی پاکیزگی اور عزم و ثبات کا بہترین نمونہ تھی اور یہ نمونہ ہم سب کو پیشِ نظر رکھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔

☆☆☆

احوال برزخ حضور علیہ السلام سے پوشیدہ نہیں

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریمصلی اللہ تعالی علیہ وسلم بنی نجار کے باغ میں اپنے خچر پر سوار تھے کہ اچانک خچر بدکا وہاں پانچ چھ قبریں تھیں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان قبروں کو کوئی پہچانتا ہے؟ ایک شخص نے عرض کی جی ہاں، ارشاد فرمایا یہ کب مرے؟ عرض کی زمانہ شرک میں، تو حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جارہاہے اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم مردے دفن کرنا چھوڑ دوگے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ یہ عذاب تمہیں بھی سنادے جو میں سن رہاہوں۔ پھر ہماری طرف چہرہ کرکے فرمایا، دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو سب نے کہا، ہم دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں فرمایا، عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو سب نے کہا ہم عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں پھر فرمایا، ظاہر و پوشیدہ فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو سب نے کہا ہم ظاہر و پوشیدہ فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں پھر فرمایا، دجال کے فتنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو سب نے کہا ہم دجال کے فتنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

(مسلم، کتاب الجنۃ والصفۃ، باب عرض مقعد المیت۔۔۔ الخ، ص:۱۵۳۴ حدیث:۲۸۶۷)

سچے عاشق رسول

شہزادہ صدر الشریعہ حضرت علامہ عبد المصطفیٰ ازہری علیہ الرحمہ

شہزادۂ صدر الشریعہ شیخ الحدیث و تفسیر حضرت علامہ عبد المصطفیٰ الازہری علیہ الرحمہ سے پیر طریقت حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ کی حیات مبارکہ پر جناب حافظ سراج امجدی اور جناب ندیم احمد نے انٹرویولیا قارئین کی معلومات کیلئے پیش خدمت ہے۔(ادارہ)

حضرت علامہ عبد المصطفیٰ الازہری نے حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی ابتدائی ملاقاتوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ۱۹۳۳ء میں مصر جاتے وقت قاری صاحب سے ملاقات ہوئی تھی اس وقت وہ طالبعلم تھے۔ اور جب قاری صاحب فارغ التحصیل ہوئے تو قاری صاحب کے استاد حضرت حافظ ملت مولانا عبد العزیز مبارکپوری قاری صاحب اور دیگر طالبعلموں کو لے کر صدر الشریعہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بخاری شریف کا سبق والد صاحب سے پڑھوایا اور اس کے بعد قاری صاحب کو داخلِ سلسلہ کیا اس لحاظ سے قاری صاحب حضرت صدر الشریعہ کے مرید ہی نہیں بلکہ شاگرد بھی ہیں۔ البتہ قاری صاحب کی ابتدائی تعلیم حیدرآباد دکن میں اور زیادہ تر تعلیم جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں مکمل ہوئی آپ ایک لائق اور اچھے طالب علم تھے جس کی وجہ سے دیگر طلباء میں آپ کو ایک منفرد حیثیت حاصل تھی۔ جبکہ حضرت مفتی ظفر علی نعمانی بھی مبارکپور میں ان کے ساتھ ہی زیر تعلیم رہے ہیں اور غالباً وہ ایک درجہ قاری صاحب سے آگے تھے۔

قاری مصلح الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کرام کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ان کے اساتذہ میں حضرت حافظ ملت مولانا عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ مولانا سلیمان رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ہیں اور قاری صاحب کی تعلیم و تربیت میں ان بزرگوں کا کافی حصہ ہے۔

حضرت قاری مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی امامت اور خطابت کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ان کی اقتداء میں کئی مرتبہ نمازیں ادا کیں ہیں تاہم ۱۹۵۰ء میں جب قاری صاحب اخوند مسجد میں امامت اور خطابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ اتفاقاً جب بھی قاری صاحب کے یہاں گیا اور نماز کا وقت ہوتا تو میری موجودگی میں قاری صاحب نماز نہ پڑھاتے۔ البتہ امجدیہ میں تقاریب کے موقع پر ہم لوگ قاری صاحب کو امامت کیلئے آگے کر دیا کرتے تھے اور وہ امامت فرمایا کرتے تھے۔ اور جہاں تک قاری صاحب کی اقتداء میں تراویح

ادا کرنے کا تعلق ہے تو ایسا اتفاق کبھی نہیں ہوا۔ کیونکہ اس زمانے میں میں خود الم ترکیف کی تراویح کی امامت کرتا تھا بعد ازاں پھر قاری رضا المصطفیٰ صاحب تشریف لے آئے تو پھر ان کی اقتداء میں تراویح پڑھنے لگا۔

ویسے قاری محمد مصلح الدین رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش الحان قاری تھے۔ قرآن بہت صاف اچھا اور تیز پڑھا کرتے تھے۔ البتہ جلسوں میں قاری صاحب کی قرأت سماعت کی ہے۔ سحر آفرین انداز میں وہ تلاوت فرماتے تھے۔ قاری صاحب کو مدینہ منورہ کے ایک مشہور قاری الحسینی جو امجدیہ کے قریب ہی رہا کرتے تھے۔ ان کے ہمراہ مشق کرتے بھی دیکھا بعد میں قاری الحسینی مستقل طور پر مدینہ منورہ منتقل ہو گئے تھے۔

قاری مصلح الدین رحمۃ اللہ علیہ کی تدریسی زندگی اور امجدیہ کی خصوصی خدمات کے سلسلے میں جواب دیتے ہوئے کہا کہ غالباً ۱۹۶۹ میں مدرس ہوئے وہ زیادہ تر دینیات کی کتب کے اسباق پڑھاتے اور ان کا شمار اچھے استادوں میں ہوتا تھا۔ جنہوں نے اپنے شاگردوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں کافی محنت و مشقت اٹھائی ہے۔

امجدیہ میں تفسیر اور فقہ کی کتب کا درس دیتے رہے یہاں تک کہ ان پر عارضہ قلب کا حملہ ہوا اور آنے جانے میں کافی دشواری محسوس ہوئی تو ایک عرصہ تک رکشے میں دارالعلوم امجدیہ تشریف لاتے رہے لیکن بعد میں طبیعت کی وجہ سے معذرت کی لیکن امجدیہ نے ان کی درخواست کو قبول نہیں کیا اور آپ امجدیہ کی خدمات پوری عمر کرتے رہے اور وہ باقاعدگی کے ساتھ ہر سال خاص طور پر اور وقتاً فوقتاً خطیر عطیات جمع کر کے دارالعلوم کی مدد اور اعانت فرماتے اور اس پر خلوص اعانت کے سلسلے کو تاحال ان کے سجادہ نشین اور داماد حضرت مولانا سید شاہ تراب الحق نے برقرار رکھا ہوا ہے۔ یہ ان کی امجدیہ سے محبت کا بین ثبوت ہے کہ وہ اس ادارے کو اپنے مرشد کے مشن کی تکمیل کا مرکز تصور کرتے تھے۔

حضرت صدر الشریعہ سے قاری محمد مصلح الدین کی محبت اور عقیدت کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت علامہ ازہری نے کہا کہ جہاں تک محبت کا تعلق ہے۔ تو یہ ایک دلی جذبہ ہوتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ دل کی جو کیفیت ہوتی ہے اسے زبان الفاظ میں ادا کرنے سے قاصر بھی رہتی ہے۔

علامہ ازہری نے یہ بھی بتایا کہ نہ صرف قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کو صدر الشریعہ نے بیعت فرمایا بلکہ خلافت بھی عطا کی اور سند حدیث سے بھی مشرف فرمایا۔

بحیثیت پیرزادہ کے اپنے اور قاری صاحب کے روابط کے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ قاری صاحب سے بہت اچھے مراسم تھے اور والد صاحب کے عرس کے موقع پر قاری صاحب اپنے مرشد کی عقیدت میں عمامہ، جوڑا اور نذرانہ وغیرہ دیتے اور جب کبھی بھی کھوڑی گارڈن جاتا تو قاری صاحب کے کمرے میں ضرور جانا پڑتا تھا۔ اور آپ گدی پر بٹھاتے اور بہت اکرام و تعظیم کرتے تھے اور حضرت صدر الشریعہ کا بھی بے حد احترام فرماتے تھے۔

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی سے محبت و عقیدت کے بارے میں علامہ ازہری نے کہا کہ اعلیٰ حضرت سنیوں کے امام ہیں اور ان سے عقیدت و محبت فطری ہے اور یہ تو میں بتا چکا ہوں کہ حضرت قاری صاحب میں اظہار کی عادت بہت کم تھی۔ اور یہ چیز تو ورثے میں ملی ہے۔ اس ضمن میں ایک واقعہ سناتے ہوئے کہا کہ ایک مرتبہ جب شدید بارشوں میں اعلیٰ حضرت کا عرس آیا اور احباب نے عرس کے ایام میں تبدیلی کرنی چاہی تو صدر الشریعہ نے موسم کی وجہ سے تاریخ کو تبدیل کرنا گوارا نہیں کیا۔ چنانچہ وہ سلسلہ آج تک جاری و ساری ہے۔

قاری صاحب کی نعت گوئی کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ قاری صاحب بہت اچھے نعت خواں تھے اور نعت گوئی کے دوران مجمع پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ اور نعت گوئی کے دوران اعلیٰ حضرت کے کلام کے علاوہ جمیل الرحمن رضوی، حسن میاں اور دیگر شعراء کی نعتیں بھی پڑھا کرتے تھے۔ ان کی نعت گوئی کا انداز بڑا عمدہ اور اعلیٰ تھا۔

قاری صاحب کی نجی اور ذاتی زندگی کے حالات بتاتے ہوئے کہا کہ ان کے والد صاحب نہایت نیک اور صوفی آدمی تھے ان سے ملاقاتیں کی ہیں۔

قاری صاحب بحیثیت مرشد گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ایک سچے عاشق رسول تھے۔ تقویٰ، عبادت اور ریاضت یہ تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ وہ ایک کامل پیر تھے۔ اور سلسلہ بیعت کامل تھا اور ان کی شخصیت کامل پیر کے اوصاف کی حامل تھی اور شریعت کے عمل پر سختی سے پابند تھے۔

عرس کے موقع پر مریدین کے نام ایک خصوصی پیغام میں کہا کہ اتباع شریعت کی زیادہ کوشش کریں۔ صفوں میں اتحاد پیدا کریں اور پیر طریقت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت مبارکہ کو اپنائیں اور اپنے آپ کو مزید سنواریں۔

☆...☆...☆...☆

میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منانا سنت ہے

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آپ ہر پیر کا روزہ کیوں رکھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اسی دن میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ پر وحی کے نزول کا آغاز ہوا۔

(مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام۔۔۔؛ الخ، ص: ۵۹۰ حدیث: ۱۱۶۲)

انٹرویو

حضرت علامہ مفتی محمد ظفر علی نعمانی علیہ الرحمہ

دارالکتب حنفیہ کراچی نے مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۸۴ء کو دارالعلوم امجدیہ کراچی میں حضرت علامہ مفتی ظفر علی نعمانی صاحب سے حضرت قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کی سوانح حیات کے سلسلے میں انٹرویو کیا، جو قارئین کی معلومات کے لیے پیشِ خدمت ہے (ادارہ)

حضرت مفتی ظفر علی نعمانی مدظلہ العالی العالی حضرت شیخ طریقت قاری مصلح الدین نور اللہ مرقدہٗ کے اُستاد بھائی اور پیر بھائی ہیں۔ حضرت قاری مصلح الدین سے غالباً ۱۹۳۵ء میں مفتی صاحب کا دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور میں تعارف ہوا۔ اور یہ رفاقت وصال تک قائم رہی علم و عرفان کے لئے حضرت قاری مصلح الدین کی حیات کے مختلف گوشوں کو معلوم کرنے کے لئے قبلہ مفتی صاحب سے دارالعلوم امجدیہ میں ۲۲ دسمبر ۱۹۸۴ء کو ایک خصوصی ملاقات کی گئی۔ قبل اس کے کہ دوران ملاقات ہونے والی گفتگو پیش کی جائے قبلہ مفتی صاحب کا مختصر تعارف اور سوانحی خاکہ معلومات اور دلچسپی کے لئے پیش خدمت ہے۔

مفتی محمد ظفر نعمانی مدظلہ العالیٰ یوپی کے مشرقی علاقے سید پورہ ضلع بلیلا میں آج سے ۶۸ سال قبل پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی مولانا محمد ادریس ہے ابتدائی تعلیم عربی فارسی اور پرائمری تک آبائی گاؤں میں حاصل کی اور بعد ازاں دینی علوم کی تکمیل دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور سے فرمائی اور دوران طالب علمی جونا گڑھ اسٹیٹ کاٹھیاواڑ کے مقام پر حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی علیہ الرحمتہ سے بیعت فرمائی اور بیعت کے کچھ دنوں کے بعد ہی خلافت بھی عطا ہوئی تحریک پاکستان کی کامیابی کے لئے اکابر علماء اہلسنت کی قیادت میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔ اور ۱۹۴۶ء میں بنارس سنی کانفرنس جو حصول پاکستان کی تاریخ کا ناقابل فراموش واقعہ ہے اس کانفرنس میں ایک سرگرم کارکن کی حیثیت سے نمایاں خدمات انجام دیں اور نہ صرف کانفرنس میں شریک ہوئے بلکہ اس کانفرنس کی کامیابی کیلئے بھرپور کردار بھی ادا کیا۔

قیام پاکستان کے بعد مسلک حق کی اشاعت و فروغ کے لئے دارالعلوم امجدیہ کی داغ بیل ڈالی اور حصول پاکستان کے مقاصد کی تکمیل کے لئے نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور تحریک ختمِ نبوت کی کامیابی کے لئے شاندار خدمات انجام دیں اور آج بھی دارالعلوم امجدیہ کے مینجنگ ٹرسٹی کی حیثیت سے ان ہی اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے خدمات انجام دے رہے ہیں۔

سوال: حضرت شیخ طریقت قاری مصلح الدین کی پیدائش کب اور کہاں ہوئی؟

جواب: حضرت قاری صاحب کی پیدائش حیدر آباد دکن کا ضلع غالباًناندھیر میں ہوئی،(بمقام قندھار شریف)

سوال: حضرت قاری صاحب کی ابتدائی تعلیم کی تفصلا یت بتائیے؟

جواب: قاری صاحب نے کتنی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا تھا اس کا مجھے صحیح علم نہیں۔ البتہ ۱۹۳۵ء جب میں دار العلوم اشرفیہ مبارکپور آیا تو میرے آنے سے تقریباً ۶ ماہ قبل حضرت قاری صاحب دار العلوم اشرفیہ میں تشریف لا چکے تھے اور قرآن پاک حفظ کر چکے تھے۔ اور اس وقت قاری صاحب کی ابتدائی کتابوں کا درس شروع تھا جبکہ میں قاری صاحب سے ایک درجہ آگے تھا چونکہ استاد مکرم حضرت حافظ ملت مولانا عبد العزیز مبارکپوری کے تعلقات حضرت قاری صاحب کے والد محترم سے بہت اچھے اور گہرے تھے اور حضرت حافظ ملت کافی عرصے سے حیدر آباد دکن تراویح کی امامت کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور جب حضرت قاری صاحب نے حفظ مکمل کر لیا تو حضرت حافظ ملت ضلع ناندھیر قاری صاحب کی دستار بندی کے لئے تشریف لے گئے۔ حالانکہ اس وقت حضرت حافظ ملت اجمیر میں طالب علم تھے مگر دوران طالب علمی بڑے بڑے جید اکابر علماء آپ کی ذہانت، علمی صلاحیت کے سبب ان سے متاثر تھے اور علمی صلاحیتوں کا نہ صرف اعتراف کرتے بلکہ ان سے علمی استفادہ بھی کرتے تھے حضرت قاری صاحب کو ان کے والد ماجد مبارکپور لے کر آئے تھے اور اس وقت سے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قاری صاحب کا ساتھ دیا۔

سوال: حضرت قاری صاحب کو دستار فضیلت کب عطا ہوئی؟

جواب: حضرت حافظ ملت ۱۹۴۳ء میں مبارکپور سے ناگپور تشریف لے گئے تھے لہٰذا ہم تمام خاص شاگرد قبلہ قاری صاحب سمیت حضرت حافظ ملت کے ہمراہ ایک سال کے لئے ناگپور آ گئے اور قاری صاحب سمیت ہم تمام کی وہاں دستار بندی کی گئی حالانکہ دورۂ حدیث کی تکمیل مبارکپور میں ہی ہو چکی تھی لیکن یہاں دار العلوم کی کارکردگی بڑھانے کی غرض سے دستار فضیلت کی تقریب ہوئی بعد ازاں ایک سال کے بعد قاری صاحب سمیت ہم تمام لوگ واپس مبارکپور چلے آئے جبکہ حضرت حافظ ملت مستقل طور پر پھر ناگپور میں ہی خدمات انجام دیتے رہے۔

سوال: قاری صاحب نے دار العلوم اشرفیہ کے علاوہ مزید کہاں کہاں تعلیم حاصل کی؟

قاری صاحب نے حفظ قرآن مجید کے علاوہ تمام دینی علوم کی تکمیل دار العلوم اشرفیہ مبارکپور میں ہی فرمائی۔

سوال: زمانہ طالبعلمی میں حضرت قاری صاحب کی کیا کیا نمایاں خصوصیات تھیں۔

جواب : دوران طالب علمی قاری صاحب بڑے خوش اخلاق طالب علموں میں شمار کئے جاتے تھے اور میدان خطابت میں حضرت قاری صاحب اچھے مقررین میں سے تھے اور طالب علمی کے زمانے میں بھی حضرت قاری صاحب جلسوں میں تقاریر کے لئے تشریف لے جاتے تھے کیونکہ آپ بہت خوش الحان تھے اور قرآن مجید، نعت شریف اور مثنوی شریف بہت سوزو گداز سے پڑھتے تھے جس کی وجہ سے قاری صاحب دیگر طالب علموں میں نمایاں حیثیت کے حامل تھے جبکہ نیک اور صالح طالب علموں میں آپ کا شمار ہوتا تھااور استاد مکرم حضرت حافظ ملت قاری صاحب کے لئے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی کو نیک اور شریف طالبعلم کو دیکھنا ہے تو وہ قاری مصلح الدین کو دیکھے کہ نیکی اور شرافت کے سبب کتنی اچھی حیثیت کے مالک ہیں۔

سوال: حضرت قاری صاحب کے اساتذہ کرام کا تفصیلی ذکر فرمایئے؟

جواب: دار العلوم اشرفیہ مبارکپور میں تعلیم کے دوران قاری صاحب کے اساتذہ میں تو سب سے بزرگ حافظ ملت حضرت مولاناعبد العزیز مبارکپوری ہیں جن کی خصوصی توجہ اور تربیت خاص کا شرف قاری صاحب کو ہمیشہ اور بہت زیادہ حاصل رہااس کے علاوہ بعض دیگر اسباق کے اساتذہ میں حضرت مولانا محمد سلیمان جو بھاگل پور بہار کے رہنے والے تھے درمیان میں مولاناثنااللہ (آپ کا تعلق اعظم گڑھ سے تھا) ان ہی اساتذہ کرام سے زیادہ تر قاری صاحب نے تعلیم حاصل کی دیگر اساتذہ کرام کے بھی اسماء گرامی ہوں گے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت حافظ ملت کے خصوصی فیضان کے سبب ہی قاری محمد مصلح الدین صاحب صحیح معنوں میں قاری مصلح الدین بنے اور حضرت حافظ ملت کی وساطت سے ہی قاری صاحب کو حضرت صدر الشریعہ مولانامحمد امجد علی اعظمی سے بیعت کاشرف حاصل ہوا۔

سوال: حضرت قاری صاحب اساتذہ کرام کا کس قدر احترام فرمایا کرتے تھے؟

جواب: قاری صاحب انتہائی باادب واقع ہوئے تھے اساتذہ تو کیا دار العلوم کے دیگر مدرسین جن کے پاس قاری صاحب کے اسباق بھی نہیں ہوا کرتے تھے اس کے باوجود قاری صاحب انتہائی عقیدت، ادب اور احترام کے ساتھ ملا کرتے تھے اور ان کی تعظیم میں کبھی غفلت کا مظاہرہ نہیں کرتے تھے۔

سوال: حضرت قاری صاحب کے طالب علمی کے زمانے میں تعلیمی مصروفیات کے علاوہ دیگر مشاغل کیا تھے؟

جواب: حضرت قاری صاحب طالبعلموں کے ساتھ کھیل کودوغیرہ میں زیادہ مشغول نہیں ہوتے تھے بلکہ وہ زیادہ تر تنہائی اختیار فرماتے تھے اور آپ کی یہ عادت کم عمری سے ہی تھی حضرت ہمیشہ گوشہ تنہائی میں زیادہ تر قرآن کریم کی تلاوت فرمایا کرتے تھے یا مطالعہ فرمایا کرتے تھے البتہ ابتدائی عمر کے واقعات اور حالات کے بارے میں تو کچھ بتانا ممکن نہیں کیونکہ میری ملاقات غالباً ۱۹۳۵ء میں ہوئی اس وقت قاری صاحب کی اور میری عمر کوئی ۱۷۔۱۸ برس ہو گی

اور قبلہ قاری صاحب دیگر طالب علموں کی نسبت زیادہ توجہ مطالعہ پر صرف فرماتے تھے اور دار العلوم اشرفیہ میں عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت ایسا ہوتا تھا جس میں طالب علم جسمانی ورزش کا مظاہرہ کرتے تھے اور کھیل کے میدان میں ہم لوگ جایا کرتے تھے، قبلہ قاری کو معروف فن بنوٹ کا شغف تھا اور اس فن کے ساتھ ساتھ آپ کی جسمانی ورزش بھی ہو جایا کرتی تھی اور اس فن پر حضرت قاری صاحب کافی عبور و دسترس رکھتے تھے۔

سوال: حضرت قاری صاحب، مرشدِ گرامی حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی سے کس قدر عقیدت واحترام فرمایا کرتے تھے؟

جواب: حضرت صدر الشریعہ سیدی مرشدی مولانا امجد علی اعظمی سے قاری صاحب کا عقیدت و احترام مثالی اور انتہائی اونچا تھا اور ظاہر ہے مرشد بھی اتنے ہی اعلیٰ وارفع تھے کہ ہمارے یہاں کے اساتذہ بھی حضرت صدر الشریعہ کی محفل میں انتہائی مودٔب ہو کر بیٹھتے تھے۔ اور اس وقت قاری صاحب سمیت کسی کو بھی حضرت صدر الشریعہ کے قریب جانے کی گنجائش نہیں ہوا کرتی تھی البتہ حب ناگپور میں حضرت قاری صاحب امامت و خطابت کے فرائض انجام دینے لگے تو اس وقت قاری صاحب برابر حضرت صدر الشریعہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور قاری صاحب پر حضرت صدر الشریعہ کا بڑا خاص کرم ہوتا تھا اور خصوصی توجہ محبت اور شفقت سے قاری صاحب سے پیش آتے تھے۔

سوال: حضرت قاری صاحب کو کن کن بزرگوں سے سندِ خلافت عطا ہوئی؟

جواب: جہاں تک میری معلومات ہے اس کے مطابق حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، حضرت علامہ مولانا ضیاء الدین مدنی، حضرت مجدد ملت امام احمد رضا خان، بریلوی کے چھوٹے صاحبزادے مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان کی جانب سے عطا کردہ خلافتوں کا تو مجھے علم ہے اگر اس کے علاوہ اور کہیں سے بھی آپ کو خلافت عطا کی گئی ہو تو وہ میرے علم میں نہیں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

سوال: حضرت قاری صاحب مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی سے کس قدر عقیدت و محبت رکھتے تھے؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کے تو سب ہی لوگ عاشق تھے۔ اور ان کے فدائی تھے۔ چونکہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ دادا پیر بھی تھے اور امام اہلسنت بھی، دنیائے سنیت کی روح اعلیٰ حضرت کے ساتھ وابستہ ہے ان کے ساتھ عقیدت و محبت کا ذکر، زبان بیان کرنے سے قاصر ہے قاری صاحب اعلیٰ حضرت سے بے انتہا محبت فرماتے تھے اور ان کی عقیدت و محبت قاری صاحب میں بے انتہا پائی جاتی تھی۔

سوال: حضرت قاری صاحب کے شیخ العرب والعجم حضرت علامہ ضیا الدین احمد مدنی سے کس قدر اور کیسے تعلقات تھے؟

جواب: حضرت قاری صاحب کے علامہ مولانا ضیاء الدین احمد مدنی سے اچھے اور کافی گہرے تعلقات تھے بلکہ یوں سمجھ لیجئے کہ قاری صاحب کی حیثیت علامہ مولانا ضیاء الدین مدنی کے فرزند کی سی تھی۔ قاری صاحب جب بھی مدینہ منورہ تشریف لے جاتے تھے تو آپ حضرت علامہ کی خدمت میں زیادہ وقت گذارتے اور آستانۂ عالیہ پر ہی قاری صاحب کا قیام ہوتا اور حضرت علامہ مولانا ضیاء الدین مدنی کا بھی قاری صاحب سے نہایت مشفقانہ اور محبت آمیز سلوک ہوتا تھا اور حضرت علامہ کی مجلس میں جس وقت حضرت قاری صاحب تشریف فرما ہوتے تھے تو دوسرے نعت خواں کی نسبت قاری صاحب سے نعت سننے کو زیادہ ترجیح دیتے تھے اور ان کی نعت گوئی حضرت علامہ کو بے انتہا پسند تھی۔

سوال: حضرت علامہ مولانا ضیاء الدین مدنی کی مجلس میں قاری صاحب کی نعت گوئی میں کلام زیادہ تر کس کا ہوتا تھا اور کس کس زبان میں ہوا کرتا تھا؟

جواب: حضرت قاری صاحب حضرت علامہ مولانا ضیاء الدین مدنی صاحب کی مجلس میں جو نعت گوئی فرماتے تھے وہ نعتیں اکثر عربی میں ہوا کرتی تھیں تاہم زیادہ تر اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلوی کا اردو کلام ہوتا تھا اور اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ مجلس میں دوسرے نعت گو حضرات دیگر کلام پیش کیا کرتے تو علامہ مدنی کی روحانی تشفی نہیں ہوا کرتی تھی حضرت علامہ پھر اعلیٰ حضرت کے کلام کی فرمائش فرماتے تھے اور جب اعلیٰ حضرت کی نعت شریف سنائی جاتی تو پھر حضرت علامہ مدنی کو ایک حد تک سکون اور طمانیت ہو جاتی تھی۔

سوال: حضرت مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں سے قاری صاحب کے تعلقات کی تفصیل بتایئے؟

جواب: حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان سے قاری صاحب کے تعلقات اس وقت قائم ہوئے جب قاری صاحب نے بریلی شریف آنا جانا شروع کیا اور میں بھی اکثر بریلی شریف حاضر ہوا کرتا تھا۔ لیکن کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ قاری صاحب کے ساتھ یا موجودگی میں مفتیٔ اعظم ہند سے ملاقات ہوئی۔ لہٰذا اس کے متعلق صحیح تفصیل بتانے سے قاصر ہوں۔

سوال: حضرت قاری صاحب اور غزالیٔ دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی صاحب قبلہ کے تعلقات کس قدر اور کیسے تھے؟

جواب: حضرت علامہ کاظمی صاحب قبلہ اور قاری صاحب کے درمیان بہت اچھے تعلقات تھے اور دونوں حضرات بڑے خلوص اور محبت سے ایک دوسرے سے ملتے تھے اور علامہ کاظمی صاحب کا قاری صاحب سے بڑا مشفقانہ رویہ

تھا بلکہ شروع دور میں جب علامہ کاظمی صاحب کراچی تشریف لاتے تو قاری صاحب، علامہ کاظمی اور مجھ سمیت دیگر حضرات ٹھٹھہ میں مزارات اولیاء کی حاضری کے لئے جایا کرتے تھے اس سفر میں کافی گاڑیاں ہوا کرتی تھیں مگر اکثر ایسا ہوتا تھا کہ علامہ کاظمی، قاری صاحب اور میں ایک ہی گاڑی میں سفر کرتے اور اس کا واحد سبب یہ ہوتا تھا کہ قاری صاحب دورانِ سفر نعتیں سنایا کرتے تھے جس سے ہم لوگوں پر وجد سی کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور گھنٹوں کا سفر جیسے منٹوں میں ہو جاتا تھا کہ ابھی ایک نعت کے بعد دوسری نعت شروع ہوئی کہ معلوم ہوا ٹھٹھہ آگیا ہے۔

سوال: حضرت قاری صاحب کا مزارات اولیاء سے بالخصوص حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری سے کس قدر تعلق تھا؟

جواب: حضرت قاری صاحب اس معاملے میں یکتا تھے وہ اولیاء کرام کے مزارات پر بیحد حاضری دیا کرتے تھے اور ٹھٹھہ میں تو کبھی تنہا اور کبھی ایک دو افراد کے ہمراہ زیادہ تر جایا کرتے تھے اور یوں بھی قاری صاحب نے ہندوستان کے طول و عرض کے متعدد سفر فرمائے اور احمد آباد سے لیکر بریلی شریف، اجمیر شریف و دیگر مزارات اولیاء پر حاضری کا شرف حاصل رہا اور یہ قاری صاحب کی ایک بڑی خصوصیت تھی کہ وہ انتہائی عقیدت و احترام کے ساتھ مزارات پر حاضر ہوا کرتے تھے اور داتا صاحب کی حاضری بھی ان کے معمول میں شامل تھی اور ہمیشہ حج پر جانے سے قبل دربار حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ ضرور تشریف لے جاتے بلکہ اکثر محبت میں مغلوب ہو کر فرماتے کہ سرکار کو کیا درخواست دوں، حضرت داتا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں حج کی اجازت کے لئے اور اگر وہاں سے اجازت عطا ہو گئی تو پھر کوئی نہیں روک سکتا اور یہ حقیقت بھی ہے کہ قاری صاحب لاہور حضرت داتا صاحب کے مزار پر حاضری کے لئے تشریف لے جاتے۔ واپس آنے پر انہیں نہایت آسانی کے ساتھ حج کی اجازت مل جایا کرتی اور یوں وہ دیارِ رسول ﷺ میں حاضری کی سعادت سے مستفیض ہوتے رہتے تھے۔ دیگر مزارات اولیاء میں پاک پتن شریف اور اُچ شریف کے علاوہ پاکستان میں بھی دیگر مزارات پر قاری صاحب کی برابر حاضری ہوتی تھی۔

سوال: قاری صاحب اور آپ کے درمیان زمانہ طالب علمی سے لیکر دار العلوم امجدیہ تک کیسے اور کس قدر تعلقات رہے؟ اور قاری صاحب کی ذاتی اور نجی زندگی کے حالات کے بارے میں تفصیل بتائیے؟

جواب: حضرت قاری صاحب کے مجھ سے بالکل گھریلو اور برادرانہ تعلقات تھے جب استاد محترم حافظ ملت ناگپور تشریف لے گئے تو میں حضرت قاری صاحب سے پہلے ہی ناگپور پہنچ گیا تھا اور وہاں پہنچ کر قاری صاحب کو بلوا لیا اور اسی طرح قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۸ء کے آخر میں، میں کراچی آگیا اور کچھ دنوں کے بعد قاری صاحب کو پاکستان بلا لیا تھا۔ اور اس وقت جب قاری صاحب پاکستان تشریف لائے تو دار العلوم امجدیہ آرام باغ کے ایک چھوٹے سے کمرے میں قائم تھا جہاں اب مکتبہ رضویہ ہے۔ قاری صاحب کا قیام بھی وہیں رہا اور بعد میں قاری صاحب جب آخوند مسجد میں امامت کے فرائض انجام دینے لگے تو قیام بھی اخوند مسجد میں ہو گیا کیونکہ قاری صاحب طبیعتاً شروع سے ہی

فقیر منش اور صوفی واقع ہوئے تھے لہٰذا میں نے بچوں وغیرہ کو بلوانے کے سلسلے میں کوشش کی اور پرمٹ وغیرہ تیار کروا کر بچوں کے ہمراہ قاری صاحب کے خسر وغیرہ کو بھی پاکستان بلوالیا۔ قاری صاحب کے خسر کا نام صوفی محمد حسین صاحب تھا وہ بہت نیک اور ولی صفت آدمی تھے اور نسبتاً ان کا تعلق سادات کرام سے تھا۔ اور ہندوستان میں علاقائی اعتبار سے وہ سی پی کے رہنے والے تھے اور قاری صاحب سے پہلے ہم لوگوں کا تعلق صوفی محمد حسین صاحب سے تھا بلکہ قاری صاحب کی نسبت کیلئے ہم ہی لوگ سبب بنے اور یہ قاری صاحب کی دوسری شادی تھی جبکہ پہلی شادی غالباً ۱۹۲۴ء میں طالب علمی کے زمانے میں ہوئی اور اس کے بعد بھی قاری صاحب نے تعلیمی سلسلے کو برقرار رکھا جبکہ قاری صاحب غالباً ۱۹۵۰ء میں اخوند مسجد سے وابستہ ہوئے اور کوئی سال بھر بعد بچوں کو ہندوستان سے بلالیا تھا اور دوسری شادی ۱۹۳۰ء میں ہوئی۔ جبکہ قاری صاحب کا تعلق دارالعلوم امجدیہ سے پاکستان آنے کے بعد سے کچھ دنوں کے بعد ہی قائم ہوا اور یہ تعلق نہ صرف وصال تک قائم رہا بلکہ ابھی تک قائم ہے۔

سوال: علمی، تدریسی اور مذہبی خدمات کی تفصیلات بتایئے؟

جواب: قاری صاحب کی تدریسی، علمی مذہبی خدمات روز روشن کی طرح عیاں ہیں، دارالعلوم امجدیہ میں ایک اچھے اور بہترین مدرس کی حیثیت سے ان کی تدریسی خدمات ہمیشہ یادرکھی جائیں گی ایک طویل عرصہ تک ایک کہنہ مشق اور مشفق اُستاد کی حیثیت سے دارالعلوم امجدیہ میں تدریس میں مشغول رہے لیکن جب انہیں عارضۂ قلب کی شکایت ہوئی تو بس میں سفر کرنے سے قاری صاحب قاصر ہو گئے لہٰذا رکشہ کا انتظام کروادیا گیا۔ لیکن اس کے باوجود بھی کچھ تکلیف محسوس ہوتی تھی اور اسی اثناء میں قاری صاحب کھوڑی گارڈن تشریف لے آئے لہٰذا وہاں بھی کچھ مصروفیات شروع ہو گئیں جس کی بنا پر قاری صاحب نے تدریسی خدمات ترک فرمادیں لیکن مالی اعانت و تعاون کا سلسلہ دارالعلوم امجدیہ کے ساتھ برقرار رہا۔

سوال: حضرت قاری صاحب کی زندگی کے ایسے واقعات جو یادگار واقعات کے طور پر آپ کو یاد ہوں؟

جواب: حضرت قاری صاحب کی زندگی کے تو بیشمار ایسے واقعات ہیں اور ان واقعات کو بیان کرنے کے لئے دفتر درکار ہیں ان میں ان کی نیکی انکی پرہیز گاری ان کا تقویٰ یہ ساری چیزیں ہیں جنہیں یادرکھا جائے گا لیکن ان کی زندگی کا سب سے بڑا وصف اور سبق آموز یادگار واقعہ شریعت مصطفیٰ ﷺ کی پابندی ہے اور انہوں نے کم عمری سے ہی نہ صرف اس وصف کو اپنایا بلکہ سختی کے ساتھ ہمیشہ شریعت کا دامن تھامے رہے ایسا بھی ہوا ہے کہ زمانۂ طالب علمی میں جب کبھی ہم لوگ تفریح کے لئے قاری صاحب سمیت جاتے اور اس دیہاتی ماحول میں کبھی کوئی نالہ وغیرہ آجاتا اور اس کو پار کرنا ہوتا تو قاری صاحب کپڑوں کے بھیگنے کی پرواہ کئے بغیر پاجامے کو ذرا بھی گھٹنے سے اوپر نہ لاتے اور ستر پوشی کے لحاظ کو مقدم رکھتے، معمولی سے معمولی شرعی احکامات کی عملی پابندی قاری صاحب کی زندگی کا ایک معمول تھی۔

سوال: حضرت قاری صاحب کا رویہ اپنے شاگردوں سے کیسا ہوتا تھا؟

جواب: قاری صاحب اپنے شاگردوں سے بڑی محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے کبھی کسی شاگرد پر سختی نہ فرماتے حتیٰ کہ تم اور تو سے بھی کبھی اپنے شاگردوں کو مخاطب نہ فرماتے بلکہ آپ اور مولانا جیسے الفاظ سے مخاطب فرماتے تھے اور انتہائی عزت سے شاگردوں سے ملا کرتے تھے اور قاری صاحب کی اس بلند پایہ صفت کی وجہ سے آپ کے شاگرد آپ سے بیحد متاثر ہوا کرتے تھے اور بہت عزت اور احترام کرتے تھے۔

سوال: قاری صاحب بحیثیت عاشقِ رسول ﷺ آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: قاری صاحب ایک سچے عاشق رسول ﷺ تھے اور عشق رسول ﷺ آپ میں کوٹ کوٹ کو بھرا ہوا تھا اور جب حج کے زمانے میں قاری صاحب روضۂ رسول ﷺ پر حاضر ہوا کرتے تو ہمیشہ آپ کی یہ کوشش ہوتی کہ زیادہ قیام مدینہ طیبہ میں رہے اور ایسا ہی کرتے بھی تھے اور مدینہ شریف میں قیام کے لئے ہمیشہ قریبی جگہ کا انتخاب فرماتے تاکہ زیادہ سے زیادہ وقت دربار رسالت ﷺ میں حاضری ہو سکے۔

سوال: قاری صاحب بدمذہب اور بدعقیدہ لوگوں سے کس طرح پیش آتے تھے؟

جواب: علماء اہلسنت میں جو سب سے بڑی خوبی ہے وہ یہی ہے کہ بدعقیدہ اور بدمذہب افراد سے خواہ مخواہ کے اختلاط سے اجتناب برتا جائے اور یہ خوبی حضرت قاری صاحب میں بدرجہ اتم موجود تھی وہ کبھی بھی بدمذہبوں اور بدعقیدہ افراد کے میل جول کو قطعاً پسند نہیں فرماتے تھے بلکہ ملنے جلنے سے بھی اجتناب فرماتے اور جو لوگ ایسے حضرات سے ملنا جلنا پسند کرتے تھے قاری صاحب ان حضرات سے بھی علیحدہ رہتے اور ہمیشہ ان سے نفرت فرماتے اور اس قسم کے بدمذہب اور بدعقیدہ افراد سے کسی قسم کا لگاؤ رکھنے کے حق میں کبھی نہ رہے۔

سوال: حضرت قاری صاحب اور شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد المصطفیٰ ازہری صاحب کے تعلقات کیسے تھے؟

جواب: حضرت علامہ عبد المصطفیٰ ازہری سے قاری صاحب کے تعلقات طالب علمی کے زمانے سے تھے اور پھر علامہ ازہری صاحب چونکہ پیرزادہ بھی تھے لہٰذا امبارکپور سے چھٹیوں کے دوران قاری صاحب اکثر صدر الشریعہ کے دردولت پر ہی چھٹیاں انتہائی خلوص و محبت سے گذارتے تھے اور قاری صاحب کے تعلقات علامہ ازہری سے بالکل گھریلو قسم کے تھے اور قاری صاحب علامہ ازہری سے اس قدر محبت فرمایا کرتے تھے کہ اکثر علامہ ازہری صاحب کو نذرانے بھی پیش کرتے تھے اور کئی مرتبہ عرس کے مواقع وغیرہ پر علامہ ازہری کی خدمت میں جوڑے بھی پیش کئے اور علامہ ازہری صاحب کے لیے قاری صاحب فرمایا کرتے تھے کہ وہ ہمارے پیرزادہ ہیں اور ہمارے لئے بیحد محترم و مکرم ہیں اور علامہ ازہری صاحب بھی قبلہ قاری صاحب سے انتہائی خلوص اور محبت سے پیش آتے تھے۔

سوال: حضرت قاری صاحب اور علامہ مفتی وقار الدین صاحب کے تعلقات پر کچھ روشنی ڈالیئے؟

جواب: حضرت قاری صاحب مفتی وقار الدین صاحب سے بڑی محبت اور خلوص سے ملا کرتے تھے اور جب تک قاری صاحب دار العلوم امجدیہ میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے کبھی کسی قسم کی کوئی ایسی بات نہیں ہوئی کہ قبلہ مفتی صاحب اور قاری صاحب میں ذرا بھی لوگ شکر رنجش محسوس کریں۔

سوال: ساداتِ کرام کا حضرت قاری صاحب کس قدر احترام ملحوظ فرمایا کرتے تھے؟

جواب: سادات کرام سے حضرت قاری صاحب کو بے انتہا عقیدت و محبت تھی، سادات کرام کی عزت و توقیر تو اعلیٰ حضرت مولانا امام احمد رضا خان کا مشن تھا۔ اعلیٰحضرت نے سادات کرام کی جتنی عزت فرمائی ہے وہ تو سب پر عیاں ہے اور حقیقت یہ ہے کہ قاری صاحب سادات کی بڑی عزت اور تکریم فرمایا کرتے تھے اور اگر کوئی سادات آجاتے تو قاری صاحب کھڑے ہو کر ملا کرتے تھے ان کی تعظیم کرتے اور اپنی جگہ پر بٹھانے کی کوشش فرماتے تھے۔

سوال: حضرت قاری صاحب بحیثیت پیر و مرشد اور مقرر کے، آپ کے ذاتی خیالات کیا ہیں؟

جواب: حضرت قاری صاحب بہت اچھے مقرر تھے ان کی تقریر انتہائی مدلل جامع اور اصلاحی ہوا کرتی تھی اور میدان خطابات کے تو قاری صاحب زمانہ طالب علمی سے ہی بادشاہ تھے۔ بحیثیت پیر و مرشد حضرت قاری صاحب کو بہت کم وقت ملا کیونکہ جس حیثیت سے قاری صاحب رشد و ہدایت کے منصب پر فائز تھے اور جس طرح لوگوں کی عقیدت و محبت کا مرکز بنتے جارہے تھے تو میرا خیال ہے کہ اگر کچھ روز آپ اور حیات رہتے تو بڑے سے بڑے گدی نشین بھی قاری صاحب کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے لیکن اس منصب پر منجانب اللہ بہت کم وقت ملا۔

سوال: قاری صاحب کی قرآت اور فن تجدید کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: قاری صاحب کے فن تجوید کے بارے میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا کہ آپ کو فن پر کتنا عبور حاصل تھا۔ البتہ قرأت میں اتنی مٹھاس اور آپ اتنا خوش الحان تھے کہ نماز کے اندر وہ لہجہ، میں نے آج تک کسی کو اس روانی کے ساتھ پڑھتے نہیں دیکھا کہ ان کی حسن قرأت کا ایک ایک لفظ دل کے اندر اثر کرتا جاتا تھا۔ مجھے کیا بلکہ ان کا قرآن مجید پڑھنے کا انداز اتنا پیارا تھا کہ ہر شخص پر محویت کی کیفیت طاری ہو جاتی اور وہ کیف و سرور محسوس ہوتا جو ناقابلِ بیان ہے بلکہ میں کہوں گا کہ قرآن مجید کی تلاوت میں وہ ایک منفرد مقام رکھتے تھے۔

سوال: حضرت قاری صاحب کے خلفاء کے بارے میں کچھ بتایئے؟

جواب: حضرت قاری صاحب کے خلفاء میں تو ایک مولانا سید شاہ تراب الحق قادری صاحب ہیں جو رشتے میں قاری صاحب کے داماد بھی ہیں۔ اور قاری صاحب نے جب آپ کی دستار بندی فرمائی تو مجھے خصوصیت کے ساتھ اس محفل با برکت میں مدعو کیا تھا اور یہ بھی حضرت قاری صاحب کی کرامت تھی کہ مدینہ منورہ جانے سے قبل وصال سے کچھ پہلے ان کو اپنا مکمل جانشین بنایا اس کا باقاعدہ اعلان فرما کر ہر چیز ان کے سپرد فرمائی اور روحانی حیثیت سے بھی مولانا سید شاہ تراب الحق صاحب کو بڑا فائدہ پہنچا۔

شہباز رشد و ہدایت

حضرت علامہ ابو الحسان حکیم محمد رمضان علی قادری علیہ الرحمہ

حامل شریعت و طریقت حضرت العلام قاری محمد مصلح الدین صدیقی قدّسنا اللہ باسرارہ

کچھ لوگ ہیں کہ وقت کے سانچوں میں ڈھل گئے
کچھ لوگ تھے کہ وقت کے سانچے بدل گئے
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی عقیدت ہو تو دیکھ انکو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

اس دور پر فتن میں جبکہ دنیا کی اکثر آبادی طلب جاہ و مال میں سرگرداں ہے دنیائے فانی کے چند روزہ جھوٹے وقار اور ناپائیدار سامان تعیش کی تلاش میں لوگ دیوانہ وار بھاگ دوڑ میں مصروف ہیں، زن، زر اور زمین کے عشق میں اندھے ہو کر مذہبی، اخلاقی اور انسانی اقدار کو پامال کرتے ہوئے دوسروں پر سبقت حاصل کر لینے ہی کو اپنی کامیابی سمجھ رہے ہیں جبکہ ناعاقبت اندیش دنیائے مُردار کے لب گار کتّوں نے قارون کی طرح مال کے خزانے جمع کر لینے ہی کو مقصود زندگی سمجھ رکھا ہے۔ فرعون کی طرح بڑی بڑی تعمیرات بنانے، عوام پر اپنا رعب داب قائم کرنے، مخلوق خدا پر ہر ناجائز طریقہ سے اپنا اقتدار مسلط کر دینے ہی کو منتہائے مقصود بنا لیا ہے۔ یہ دنیا کے پرستار شداد کی طرح خدا فراموشی کے عالم میں اپنی اپنی بنائی جنتیں بنا لینے میں منہمک ہیں جب کہ اطراف و اکناف عالم میں کفر و الحاد اور بے دینی کا دور دورہ ہے۔ عیاشی فحاشی بدکرداری و بدمعاشی کو طوفان بپا ہے۔ ہر جانب جبر د تشدد، ظلم و ستم، استحصال د بے انصافی کی آندھیاں چل رہی ہیں۔ ترقی پسندی اور فیشن پرستی کے سیلاب میں انسانوں کی اکثریت خس وخاشاک کی طرح بہتی چلی جا رہی ہے۔ الغرض دنیا کی اکثر آبادی تباہی، بربادی اور جہنم کی طرف رواں دواں ہے۔

اس کے باوجود اطراف و اکناف عالم میں بہت سے ایسے خوش نصیب، حق پرست، حق بین و حق نما، اہل اللہ ہر دور کی طرح اس دور فتن میں موجود ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے۔

الآاِنّ اولیاء اللہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون۔ یہ وہ عالی مرتبت حضرات ہیں جن کی ہمتیں اس قدر بلند ہیں کہ ان کی نگاہ میں تمام دنیا و مافیہا پرِ کاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتی۔ ان کے نزدیک دنیا مبغوض و ملعون ہے۔ ان پاکبازوں کے پیش نظر ہمہ وقت حصول رضائے خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہے یہ صاحبان کمال ہر آن ذکر خدا و ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں مستغرق ہیں۔

یہ اللہ والے بمصداق حدیث شریف۔ الدنیا جیفہ و طالبہا کلاب۔
دنیا کو مردار جان کر دنیا اور دنیا کے طلب گار کتوں سے متنفر اور گریزاں ہیں۔ یہ مردان حق حسب فرمان الٰہی **فلا تغرنکم الحیوۃ الدنیا و لا یغرنکم باللہ الغرور** (پ۱۳ع۲۱) دنیا کی زندگی اور شیطان کے دھوکے میں نہیں آتے، بلکہ ان طالبان حق نے دنیا و مافیہا کی حقیقت کو پہچان کر اسے طلاق مغلظہ دے رکھی ہے۔ بقول حضرت بو علی قلندر علیہ الرحمۃ:

ہست دنیا پیر زال و پُر فریب　　　میکند پیرو جواں رانا شکیب
عارفاں دادند اور اصد طلاق　　　ہر کہ عاشق شد برد اوگشت عاق

ان عارفوں نے دنیا مافیہا کو طلاق مغلظ دے کر دنیا اور اس کے تمام متعلقات سے تمام تعلقات قطعاً منقطع کر کے رکھے ہیں۔ یہ عارفان حق دینوی زندگی دنیا میں بسر کرتے ہوئے دینوی کاروبار و معاملات سر انجام دیتے ہوئے اور اہل و عیال سے متعلق ہوتے ہوئے بھی ان تمام چیزوں سے غیر متعلق ہیں بقول شخصے

دلا تو رسم تعلق زمرغ آبی جُو
اگر چہ غرق بہ دریا ست خشک پر بر خواست

یہ مقبولان بارگاہ رب العزت۔ بظاہر دینوی کاروبار و معاملات اور اہل و عیال میں مشغول دکھائی دیتے ہیں تو محض اس لئے کہ احکام شریعت مطہرہ و سنت رسول اکرم ﷺ کی اتباع و تعمیل ہو۔ ان کے پاکیزہ قلوب میں ان میں سے کسی چیز کی محبت جاگزیں نہیں ہوتی۔ ان کے دل عشق مصطفیٰ ﷺ و عشق الٰہی سے معمور و منّور ہوتے ہیں۔ دینوی امور سے ان کا تعلق اسی طرح کا ہوتا ہے جیسا کہ مرغ آبی کا تعلق دریا سے۔ مرغ آبی اگر چہ آب دریا میں ڈوبا ہوا دکھائی دیتا ہے مگر جب وہ پانی سے علیحدہ ہوتا ہے۔ دریا سے باہر نکلتا ہے تو اس کے بال و پر خشک ہوتے ہیں۔ آب آلود نہیں ہوتے۔

یہ نفوس قدسیہ اپنی دینوی فانی سے اپنے وطن اصلی کی طرف انتقال فرماتے ہیں تو تمام دینوی آلائشوں سے پاک اور منزہ ہوتے ہیں۔ اس جہان کی تمام آلائشوں سے اپنے دل پاک رکھ کر دینوی زندگی بسر کرتے ہیں اور قلب سلیم لے کر اس جہان سے رخصت ہوتے ہیں اور یہی قلب سلیم کے حامل حضرات ہیں۔ جو دنیا و آخرت میں گوز فلاح پانے والے ہیں۔ دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت کی زندگی میں بھی فائز المرام اور کامران و کامیاب ہیں۔
اس پر فرمان الٰہی شاید عادل ہے کہ فرمایا۔ **یوم لا ینفع مال و لا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم** نیز فرمایا۔ **الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون الذین آمنو او کانو ایتقون لھم البشری فی الحیواۃ الدنیا و فی الآخرۃ لا تبدیل لکلمات اللہ ذالک ھو الفوز العظیم**۔ (پ۱۱ع۱۲)

یہی وہ خوش قسمت حضرات ہیں جن کو مقامات ولایت تفویض کئے جاتے ہیں کہ فرمایا وھو یتولی الصالحین (پ۹ع۱۴) اللہ نیکوں کو درست رکھتا ہے نیز فرمایا۔ ان اولیاء ہ الا المتقون (پ۹ع۱۸) اس کے اولیاء تو پرہیز گار ہی ہیں۔

یہ اولیاء اللہ وہ بابرکت ہستیاں ہیں جن کے دم قدم کی برکت سے مخلوق کو رزق ملتا ہے انہی کے صدقے میں بارش برستی ہے۔ زمین سیر اب ہوتی ہے قسم قسم کے اناج اور پھل اگاتی ہے۔ انہی کے طفیل دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے انہی کے سبب سے موت وحیات کا سلسلہ چل رہا ہے اور انہی کے دم سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ انہی کی دعا اور توجہ سے مخلوق کی بلائیں اور مصیبتیں دور ہوتی اور حاجات پوری ہوتی ہیں۔ انہی کی نظر کرم سے زنگ آلود دلوں کو جلا حاصل ہوتی ہے۔ ان ہی کے وسیلہ سے علوم باطنی اور فیوض وبرکات ولایت تقسیم ہوتے ہیں انہی کے توسط سے ولایتیں عطا کی جاتی ہیں۔ انہی کے ذریعہ بارگاہ رسالت میں حاضری و حضوری نصیب ہوتی اور بارگاہ خداوندی میں مقبولیت کا شرف حاصل ہوتا ہے ان مقبولان بارگاہ ایزدی کے فیوض وبرکات اس قدر عام ہیں کہ فرمایا۔ **یایشقی بھم جلیسھم**۔ ان کے حضور بلا ارادہ پل بھر بیٹھ جانے والا بھی رحمت و مغفرت الٰہی سے محروم نہیں رہتا۔

یک زمانہ صحبتے با اولیاء　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ہر کہ شد دوراز حضور اولیاء　　در حقیقت دور گشتہ از خدا

ان محبوبان خدا کا مقام یہ ہے کہ اگر یہ کسی بات پر ضد کر بیٹھیں اور کسی چیز کو طلب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہیں کہ خدایا تجھے قسم ہے اپنی عزت و جلال کی یہ چیز عطا کر دے یا یہ کام کر دے تو اللہ تعالیٰ ضرور وہ چیز عطا کر دیتا اور کام کر دیتا ہے۔ یا اللہ کے کام پر قسم کھا کر لوگوں کو خبر دے دیں تو اللہ تعالیٰ ان کی یہ قسم پوری کر دیتا ہے۔ مثلاً وہ قسم کھا کہ کہہ دیں کہ آج بارش ہو گی۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی زبان سے نکلی ہوئی بات سچی کر دیتا ہے

گفتہ او گفتہ اللہ بود　　گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

سچی بات تو یہ ہے کہ ولی اللہ کی شان کا بیان اور اس کی کماحقہ، پہچان بذریعہ قلم وزبان ہر انسان کے بس کی بات نہیں۔ چنانچہ عارف باللہ مولانا رومی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز فرماتے ہیں۔

گر بگویم تا قیامت نعت اُو　　ہیچ اور اغایت و مقطع مجُو

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **اولیائی تحت قبائی لایعرفھم سوائی**

ترجمہ: میرے اولیاء میری قبا کے نیچے مستور ہیں ان کی حقیقت حال کو میرے سوا دوسرا کوئی نہیں جانتا۔

چونکہ ان نفوس قدسیہ کا ہر قول اور ہر فعل ارشاد الٰہی۔ اللہ و رسولہ احقّ اَنْ یرضوہ کے تحت ہوتا ہے۔ ان کا اٹھنا بیٹھنا۔ چلنا پھرنا۔ سونا جاگنا، کھانا پینا بولنا کہنا سننا۔ کسی سے ملنا جلنا کسی سے دور رہنا اور علیحدہ ہونا کسی سے محبت یا نفرت کرنا۔ وغیرہ جملہ معاملات و امور خالصتہ لوجہ اللہ ہوتے ہیں ان کی تمامتر زندگیاں۔ انّ صلاتی و نسکی و محیای مماتی للہ رب العالمین کا عملی مرقع ہوتی ہیں۔ یہ برگزیدہ حضرات تمام علائق دنیاوی سے منقطع ہو کر اپنا تعلق کلیتہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم کرتے ہیں۔ اپنی تمامتر خواہشات دنیوی کو مٹا کر من کل الوجوہ رضائے الٰہی کے تابع ہو جاتے ہیں۔ اپنی ہستی کو عشق الٰہی کی آگ میں جلا کر فنا دیتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ماسوی اللہ اس آگ میں جل کر ان کی نگاہوں سے معدوم ہو جاتا ہے۔

عارف باللہ مولائے روم قدس سرہ فرماتے ہیں:

عشق آں شعلہ ست کہ چوں بر فروخت — ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

تیغ 'لا' در قتل غیر حق براند — در نگر زاں پس کہ بعد از لا چہ ماند

مالذ الا اللہ باقی جملہ رفت — شاد باش ای عشق شرکت سوز زفت

العشق نار یحرق ماسوی اللہ — عشق وہ آگ ہے جو ماسوی اللہ کو جلا دیتی ہے

یہ عارفان حق۔ عشق الٰہی میں سرشار ہو کر خود کو دیوانہ وار عبارت اور ذکر الٰہی میں محو کر دیتے ہیں۔ جب ارشاد رسول اکرم ﷺ۔ تخلقوا باخلاق اللہ۔ صفات بشریہ سے نکل کر متصف بہ صفات اللہ ہو جاتے ہیں۔ فنا فی اللہ کی منزل سے گزر کر بقا باللہ کے مقام پر فائز ہو جاتے ہیں۔

اگر گر دی تو در توحید فانی — زحق یابی بقائے جاودانی

فنا ترک ہوا رانا نام کر دند — بقا جملہ صفا تش راشمر دند

یعنی اگر تو خود کو توحید میں فنا کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تو بقائے جاودانی حاصل کر لے گا

فنا کا مطلب یہ ہے کہ اپنی تمام خواہشات کو ترک کر دے۔ بقا کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی صفات کا تو مظہر بن جائے۔ مردان حق جب اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا میں فنا کر کے خود بھی اللہ کے ہو جاتے ہیں تو۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے شرف قبولیت سے نواز کر ان کا ہو جاتا ہے۔ من کان للہ کان اللہ لہ اور جب خدا ان کا ہو جاتا ہے تو خدائی ان کی ہو جاتی ہے۔ ولی اللہ کا وجود مظہر صفات الٰہی بن جاتا ہے۔ کائنات اس کے زیر فرمان اور کائنات کا ہر ذرہ اس کے حکم کے تابع ہو جاتا ہے۔ حضرت مصلح الدین سعدی شیرازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

داور مپیچ تو ہم گردن از حکم — کہ گردن نہ پیچد زحکم تو ہیچ

تو بھی اللہ کے حکم کی نا فرمانی نہ کر   تا کہ مخلوق کی کوئی بھی شے تیری نافرمانی نہ کرے

حضرت عارف باللہ مولانا رومی قدسنا اللہ باسراہ العزیز فرماتے ہیں:

ہر کہ دیوانہ بود درذ کر حق   زیر پائیش عرش و کرسی نہ طبق

جو کوئی ذکر اللہ میں دیوانہ ہو جاتا ہے، عرش و کرسی نہ طبق اسکے قدم کے نیچے آجاتے ہیں

صوتش بر خاک و جاں در لامکاں   لا مکاں بر ترز و ہم سالکاں

اسکی صورت یعنی جسم، فرش خاک زمین پر، اور اس کی جان (روح) لامکاں میں ہوتی ہے، وہ لامکان جو سالکوں کے وہم سے بھی برتر (بالا) ہے۔

بلکہ مکا ن و لا مکاں در حکم اُو   ہمچو در حکم بہشتی چا رسُو

بلکہ مکان ولامکاں اس کے حکم کے ماتحت ہو جاتے ہیں۔ جس طرح بہشتی (یعنی جنتی) کے حکم کے تحت ہر چیز ہو جائے گی۔

در بشر و پوش گشت است آفتاب   فہم کن واللہ اعلم با لصواب

بشر (ولی اللہ کے وجود) میں آفتاب پوشیدہ ہوتا ہے۔ سمجھنے کی کوشش کر۔ اور در حقیقت اپنے ولی کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

من عادیٰ ولیّا فقد آذنته بالحرب۔ جو شخص میرے کسی ولی کا دشمن ہو جائے میں اسکے خلاف اعلان جنگ کر دیتا ہوں۔ وما تقرب الیّ عبدی بشیءٍ احب الیّ ممّا افترضتُ علیه۔ وما یزال عبدی یتقرّب الیّ بالنوافل حتیٰ احببته فاذا اجسبته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده السی یبطش بها ورجله التی یمشی بها وان سائنی لا عطینه، ولئن استعاذنی لا عیذ نهُ وما تر ددت عن شیئی انا فا علہ تر دری عن نفس المؤمن یکره الموت وانا اکره مساءته ولا بد له منه۔ رواہ البخاری (مشکوۃ) باب ذکر اللہ عزوجل) اس ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ میرا بندہ جن اعمال کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے ان اعمال میں مجھے وہ اعمال زیادہ پسند ہیں جو فرائض میں نے اس پر عائد کئے ہیں، یعنی ادائے فرائض کے ذریعہ تقرب چاہنا اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرنے میں لگا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسکو اپنا محبوب بنالیتا ہوں اور جب میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کسی چیز کا سوال کرے تو میں یقیناً اس کو عطا فرماتا ہوں گر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں

ضرور اس کو پناہ دیتا ہوں۔ میں جس چیز کے کرنے کا ارادہ کروں تو اس کے کرنے میں مجھے وہ تردو نہیں ہوتا جو تردو مجھے اس مومن (ولی) کی جان قبض کرتے ہوئے ہوتا ہے جو مرنے میں خوش نہ ہو جبکہ میں اس کو کسی بھی حال اور معاملہ میں ناخوش کرنا اور رنجیدہ کرنا پسند نہیں فرماتا۔ اور موت سے اس کو کوئی چارہ بھی نہیں وقت مقررہ پر مرنا ضرور ہے۔

شیخ المحققین حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل ایسے حالات فرما دیتا ہے کہ وہ مومن ولی اللہ موت کو پسند کرنے لگتا ہے۔ اور موت کو خوشی سے قبول کر لیتا ہے۔

حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمتہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

و کذالک العبد اذا و اظب علی الطاعات بلغ الیٰ المقام الذی یقول اللہ تعالیٰ کنت لہٗ سمعاً و بصراً فاذا اصار نور جلال اللہ سمعاً لہ سمع القریب و البعید و اذا اصار ذالک النور بصر الہٗ بصر ا القریب و البعید و اذا صاد ذالک النور یداً لہٗ قدر علی التصرف فی السہل و الصحب و القریب و البعید (تفسیر کبیر سورہ کہف)

اور اسی طرح بندہ جب طاعات پر مواظبت اختیار کر لیتا ہے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے کان اور آنکھیں بن جاتا ہوں پس جب اللہ کا نور جلال اس کے کان بن گیا تو اسکے لئے قریب اور دور کی آوازوں کا سن لینا یکساں ہوتا ہے اور جب وہ نور اس کی آنکھیں بن گیا تو اس کے لئے قریب اور دور کی چیزوں کا دیکھنا یکساں ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ نور اس کی آنکھیں بن گیا تو آسانیوں اور مشکلات میں تصرف کرنے کی قدرت و قوت اس کو حاصل ہو جاتی ہے۔ اور قریب اور دور کے امور میں وہ بندہ (ولی اللہ) متصرف ہوتا ہے۔

علامہ قاضی عیاض محدث قدس سرہ فرماتے ہیں:

النفوس القدسیۃ اذا تجرّدت عن العلائق البدنیۃ اتصلت بالملأ الاعلیٰ و لم یبق لہٗ حجاب فتریٰ و تسمع الکل کالمشاھدۃ (شفا شریف) یعنی نفوس قدسیہ جب تعلقات بدنیہ سے علیحدہ ہو جاتے ہیں تو ملا اعلیٰ سے متصل ہو جاتے ہیں۔ ان کے لئے کوئی حجاب باقی نہیں رہتا۔ پس وہ سب کچھ دیکھتے اور سنتے ہیں مشاہدہ کی طرح۔

بحمدہٖ تعالیٰ حدیث قدسی کی روشنی میں واضح ہوا کہ اولیاء اللہ کی شان یہ ہے کہ ان نفوس قدسیہ کے وجود صفات الٰہیٰ کے مظہر ہوتے ہیں۔ ولی کامل دور و نزدیک کی آوازیں سنتا ہے۔ دور و نزدیک کی چیزوں کو دیکھتا ہے۔ دور و نزدیک کے امور میں تصرف فرماتا ہے۔ اور اس کو یہ قدرت بھی حاصل ہوتی ہے کہ ایک آن میں سارے جہاں کی سیر کر لے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ یہ قوتیں اس کی ذاتی، بشری لحاظ سے نہیں بلکہ عطائے الٰہی۔ اور اس کے وجود میں نور الٰہی کے جلوہ گر ہو جانے سے ہوتی ہیں نیز ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے کرم سے اپنے محبوب ولی کی زبان سے نکلی ہوئی بات کو پورا فرما دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ تک گوارا نہیں کہ کسی بھی معاملہ میں اسکے محبوب ولی کے قلب کو ٹھیس پہنچے۔ یا اس کا دل رنجیدہ ہو۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکہ سبا کا تخت:

اولیا اللہ کے علم کی وسعت۔ ان کی خدا داد قوتِ تصرف۔ اور ا ن کی طیّ زمان و مکان کی کرامتوں کا اندازہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے بیان فرمودہ مندرجہ ذیل واقعہ سے لگایئے۔

ملاحظہ ہو: قرآن مجید پ ۱۹ ع ۱۷، ۱۸ حضرت سلیمان علیہ السلام نے درباریوں سے فرمایا **مالی لا اری الهدهد ام کان من الغائبین**۔ ھُدھُد مُلک یمن کے شہر صنعا پہنچ گیا تھا۔ یہاں کے لوگ سورج پرست تھے اور ملکہ بلقیس حکمران تھی۔ اس کا تخت۔ **ولها عرش عظیم** اسّی (۸۰) گز طویل۔ چالیس (۴۰) گز عرض اور تیس (۳۰) گز بلند جواہرات سے مرصع تھا۔ ہدہد نے حاضر دربار ہو کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حال بیان کیا تو آپ نے ملکہ سبا کی طرف حکمنامہ تحریر فرمایا کہ **انه من سلیمان و انه بسم اللہ الرحیم الا تعلوا علی و اتونی مسلمین**۔ بیشک وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بیشک وہ اللہ کے نام سے ہے جو نہایت مہربان رحم والا۔ یہ کہ مجھ پر بلندی نہ چاہو (یعنی میری تعمیل ارشاد کرو اور تکبر نہ کرو) اور گردن رکھتے میرے حضور حاضر ہو (فرماں بردارانہ شان سے) ملکہ بلقیس جب معہ لشکر حاضری کے لئے روانہ ہو گئی اور صرف تین میل دور رہ گئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے درباریوں سے فرمایا۔ **یا ایها الملأ ایکم یاتینی بعرشها قبل ان یاتونی مسلمین**۔ اے درباریوں تم میں سے کون ہے کہ وہ اس کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں۔ ملکہ سبا کا تخت اس کے سات محلّات میں سے سب سے پچھلے محل میں مقفل، محفوظ، فوج کے زبردست پہرے میں تھا اور اتنی دور کہ اس زمانے میں آنے جانے میں دو ماہ کا سفر تھا۔ **قال عفریت من الجن انا آتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک و انی علیہ لقوی امین**۔

ایک جن بولا میں وہ تخت حضور کی خدمت میں حاضر کر دوں گا۔ قبل اس کے حضور اجلاس برخاست کریں۔ (اور آپ کا اجلاس صبح سے دوپہر تک ہوتا تھا) اور میں بے شک اس پر قوت والا امانت دار ہوں۔

(حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا میں اس سے جلد چاہتا ہوں) **قال الذی عندہ علم من لکتاب انا آتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک**۔ اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا (یعنی آپ کے وزیر آصف بن برخیا جو اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم جانتے تھے) میں اسے حضور کی خدمت میں حاضر کر دوں گا ایک پلک جھپکنے سے پہلے۔ (حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا لاؤ حاضر کرو) **فلمّا راہ مستقرا عندہ** پھر جب سلیمان علیہ السلام نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا۔ **قال هذا من فضل ربی**۔ کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔

لفظ آتیک بہ سے جانا بھی ثابت اور تخت لے کر آنا بھی مگر حضرت آصف بن برخیا نہ دربار سے گئے نہ کہیں سے آئے۔ اس سے تجدد امثال ثابت ہے نیز یہ کہ اولیاء اللہ دور دراز مقامات کے احوال سے باخبر اور دور دراز مقامات میں متصرف بھی ہیں۔ اور ایک آن میں دور دراز مقامات طے بھی کر لیتے ہیں۔

غور کا مقام ہے کہ جب انبیاء بنی اسرائیل کے اُمتی اولیاء اللہ کی یہ شان ہے تو سید الانبیاء حبیب کبریا محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی اولیاء اللہ کی شان کس قدر ارفع و اعلیٰ ہو گی ؟ جبکہ سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے۔

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔

حضور پُر نور غوث الثقلین سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدسنا اللہ با سراره العزیز فرماتے ہیں ولو انکشفت عورة مریدی بالمشرق وانا بالمغرب لسترتھا (بہجۃ الاسرار ص ۹۹) اور اگر میرے مرید کا پردہ مشرق میں کھل جائے اور میں مغرب میں ہوں تو اس کو ڈھانک دوں گا۔

حضرت عارف باللہ مولانا رومی قدسنا اللہ با سراره ارشاد فرماتے ہیں:

اولیا را ہست قدرت از الٰہ تیر جستہ باز گردانند زراہ

اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے وہ قدرت حاصل ہے کہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو راستہ ہی سے لوٹا دیتے ہیں۔

علامہ اقبال ارشاد فرماتے ہیں

کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان کے زور بازو کا
نگاہِ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

نیز فرماتے ہیں

نہ تیغ و پسر میں نے لشکر و سپاہ میں
ہے جو بات قلندر کی بارگاہ میں ہے

نیز فرمایا

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی عقیدت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

اولیاء اللہ ہر دور میں ہمیشہ موجود رہے ہیں اور تا قیامت ہوتے رہیں گے اور جب روئے زمین پر کوئی ولی اللہ موجود نہ ہو گا تو قیامت آئے گی۔ اس لئے کہ حسب فرمان سرکار دو عالم ﷺ یہی وہ بزرگ ترین ہستیاں ہیں جن کے دم قدم کی برکت سے زمین و آسمان قائم ہیں۔

حضرت قاری مصلح الدین صدیقی رحمتہ اللہ علیہ ان بزرگ ترین ہستیوں میں سے ایک برگزیدہ شخصیت تھے جنہوں نے اپنی حیات دنیوی میں اپنی زندگی کو درس توحید و رسالت کے لئے وقف کر دیا تھا ہر لمحہ اشاعت دین میں مصروف رہے۔ بلا خوف لومتہ لائم اعلائے کلمتہ الحق کو اپنا نصب العین بنائے رکھا اور مذہب مہذب مسلک

اہلسنت و جماعت کی تبلیغ اور فروغ کے سلسلہ میں کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہ کیا۔ آپ کی سیرت اور کردار سے صاف عیاں ہے کہ آپ کی نگاہ میں دنیا کی کچھ بھی وقعت نہ تھی۔ آپ نے مال وزر اور مفادات دنیوی کے حصول کی طرف ہر گز توجہ نہ کی بلکہ ہر دم رضائے خدا عزوجل و رضائے محمد مصطفی ﷺ حاصل کرنے میں کوشاں رہے۔ المختصر آپ نے عملی طور پر موجودہ دور کے جاہ پرست و دنیا طلب علماء و مشائخ کو بھی دنیا میں رہتے ہوئے ترک دنیا کا درس دیا اور اپنے ہر قول و ہر فعل کے ذریعے

دلا تو طرز تعلق زمرغ آبی جو

اگر چہ غرق بہ دریاست خشک پربر خواست

کا مطلب سمجھانے کی جدوجہد کی۔ آپ مقبولیت و محبوبیت کا مقام حاصل کرنے کا طریقہ سکھا گئے اور طالب الدنیا مؤنث و طالب العقبیٰ مخنث و طالب المولیٰ مذکر کی تشریح واضح کر گئے۔

الغرض فقیر کی دانست میں آپ میں وہ تمام تر خوبیاں تادم آخر موجود رہیں جو اللہ تعالیٰ کے محبوب و مقبول بندوں کا طرئہ امتیاز ہیں۔ آپ سلف صالحین کا نمونہ تھے۔ آپ کے احوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ علم ظاہر کے بھی ماہر تھے اور علم باطن کے بھی شناور تھے اور پھر علم ظاہر اور علم باطن یعنی شریعت و طریقت کی باریکیوں اور نزاکتوں سے بھی بخوبی واقف تھے اور ان دونوں علوم کے تقاضوں کو نبھانے میں کامل دسترس بھی رکھتے تھے۔

آپکی ولادت مبارکہ:

مورخہ ۱۱/ربیع الاول ۱۳۳۶ ہجری بمطابق ۱۹۱۷ء بروز پیر بوقت صبح صادق بمقام قندھار شریف ضلع ناندیڑ ریاست حیدر آباد دکن ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام مولانا غلام جیلانی ہے۔ جو بڑے عالم اور صوفی باصفا تھے ان کی تمام عمر خطابت و امامت میں بسر ہوئی۔ آپ کے حافظ ملت مولانا عبد العزیز مبارک پوری سے بڑے اچھے اور گہرے تعلقات تھے آپ کا مزار شریف قبرستان میوہ شاہ کراچی میں ہے۔ رحمتہ اللہ علیہما۔

آپ کی تعلیم :

آپ نے بعمر ۱۴ سال ۱۳۵۰ ہجری میں اپنے والد ماجد سے قرآن مجید حفظ کیا اور حافظ ملت مولانا عبد العزیز مبارکپوری علیہ الرحمتہ نے تکمیل حفظ قرآن کے موقع پر آپ کی دستار بندی فرمائی ان دنوں حضرت قاری صاحب علیہ الرحمتہ نے اسکول میں ساتویں جماعت بھی پاس کر لی تھی۔ ازاں بعد مزید دینی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے قاری صاحب نے بعمر ۱۷ سال ۱۳۵۴ ہجری بمطابق ۱۹۳۵ء میں دارالعلوم اشرفیہ, قصبہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ (یو۔پی) میں داخلہ لیا اور وہاں آٹھ سال تک زیر تعلیم رہے۔

۱۹۴۳ء میں حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارکپوری علیہ الرحمہ جب جامعہ عربیہ ناگپور تشریف لے گئے تو حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ بھی جامعہ ناگپور میں منتقل ہوگئے اسی جامعہ میں فارغ التحصیل ہوئے اور وہیں علامہ سید محمد محدث کچھوچھوی علیہ الرحمتہ کی موجودگی میں آپ کی دستار بندی ہوئی قاری صاحب کے اساتذہ میں حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارکپوری, حضرت علامہ مولانا حامد رضا خاں، مولانا امجد علی اعظمی، مولانا محمد سلیمان بھاگلپوری اور مولانا ثناء اللہ اعظم گڑھی علیہم الرحمتہ نمایاں ہیں۔

بیعت و خلافت:

علوم متداولہ کی تکمیل کے بعد علوم باطنی کی تحصیل و تکمیل کی جانب متوجہ ہوئے اور آپ نے جامع الشریعتہ والطریقہ حضرت مولانا امجد علی صاحب اعظمی علیہ الرحمتہ سے بیعت کی اور تیزی کے ساتھ منازل سلوک طے کرتے ہوئے تھوڑے ہی عرصہ میں منزل تکمیل و کمال تک جا پہنچے۔ چنانچہ ایک دن آپ اپنے پیرو مرشد کی محفل نعت میں بیٹھے تھے اور آپ نے بڑے سوزو گداز کے ساتھ عارف باللہ مولانا جامی قدس سرہ کی فارسی نعت پڑھی اور اس شان سے نعت سنائی کہ تمام حاضرین پر عالم سوزو گداز میں وجد کی حالت طاری ہوگئی اس پر حضرت مولانا امجد علی اعظمی نے اسی مجلس میں خلعت خلافت سے نواز کر اپنا خلیفہ بنالیا اس کے علاوہ آپ کو مفتی اعظم ہند مولانا مصطفی رضا خاں صاحب اور قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین صاحب مدنی سے بھی خلافتیں عطا ہوئیں۔ رحمتہ اللہ علیہم

خلفاء:

آپ نے مسند رشد و ہدایت پر فائز ہوکر سینکڑوں, ہزاروں کو فیضیاب کیا اپنے مریدان باصفاء کے قلوب کو مجلّٰی اور مصفّٰی کر کے راہ سلوک پر گامزن کیا اور اپنے تلامذہ میں سے دو گوہر نایاب چن کر انہیں اپنی خلافت سے سرفراز کیا جو آپ کے توسط سے فیوض وبرکات سے مخلوق خدا کو سیراب کررہے ہیں۔ وہ گوہر نایاب حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ (۲) حضرت مولانا عبدالعظیم صاحب قادری مدظلہٗ

آپ کی شادی خانہ آبادی:

پہلی شادی ۲۴ سال کی عمر میں فاروقی خاندان میں سرانجام پائی جس سے آپ کی دو صاحبزادیاں ہیں۔
دوسری شادی ۳۰/برس کی عمر میں بمقام جبلپور سید گھرانے میں ہوئی صوفی محمد حسین عباسی کی صاحبزادی سے نکاح منعقد ہوا جن سے ایک صاحبزادی اور تین صاحبزادے تولّد ہوئے۔

پاکستان میں آمد:

تقسیم ملک و قیام پاکستان کے بعد آپ ہجرت کر کے ۱۹۴۹ء میں کراچی تشریف لائے ابتداء آپ کچھ عرصہ دارالعلوم امجدیہ آرام باغ گاڑی کھاتہ میں مقیم رہے ۱۹۵۰ء میں آپ اخوند مسجد کھارادر میں پیش امام و خطیب

مقرر ہوئے تو آپ اخوند مسجد میں آگئے جہاں آپ نے ۱۹ر سال خدمات سر انجام دیں۔ اسی دوران تقریباً ڈیڑھ سال آپ نے مرکزی مسجد واہ کینٹ ضلع راولپنڈی میں فرائض امامت و خطابت سر انجام دیئے۔ ۱۹۶۹ء میں آپ میمن مسجد مصلح الدین گارڈن میں پیش امام وخطیب مقرر ہوئے جہاں آپ نے چودہ سال خدمات سر انجام دیں۔ آپ اس مسجد میں اپنے انتقال تک بڑی کامیابی کے ساتھ تبلیغ دین اور مریدوں کی اصلاح وتربیت فرمانے میں مشغول رہے۔

تدریس:

آپ امامت و خطابت کے ساتھ ساتھ دارالعلوم امجدیہ میں تقریباً پندرہ برس تک بطور معلّم و مدرس بڑی مہارت کے ساتھ تعلیم وتدریس کے فرائض سر انجام دیتے رہے۔

زیارت حرمین شریفین وادائیگی حج:

آپ نے ۱۹۵۴ء میں پہلا حج ادا فرمایا۔ اس سفر حج میں عبد الشکور مرحوم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اس حج کے دوران جب آپ مدینہ طیبہ پہنچے تو حضرت قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمتہ سے پہلی مرتبہ آپ کی ملاقات ہوئی۔ مولانا ضیاء الدین مدنی آپ سے مل کر بے حد مسرور ہوئے اور قاری صاحب کو ساتھ لے کر سرکار دو عالم ﷺ کے روضہ اقدس واطہر پر حاضری دی بارگاہ رسالت میں ہدیہ صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کے بعد سیدنا امیر المومنین صدیق اکبر اور سیدنا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حضور نذرانہ عقیدت وسلام عرض کیا حضرت قاری صاحب اپنی حیات دنیوی میں بارہ مرتبہ زیارت حرمین سے مشرف ہوئے یعنی آپ نے کل بارہ حج کئے۔ ہر مرتبہ آپ حج کو روانہ ہونے سے قبل حضرت امام الاولیاء سیدنا علی ہجویری داتا گنج بخش قدس سرہ کے مزار اقدس پر ضرور حاضر ہوتے تھے اور فرماتے کہ میرے حج کے لئے ویزا یہیں سے بنتا ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشند خدائے بخشندہ

سرکار بغداد میں حاضری:

۱۹۷۰ء میں سفر حج کے دوران آپ نے سرکار بغداد حضرت محبوب سبحانی محی الدین سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کے مزار پر انوار پر حاضری دی۔ اس سفر میں حاجی انور توکل اور عبد العزیز عرفی بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

انتقال پر ملال:

مورخہ ۷ جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ بمطابق ۲۳ر مارچ ۱۹۸۳ء بروز بدھ بوقت ساڑھے چار بجے سہ پہر آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کا انتقال اچانک ہوا منگل بدھ کی درمیانی شب بعد نماز عشاء آپ نے مولانا حامد

رضاخان علیہ الرحمتہ کے عرس مبارک کی محفل میں شرکت فرمائی۔ یہ محفل میمن مسجد مصلح الدین گارڈن میں منعقد ہوئی تھی۔ اس محفل میں قاری صاحب کے علاوہ حضرت مفتی اختر رضاخان صاحب مدظلہٗ العالی اور علامہ شاہ تراب الحق قادری زید مجدہٗ بھی شریک تھے۔ قاری صاحب نے خطاب فرمایااور دیگر علماء کرام نے بھی تقاریر فرمائیں۔ موضوع تھا ''روح اور موت'' اسی بدھ کے دن نماز ظہر کی امامت فرماکر اپنے دولت خانہ میں تشریف لے گئے اور کاٹھیاواڑہال آدم جی نگر میں محفل گیارہویں میں جانے کی تیاری میں مصروف تھے کہ اچانک آپ پر دل کا دورہ پڑا۔ آپ کو بغرض علاج لے جایاجارہاتھا کہ بوقت ساڑھے چار بجے سہ پہر راستہ ہی میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

آپ کے انتقال کے سانحہ کی خبر سن کر سب حیران رہ گئے اور پریشانی و اضطراب کے عالم میں آپ کے مکان پر جمع ہونے لگے۔ بروز جمعرات آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے کم و بیش ۳۰ ہزار فرزندان توحید مصلح الدین گارڈن پہنچ گئے تقریباً ساڑھے دس بجے صبح نماز جنازہ حضرت مفتی اختر رضاخان صاحب مدظلہٗ نے پڑھائی اور آپ کو مسجد سے ملحق مصلح الدین گارڈن میں سپرد خاک کیا گیا۔ جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ آپ کی فاتحہ سوئم کا بڑے پیمانے پر اہتمام ہوا۔ اس موقع پر حضرت مفتی اختر رضاخان صاحب مدظلہ العالی نے فاتحہ و دعا سے فارغ ہو کر حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری مدظلہ کو حضرت قاری صاحب مرحوم کا جانشین مقرر فرمایا اور اپنے دست مبارک سے ہزاروں کے اجتماع میں دستار بندی فرمائی اور حضرت قاری صاحب مرحوم کے فرزند ارجمند مصباح الدین صدیقی کو علامہ شاہ تراب الحق صاحب قادری کے سپرد فرمایا کہ ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام بطور خاص کریں۔

حضور علیہ السلام کے وضو کے پانی سے برکت حاصل کرنا

حضرت ابو حجیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو چمڑے کے سرخ خیمہ میں تشریف فرماپایااور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کا استعمال شدہ پانی برتن میں لیے کھڑے ہیں اور لوگ اس پانی کی طرف ہاتھ بڑھارہے ہیں تو جس کو وہ پانی مل گیا اس نے اسے اپنے جسم پر مل لیا اور جسے نہ ملا اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے تری لے لی۔

(بخاری، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ فی ثوب الاحمر، ۱/ ۱۵۰ حدیث:۳۷۶)

ایک ذاتی تاثر

خواجہ رضی حیدر
ڈائیریکٹر قائد اعظم اکیڈمی

مجھے اپنی ۳۸ سالہ زندگی میں معتقد علماء فقہا، صوفیاء اور اہل اللہ سے ملنے اور ان کو قریب سے دیکھنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ شاید اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ میں خود ایک علمی و مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ مجھے بچپن ہی سے اپنے والد مرحوم مولانا حکیم قاری احمد پیلی بھیتی کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا۔ والد مرحوم کو مولانا عبد الحامد بدایونی سے ایک تعلق خصوصی تھا اور اسی بنا پر قیام پاکستان کے بعد سے وہ مولانا بدایونی کی قیادت میں جمیعت علماء پاکستان کے انتظامی امور میں سرگرم رہنے لگے۔ اس دور میں جمیعت علماء پاکستان اپنا ایک مذہبی تشخص رکھتی تھی۔ اور سیاسی معاملات میں دخیل ہونے کے باوجود مذہبی پلیٹ فارم کو پوری طرح استعمال کرتی تھی۔ والد مرحوم چونکہ نہ صرف عالم با عمل تھے بلکہ آل انڈیا مسلم لیگ پیلی بھیتی کے کئی سال صدر رہ چکے ہیں۔ اس لئے مولانا بدایونی ان ہی سے مشورہ فرماتے تھے اور یہ میرے والد ہی کے مشوروں کا نتیجہ تھا کہ ہر سال کراچی میں جمیعت کے زیر اہتمام نہایت شاندار طریقے سے جشن عید میلاد النبی ﷺ اور یوم حسین کی تقریبات منعقد کی جاتی تھیں۔ ان ہی تقریبات کے دوران میں نے اکثر مشاہیر کو قریب سے دیکھا اس زمانہ میں علامہ قاری مصلح الدین کھارادر کی اخوند مسجد سے وابستہ تھے اور ان تقریبات میں بڑے جوش و جذبہ کے ساتھ حصہ لیا کرتے تھے۔ میں نے پہلی مرتبہ علامہ قاری مصلح الدین صاحب کو ان ہی تقریبات کے دوران دیکھا تھا۔ چہرے پر زہد کی پاکیزگی، آواز میں سنجیدگی، لہجے میں نرمی، آنکھوں میں بے خوابی کی چمک، نفیس لباس، ان کی پوری شخصیت اپنے اندر ایک ایسی جاذبیت رکھتی تھی ---- جس کا الفاظ میں احاطہ ممکن نہیں ---- ہر چند یہ ان کی شخصیت ایسی ہی جاذب نظر دکھائی دی ---- وہ اپنی وضع کے واحد شخص تھے ایک ایسا شخص جس کی زندگی کسی اونچ نیچ سے دوچار نہ تھی۔ ہر وقت ایک سا رویہ ---- ایک سی نرم کلامی ---- ایک سی شفقت ---- ایک ایسی شفقت جس میں کوئی اختصاص نہیں تھا---- کوئی منافقت نہیں تھی ---- بس تمام تر خلوص تھا۔

میرے والد اور قاری مصلح الدین علیہ الرحمہ کے مابین تعلقات کی نوعیت کیا تھی یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے لیکن اس بات کا مجھے مکمل علم ہے کہ جب ایک طبقہ نے اپنے ذاتی مفادات کے حصول کی خاطر میرے والد پر "صلح کلی" کا لیبل لگا کر ان کو اپنی راہ سے ہٹانا چاہا اور ---- میرے والد کے مسلک پر کیچڑ اچھالی اس وقت بھی قاری

صاحب کے رویہ میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی وہ حسب سابق میرے والد سے ملتے رہے اور کبھی میرے والد صاحب کو یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ وہ معتوب ہیں ---- یہ قاری صاحب کی بڑائی تھی اور ان کی اس بڑائی کا اعتراف میرے والد اکثر کیا کرتے تھے ---- وہ کہتے تھے کہ میرے مخالفین کے ہاتھ بڑے لمبے ہیں۔ وہ اپنی مذہبی اجارہ داری کی آڑ میں ہر اس شخص کو اپنے انتقام کی سولی پر چڑھا سکتے ہیں جو میرے لئے اپنے دل میں معمولی سا بھی اخلاص رکھتا ہو ---- میں ہزار حضرت محدث سورتی کا پوتا اور ---- خلیفہ اعلیٰ حضرت سلطان الواعظین مولانا عبد الاحد قادری محدث پیلی بھیتی کا بیٹا سہی --- میں ان کی نظر میں معتوب قرار پا چکا ہوں۔ ان کے مفادات کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہو چکا ہوں ---- اس لئے اب ان کا پاس میرے لئے قطعی کوئی گنجائش موجود نہیں ہے ---- ایسی صورت میں اپنے مخلصین اور کرم فرماؤں کا تحفظ میرا فرض اوّلین ہے ---- مگر علامہ قاری مصلح الدین ان خدشات کی نشاندہی اور میری جانب سے تمامتر احتیاطوں کے باوجود مجھ سے بلا خوف حسب سابق ملتے رہتے تھے ---- اور یہ اخلاص و بڑائی کسی شخص میں اس وقت تک پیدا نہ یوں ہو تا جب تک اس کے یہاں تقویٰ نہ ہو۔

علامہ قاری مصلح الدین صدیقی سے میرے قرب کا ایک سبب قائد اعظم محمد علی جناح بھی قرار پائے۔ ہوا یوں کہ میں بچپن ہی سے قائد اعظم کی شخصیت کا اسیر تھا ---- میں نے قائد اعظم کی متعدد تصاویر اخبارات سے کاٹ کر ایک کاپی پر چسپاں کر رکھی تھیں اور میں یہ تصاویر نہ صرف اپنے دوستوں کو دکھایا کرتا تھا بلکہ اس بات پر بھی نازاں رہتا تھا کہ پاکستان بننے کے بعد اتفاق سے میرے والد نے اسی محلہ میں سکونت اختیار کی جس میں قائد اعظم پیدا ہوئے تھے ---- میری مراد کھارادر سے ہے --- میں اکثر شام کو جب اپنے والد کے ساتھ گھر سے نکلتا تو بضد وہ جاتا اس گلی سے چلیں جس میں قائد اعظم کا گھر ہے یعنی قائد اعظم کی جائے پیدائش "وزیر مینشن" ---- اس عمارت سے کچھ قدم کے فاصلے پر "اخوند مسجد" واقع ہے اور اسی مسجد کے ایک حجرے میں علامہ قاری مصلح الدین کا قیام تھا چنانچہ ہم جب ادھر سے گزرتے تو میرے والد اخوند مسجد پر ضرور ٹھہر کر دیکھ لیتے کہ قاری صاحب موجود ہیں یا نہیں ---- عموماً قاری صاحب اپنے حجرے میں موجود ہوتے اور اس طرح ہر دفعہ مجھے قاری صاحب کی زیارت نصیب ہو جاتی تھی۔ اس معمول کے دوران میرے علم میں یہ بات نہیں تھی کہ قاری صاحب مصلح الدین صدیقی کا بھی شمار ان مجاہدین میں ہوتا ہے جنہوں نے قیام پاکستان اور حصول آزادی کیلئے جدوجہد کی تھی بعد کے برسوں میں یہ بات میرے اور قاری صاحب کے مابین ایک اور مستحکم رابطہ کا درجہ اختیار کر گئی۔

میرے تایا حضرت شاہ مانا میاں قادری چشتی پیلی بھیتی غفرلہٗ سے بھی قاری مصلح الدین صدیقی کے بڑے دیرینہ مراسم تھے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے عرس مبارک اور دوران تعلیم میرے تایا سے قاری صاحب کے مراسم استوار ہوئے اور آخر وقت تک قائم رہے۔ ۱۹۵۷ء میں جب میرے تایا بغرض

ملاقات پاکستان تشریف لائے تو کئی مرتبہ اخوند مسجد میں قاری صاحب نے محفل واعظ اور حلقۂ ذکر و فکر کا اہتمام کیا ان محافل کا روح پرور منظر اور اہل ذکر و فکر کی گریہ وزاری آج بھی میری روح کا ایک حصہ ہے۔

علامہ قاری مصلح الدین سے میری قربت کا ایک اور سبب میرے پھوپھو سید احمد ہاشمی بھی تھے جو اخوند مسجد کے قریب رہتے تھے۔ قاری مصلح الدین میرے پھوپھا کا بڑا احترام فرمایا کرتے تھے اور اس احترام کی وجہ یہ تھی کہ سید احمد ہاشمی کے گھر میں حضرت شاہ فضل رحمن گنج مراد آبادی کے سجادہ نشین حضرت عبد الحلیم گنج مراد آبادی کی صاحبزادی تھیں جس نے خود دیکھا کہ قاری صاحب سید احمد ہاشمی کے صاحبزادوں ڈاکٹر سید توصیف احمد ہاشمی اور سید اوصاف احمد ہاشمی پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ اکثر ان کو اپنے ساتھ حلقہ ذکر و فکر میں شامل رکھتے۔ احترام نسب کی یہ صورتحال میں نے کم ہی لوگوں کے یہاں دیکھی ہے ---- اب میں سوچتا ہوں تو خیال آتا ہے کہ قاری صاحب کا میرے والد سے تعلق بھی بڑی حد تک احترام نسب کی بنیاد پر ہی تھا کیونکہ جب میں اپنے والد کے انتقال کے بعد قاری صاحب سے کھوڑی گارڈن کی مسجد میں واقع ان کے حجرے میں از سر نو متعارف ہوا تو آپ نے بے اختیار مجھ کو اپنی مسند پر بٹھایا اور حاضرین کو میرا تعارف کچھ اس انداز میں میرے بزرگوں کے حوالے سے کرایا کہ مجھ پر گریہ طاری ہو گیا۔

قاری صاحب نے اس نمود و نمائش کے شور میں روحانی ارتقاع کی تمام منازل نہایت خاموشی کے ساتھ طے کرلیں--- آپ کے طور وطریق میں صوفیائے سلف کی شان ظہور پا گئی تھی --- علائق دنیاوی سے بے نیازی اور معاملات اکراہ سے دوری نے آپ کی شخصیت کو اتنا دلکش بنادیا تھا کہ جس پر ایک مرتبہ آپ نظر ڈال دیتے تھے وہ تمام عمر کیلئے آپ کا اسیر ہو جاتا تھا--- آپ کی ہر بات میں ایک نصیحت موجود ہوتی تھی۔ ایسی نصیحت جو انسان کو اصلاح نفس کو ترغیب دیتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ لاتعداد افراد جو سر تا پا ہوس دنیا میں گرفتار تھے آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور ایک نئی زندگی شروع کی ایسی زندگی جو بندے کو رب سے قریب اور دل کو عشق مصطفوی ﷺ سے لبریز کر دیتی ہے۔

۱۹۸۰ء کے اوائل میں حضرت محدث سورتی کے ایک شاگرد قاری غلام محی الدین مدظلہ العالی نینی تال سے پاکستان تشریف لائے اور میرے غریب خانے پر قیام فرمایا--- قاری مصلح الدین صاحب کو جب علم ہوا تو فوراً ملاقات کی اور کھوڑی گارڈن کی مسجد میں واعظ کی دعوت دی--- میں نے دیکھا قاری غلام محی الدین صاحب بہت جلد ان سے قریب ہو گئے اور جتنے عرصہ کراچی میں مقیم رہے نماز جمعہ کھوڑی گارڈن مسجد میں ہی ادا کی---وہ فرماتے تھے کہ قاری مصلح الدین صاحب نے نوجوانوں کی روحانی تربیت کا جو انداز اختیار کیا ہے۔ وہ اولیاء ماسبق کی یاد دلاتا ہے--- محفل نعت کا اہتمام روح کو تازگی اور قلب کو لطافت بخشتا ہے ---اور میں سمجھتا ہوں کہ مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضاخان بریلوی کے مشن کو روحانی سطح پر جس انداز میں قاری مصلح الدین پاکستان میں فروغ دے رہے ہیں اس کی بھارت میں کم ہی مثال ملتی ہے۔

مجھ کو علامہ قاری مصلح الدین سے تواتر کے ساتھ تقریباً چھ سات سال شرف نیاز حاصل رہا۔ یہ چھ سات سال خود علامہ قاری مصلح الدین قادری کی زندگی کے اس اعتبار سے نہایت اہم سال تھے کہ یہ ان کی زندگی کے آخری سال قرار پائے اس لحاظ سے مجھ کو آپ سے آخری عمر میں زیادہ قربت حاصل رہی اور یہی وہ سال تھے جب قاری مصلح الدین صاحب روحانی اور اخلاقی اقدار کی مسند پر تمام وکمال فائز تھے اور آپ کی زندگی کا ہر لمحہ کتاب وسنت کی ترویج واشاعت میں بسر ہو رہا تھا---اس زمانہ میں یعنی ۱۹۷۹ء میں ایک مرتبہ مجھے حضرت داتا گنج بخش ہجویری کے عرس میں بھی قاری صاحب کے ساتھ شرکت کا شرف حاصل ہوا---- قاری صاحب لاہور جب بھی تشریف لے جاتے تھے حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے مطب ضرور جاتے اور مجلس رضا کی اشاعتی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی فرماتے ----۱۹۷۹ء میں جب آپ حکیم موسیٰ کے مطب پر تشریف لائے تو میں پہلے سے وہاں موجود تھا---- قاری صاحب کے ہمراہ پندرہ بیس نوجوانوں کی ایک جماعت تھی ۔ میں نے دیکھا ہر نوجوان نے نہایت عقیدت کے ساتھ حکیم محمد موسیٰ کی دست بوسی کی اور سب نہایت مؤدب کھڑے ہو گئے۔ اسی اثناء میں میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہ العالی اپنے مریدانِ باصفا ایک جماعت کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔ ان سب حضرات کی بیک وقت حکیم موسیٰ کے مطب میں موجودگی نے عجب روح پرور سماں پیدا کر دیا۔ سفید وشفاف لباس---- جالی کی سفید ٹوپیاں ----چہروں پر شب بیداری کا نور ایسا لگتا تھا جیسے حکیم موسیٰ کے مطب میں فرشتوں کے پرے اتر آئے ہوں۔

قاری مصلح الدین غفرلہ کا شمار فی زمانہ اہل اللہ کے اس طبقہ میں ہوتا ہے جنہوں نے علائق دنیاوی سے کنارہ کش رہتے ہوئے دنیا کی ماہیت ومزاج کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا یہی وجہ ہے کہ وہ مجھ جیسے دنیادار سے بھی ایسا رویہ اختیار کرتے جس سے میری نگاہ میں دنیا کی دلکشی ختم ہو جائے اور میں ایک مسلمان کے لئے مخصوص مقصد حیات سے واقف ہو سکوں---- آپ کی قربت میں گھٹن محسوس نہیں ہوتی تھی بلکہ قلب کی لطافت میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ آپ انسان کو اس کے نفس سے پر رکھتے تھے اور پھر کچھ اس طرح اصلاح باطن کرتے تھے کہ نہایت غیر محسوس کن طریقے پر انسان کی اخلاقی اور روحانی حالت تبدیل ہونے لگتی--- آپ کا ملنا جلنا، بات کرنا سب اللہ کیلئے ہوتا تھا اس لئے آپ ہر کام میں تائید ایزدی شامل ہو جاتی ایسی تائید جو اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ اور پسندیدہ بندوں کیلئے مخصوص کر دی ہے۔

میں یہ بات بھی بصد افتخار کہہ سکتا ہوں کہ جو شفقت اور محبت قاری مصلح الدین غفرلہ عنایت فرمایا کرتے تھے اس کا یہ اعجاز ہے کہ آج آپ پردہ فرما چکے ہیں لیکن آپ کے سجادہ نشین علامہ سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی بھی مجھ سے اسی نسبت خاص سے ملتے ہیں اور اس محبت اور شفقت کے ساتھ پیش آتے ہیں جو حضرت علامہ قاری مصلح الدین غفرلہٗ کا حصہ اور وطیرہ تھی--- اللہ تعالیٰ اس خانوادہ کی روحانی برکتوں میں مزید اضافہ فرمائے اور ہر مسلمان کو ان برکتوں کو اپنی جھولی میں سمیٹنے کی سعادت عطا فرمائے۔

ہم روح سفر ہیں ہمیں ناموں سے نہ پہچان   کل اور کسی نام سے آجائیں گے ہم لوگ

ولیٔ نعمت

سید احد یوسف
سابق وزیر تعلیم و اطلاعات حکومتِ سندھ

مجھے یہ جان کر دلی مسرت حاصل ہوئی ہے کہ دار الکتب حنیفہ کراچی حضرت علامہ حافظ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کی ذات برکات کو عوام الناس سے روشناس کرانے اور نئی نسل کو کما حقہ متعارف کرانے کے لیے ایک عظیم الشان شمارہ "عرفان منزل مصلح الدین نمبر" شائع کر رہا ہے۔

دین اسلام کی ترویج و ترقی اور اشاعت کے لیے صوفیائے کرام نے جو گرانقدر خدمات انجام دی ہیں وہ ہماری مذہبی اور دینی تاریخ کا درخشاں باب ہیں۔ اولیائے کرام نے ہر دور میں کفر و الحاد کی ظلمت اور تاریکی کو دور کرنے اور اسلام کی روشنی سے تمام عالم کو منور کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اللہ کے ان نیک اور برگزیدہ بندوں نے اپنی ریاضت، عبادات، اخلاص اور افعال و کردار حمیدہ کے ذریعے لوگوں کے دلوں کو مسخر کیا اور دکھی انسانیت کی خدمت کر کے ان کے دکھ درد کا مداوا کیا۔

ہر دور میں دنیا کے گوشے گوشے میں انسانوں کی رہبری اور ہدایت کے لیے روحانی پیشوا اور صوفیائے کرام آتے رہے۔ اور آج بھی بے شمار اللہ کے نیک اور باکردار و باصفا بندے دنیا کے ہر خطے میں بے راہ روی اور بھٹکی ہوئی انسانیت کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی قدس سرہ العزیز کی ذات والا صفات سے کون واقف نہیں۔ آپ کا نامِ نامی و اسمِ گرامی تاریخ اسلام میں ہمیشہ زندہ جاوید رہے گا۔

آپ زندگی بھر شریعت و طریعت کی سختی سے پابندی کرتے رہے اور مشکل حالات میں بھی دین کی سربلندی کے لیے کوشاں رہے آپ کے سلسلے کا فیض آج بھی جاری و ساری ہے اور انشا اللہ رہتی دنیا تک رہے گا۔ آپ جیسے حامل شریعت و ولی نعمت کی عملی زندگی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم راست اور سچائی کو اپنائیں اور مشکل ترین لمحات میں بھی راست گوئی کو ترک نہ کریں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ دار الکتب حنفیہ کے منتظمین کو اپنی اس کاوش میں کامیابی عطا کرے۔ آمین

سید احد یوسف
وزیر تعلیم و اطلاعات (سندھ)

عالمِ باعمل

الحاج حنیف طیب
سربراہ المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی

حضرت قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ حافظ القرآن عالم باعمل، صوفی باصفا اور مومن کامل تھے۔ آپ کا شمار ان سالکانِ حق میں ہوتا ہے جو حُسن اخلاق کے سراپا پیکر تھے، زہد و تقویٰ کے مجسمہ تھے اور قول و فعل میں یکساں تھے آپ نے ۱۵ سال دار العلوم امجدیہ میں تدریسی خدمات انجام دیں ۔ آخوند مسجد اور میمن مسجد مصلح الدین گارڈن میں مجموعی طور پر ۳۳سال امامت و خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ آپ نے مسلک اعلیٰ حضرت کی بقا اور فروغ میں شاندار کردار ادا کیا۔ جو ناقابلِ فراموش ہے۔

حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ کی گفتگو اور تقریر میں بے انتہا اثر تھا، اسکی وجہ یہ ہے کہ آپ جو کچھ وعظ و نصیحت فرماتے، خود اس پر سختی سے عمل پیرا ہوتے۔ آپ نے نوجوانوں کی تربیت پر بڑی خاص توجہ دی اور اسمیں آپ کو بڑی حد تک کامیابی ہوئی، نتیجتاً کھارادر اور میٹھادر جوڑیا بازار، نیا آباد کے نوجوانوں کی خاصی تعداد دین دار ہوگئی اور انہوں نے اپنے چہروں کو ڈاڑھیوں سے سجالیا۔

حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ نے عشق رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سرشار ہو کر گھر گھر محافل نعت کو رواج دیا۔ آج شہر کراچی میں عموماً اور علاقہ کھارادر میٹھادر میں خصوصاً، جو محافل نعت منعقد ہوتی ہیں یا بچہ بچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعتیں گنگناتا ہے، یقیناً یہ حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ کی پر خلوص مساعی کا ثمر ہے۔

محمد حنیف حاجی طیب
سربراہ المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی / سابق وفاقی وزیر

خواجہ تاشانِ طریقت

شہزادہ شیر بیشۂ سنت حضرت علامہ مشاہد رضا خان علیہ الرحمہ

نحمدہ و نصلی علی حبیبہ الکریم و علیٰ آلہ و صحبہ الکرام

فقیر کے بعض محبین اہلسنت سلمہم نے فقیر سے خواہش ظاہر کی کہ فقیر حضرت فدائے رضویت حامل شریعت و طریقت مولانا قاری مصلح الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے متعلق کچھ کلمات قلمبند کر دے اگرچہ فقیر مضمون نگار نہیں مگر انکار میں ان کا ملال اور تعمیل میں ان کی دلجوئی اور خوشی لہٰذا خیال کیا کہ **اذلا یحصل کلہ لا یترک کلہ** کے تحت اپنے قلبی جذبات کو اپنے ناقص الفاظ میں صفحہ قرطاس پر لانے کی کوشش کروں **وماتو فیقی الا باللہ تعالیٰ علیہ توکلت وھو حسبی ونعم الوکیل**

موت العالم موت العالم عالم کی موت جہان کی موت کے مترادف، علم نہیں اٹھتا بلکہ علمائے حق اٹھا لئے جاتے ہیں گلشن میں پھول بہت مگر سب گلاب نہیں پتھر بہت مگر سب لعل و یاقوت، والماس نہیں، گلشن میں نغمہ سنج پرندے بہت مگر سب بلبل تو نہیں، عالم و واعظ و مبلغ و قاری بہت لیکن ہر کوئی مصلح الدین (علیہ الرحمہ الرضوان) نہیں جو گیا اپنی جگہ خالی کر گیا اپنا ساز چھوڑا زمانہ قحط الرجال ہے۔

آج ان کے جانے سے رات کی دلکشی مجالس کی رونق منابر کی زینت گئی وعظوں کا وہ لطف و سرور نہ رہا آج ان کی یاد سے ہزاروں کے دل شاد و آباد ہیں ان کی تقریر سے سینکڑوں مقامات پر بے شمار حضرات مستفیض ہیں اور ہزاروں گمراہ لوگ ان کے فیض تقریر و صحبت سے ہدایت یافتہ مسلک اہلسنت پر قائم نظر آرہے ہیں جدھر گئے مہکائے گئے مہکتے آئے، یہ ابر رضویت جہاں گیا۔ باغ اسلام و سنیت کی کشت رضویت کی آبیاری کرتا رہا اور اپنے پیچھے اہلسنت کا ایک فیض و تربیت یافتہ عظیم قافلہ چھوڑا ہے جو ان کی پوری زندگی کا سرمایہ ہے ان کو جو یہ بے حساب کامیابیاں اور مقبولیت و عظمت و شوکت میسّر آئی یہ صرف عشق رسول مکرم مختار کونین علیہ وعلیٰ الہٰ وصحبہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت تھی اور اسی کے یہ انوار تھے جو ایک دنیا کو منور کر گئے حضرت ممدوح کا قول و عمل اور پوری زندگی عشق و صداقت و ہدایت سے لبریز تھی اپنے زاویہ تبلیغ سے کام اور سیاستِ ناکام سے کوئی دلچسپی اور تعلق نہیں باقی رکھا اور اصلاح عقائد کے ساتھ اصلاح اعمال بھی ایسی شاندار کی کہ مصلح الدین ہو گئے اور سنی کے لیے چین اور سنی ان کی یاد میں بے چین نظر آرہا ہے فقیر کو پہلی بار شرف ملاقات مدینہ طیبہ میں ہوا۔

موصوف دلائل الخیرات کے عامل تھے مدینہ منورہ میں بھی برابر پابندی سے پڑھتے رہے حضرت موصوف کو عارف باللہ حضرت شیخ المشائخ فدائے اعلیٰحضرت فنافی الرسول مولٰینا العلام شاہ ضیاء الدین صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز مہاجر مدنی سے اور سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان سے خلافت واجازت تھی اور فقیر و حقیر کو بھی اول الذکر سے سلسلہ معمریہ رضویہ کی اور سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان سے تمام سلاسل رضویہ کی اجازت کا شرف حاصل ہے اس نسبت سے فقیر اور حضرت ممدوح خواجہ تاشانِ طریقت بھی کہے جاسکتے ہیں اور عرفاتی اخوت بھی ہے اس سفر مبارک کے بعد جب حضرت موصوف پیلی بھیت شریف عرس شیر بیشہ سنت مظہر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ میں شریک ہوئے تو دوبارہ شرف نیاز حاصل ہوا۔

العلم زین و کنزلا نفادله
نعم القرین اذا ما عا قلا صحابا

اس کے دوسرے جملے کے صحیح مصداق بنکر علم دین کے حقوق کو پورا پورا ادا کر دکھایا، آج ہم ان کے اعراس کی محفلیں سجائیں ان کی یادیں منائیں میں کیا کوئی سنی صحیح العقیدہ منع نہیں کرتا مگراُن کے اصل مقصد کو اور ان کے مشن کو بھول جائیں تو یہ سب بے فائدہ ہے ان کا مقصد تبلیغ وحیات اور ان کا مشن وہی تھا جو قرآن وحدیث سے روشن۔ اشداءعلی الکفار اور ایاکم وایاھم کہ کفار مرتدین پر سخت اور اپنے کو ان سے اور انکو اپنے سے دور رکھو تاکہ وہ کہیں تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں اور کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں۔ ان کا مشن وہی تھا جو حضور پر نور اعلیٰ حضرت عظیم البرکہ مجدد دین وملت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کا تھا جو ان کی کتب مبارکہ سے اور خصوصاً تمہید ایمان و حسام الحرمین اور الدلائل القاہرہ سے ظاہر وباہر ہے اور قرآن کریم واحادیث مبارکہ وارشادات ائمہ وصلحاء واولیاء کرام علیہم رحمتہ الملک المنعام سے مبرہن ہے اسی طریق حق پر گامزن رہنا ان کی خوشی اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کی رضا ہے۔

اعلیٰحضرت عظیم البرکہ رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

دشمن احمد پہ شدت کیجئے — ملحدوں کی کیا مروت کیجئے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل — یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب — اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

(جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ اجمعین)

لٰہذا اپنے دین وایمان کی حفاظت کے لئے تمام وہابیوں، دیوبندیوں، مودودیوں، تبلیغیوں، قادیانیوں، رافضیوں، نیچریوں اور تمام بد مذہبوں سے دور نفور رہیں اور ان کے ساتھ بحکم حدیث وارشادات اہل حق میل جول

سلام و کلام رشتہ ناطہ، شادی بیاہ سے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے اور ان کے جنازے کی نماز پڑھنے سے اجتناب و احتراز کریں یہ حضور پر نور اعلیٰ حضرت عظیم البرکہ رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کا ارشاد قرآن وحدیث کی روشنی میں ہے۔

حضرت ممدوح علیہ الرحمہ کی سب سے بڑی خوشی اور مسرت کا باعث ان کے بتائے ہوئے اسی مسلک اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ پر مضبوطی اور پختگی کے ساتھ قائم رہنا ہے اور اس دولت کو دنیا کے تمام مال ومتاع اور تمام دھن دولت سے عزیز رکھنا ہے اگر ایمان و سنت و عشق رسالت کی عظیم بے مثل دولت ہے تو سب کچھ ہے اور اگر دنیا سے یہ دولت لے گئے تو سب کچھ چھوڑنے کے بعد سب پا گئے۔

پند ہا داذیم و حاصل شد فراغ

وما علینا یا اخی الا البلاغ

حضرت ممدوح کے مناقب اوصاف و کمالات و تبلیغ اسلام و سنیت کچھ اس طرح مختصر نہیں کہ چند اوراق میں سما سکے بلکہ ان کے محامد و محاسن و فضائل و فواضل و خصائل ایک بحر ذخار ہیں جس کے لیے دفاتر و مجلدات درکار ہیں پھر ناچار اختصار ہی مختار مگر لا یترک کلہ کے تحت یہ چند خصوصیات حضرت ممدوح علیہ الرحمہ کی مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر معروض تحریر میں پیش ہیں۔

(۱) تقریباً بارہ مرتبہ حاضری مدینہ منورہ اور حج سے مشرف ہوئے

(۲) فوٹو کھینچوانے کو حرام سمجھتے تھے۔

نمبر۳: لاؤڈ اسپیکر پر نماز نہیں پڑھاتے تھے کہ ہندو پاک کے تمام اکابر اہلسنت نے اس پر نماز کے فساد کا حکم دیا۔

نمبر۴: مسجد میں وقت اقامت بیٹھنے کی تعلیم فرمائی جو آج بھی یادگار قائم ہے۔

نمبر۵: ایثار و قربانی کا یہ عالم تھا کہ دار العلوم امجدیہ میں تدریس اتنے قلیل مشاہرے پر کی کہ جس سے رکشے کا کرایہ بھی پورا نہ ہوتا تھا اور اپنی جیب خاص سے دیئے۔

نمبر۶: حرم شریف میں قاری صاحب کے ایک مرید جو بجلی وغیرہ کا کام کرتے تھے خواب میں زیارت سرکار دو عالم علیہ وعلیٰ الہٖ و صحبہ الصلاۃ و السلام سے مشرف ہوئے تو سرکار ابد قرار علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ تم میر اسلام قاری مصلح الدین سے کہہ دو جب اُن کا خط آیا تو اس کے چند یوم بعد وصال فرمایا۔

نمبر۷: اور جب قومی سیاسی اتحاد ہوا اور علماء اہلسنت بد مذہبوں کے ساتھ مخلوط ہو گئے تو حضرت قاری صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنا دامن اس غلط اتحاد سے علیحدہ رکھا۔

نمبر۸: حضرت موصوف نے تقریباً پچاس محرابیں سنائیں۔

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ان کی صحیح نیابت اور جانشینی کے فرائض اس وقت حضرت بابرکت رفیع المنزلت کثیر الفضائل وفواضل ومراتب ومدارج پیشوائے اہلسنت مولانا شاہ سید تراب الحق صاحب قبلہ رضوی دامت فیوضہم المبارکہ انجام دے رہے ہیں۔

قادر مطلق جل جلالہ اپنے پیارے حبیب مختار دارین علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہ الصلاۃ والسلام کے صدقے ان کے وجود فیض وجود کو ہر بلائے سماوی وارضی سے اور شرور حاسدین ومرتدین سے محفوظ ومامون ومصون اور اُن پر غالب ومظفر ومنصور رکھے۔ اور مد تہائے دراز تک اُن کے سایۂ کرم کو مسلمانانِ اہلسنت کے سروں پر قائم ودائم رکھے اور حضرت مخدوم معظم مولیٰنا قاری مصلح الدین صاحب قبلہ قدست اسرارھم القدسیہ و نور قلوبھم با نوار ھم کے صاحبزادگان کو اُن کے مسلک ومشرب کا صحیح حامل وناشر ومبلغ وحامی وناصر بنائے۔ ولا آخر دعوتنا ان الحمد للہ رب العلمین

والصلوۃ والسلام علیٰ حبیبہ اشفیع المومنین وعلیٰ
آلہٖ و صحبہ سفینۃ النجاۃ و نجوم الدین

حضور علیہ السلام کے تبرکات کی حفاظت و تعظیم

حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا تو مجھے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے انہوں نے فرمایا میرے گھر چلو تاکہ میں تمہیں اس پیالے میں پلائوں جس میں رسول معظم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پیا کرتے تھے اور اس مسجد میں نماز پڑھائوں جس میں نبی مکر مصلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے نماز پڑھی پھر میں انکے ساتھ ان کے گھر گیا تو انہوں نے مجھے اس پیالے میں ستو پلائے کھجوریں کھلائیں اور پھر میں نے ان کی مسجد میں نماز پڑھی۔

(بخاری، کتاب الاعتصام، باب ماذکر النبی۔۔۔الخ، ۴/ ۵۱۸، حدیث: ۷۳۴۱)

حسن اخلاق کے نورانی پیکر

پروفیسر شاہ فرید الحق
سابق صوبائی وزیر، سابق سینئر نائب صدر جمعیت علماء پاکستان

حضرت مولانا قاری مصلح الدین قادری رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت بر صغیر بھارت و پاکستان میں عوام اہلسنت اور علمائے اہلسنت کے لئے جانی پہچانی ہے۔ بالخصوص ان کی شخصیت۔ علمیت، تقویٰ و پرہیز گاری، نیکی اور خوش اخلاقی کا مظاہرہ ہجرت کے بعد کراچی میں ہوا۔ حضرت قبلہ نے بیسویں صدی کے نصف کے ایک ایسے صوفی باصفا اور عالم باعمل ہونے کا ثبوت پیش کیا کہ جس سے پرانے بزرگان دین کی علمی اور عملی حیثیت کا اندازہ ہوا۔ اور بے ساختہ اس دور پر فتن میں یہ بات زبان پر آئی کہ بزرگانِ دین کے جن کمالات۔ ان کے حسن اخلاق۔ ان کی کرامات اور ان کے معاملات کی خوبیوں کا تذکرہ مستند تواریخ وکتب میں ہوا ہے وہ حقائق پر مبنی ہیں۔

موجودہ بے راہ روی اور بے دینی نیز بے عملی خود غرضی اور نمائشی دور میں قاری مصلح الدین رحمتہ اللہ علیہ جیسا انسان ایک پاکیزہ۔ باعمل اور بے لوث زندگی عشق رسول ﷺ کے تحت گزار سکتا ہے تو پھر پہلے کے لوگ کس مقام پر فائز ہوں گے۔

حضرت قاری صاحب قبلہ سے میری ملاقات اور شناسائی دار العلوم امجدیہ کے واسطے سے ہوئی۔ جہاں حضرت کافی عرصہ تک درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے پھر یہ کہ حضرت کا آنا۔ جانا سعود آباد بھی ہوتا تھا اور وہیں میرا بھی عرصہ تک قیام رہا۔ حضرت کے خسر بھی وہیں قیام فرماتھے۔

مختلف میلاد کی محفلوں میں حضرت سے نیاز حاصل ہوتا رہا پھر یہ کہ میں کھوڑی گارڈن کی جامع مسجد میں بعض دفعہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا جس تپاک اور خلوص سے وہ ملاقات کرتے تھے وہ انہی کا حصہ تھا مجھ سے نہ جانے کیوں خصوصی انسیت رکھتے تھے جب بھی ملتا مسکراتے اور کبھی کبھی یوپی کی پوربی زبان میں میں کچھ بات کرتے۔ در اصل چونکہ میں خود مشرقی یوپی کا ہوں اور حضرت قاری صاحب گو کہ حیدر آباد دکن سے تعلق رکھتے تھے لیکن تعلیم حضرت نے جامعہ اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں مکمل فرمائی۔ اس لئے وہاں کے لوگوں کی زبان سے بھی کافی شغف رکھنے لگے تھے۔ پھر یہ کہ آپ کو حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمتہ اللہ علیہ سے تلمذ حاصل ہے اور حافظ ملت حضرت مولانا عبد العزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے بھی نیاز شاگردگی کا شرف ملا ہے۔

مجھے تو ان کا مسکراتا ہوا بارونق پر جلال چہرہ۔ ان کا نفیس و شفاف لباس ان کی گفتگو کا انداز اور وضع قطع دل کو بھاتا تھا۔ میں نے کبھی بھی ان کو اخلاق سے گری ہوئی گفتگو کرتے نہیں دیکھا اور نہ سُنا۔

شریعت اور طریقت کے معاملہ میں ان کو بہت زیادہ محتاط پایا۔ صرف صوفی اور پیر کہلانا اور بات ہے لیکن صحیح معنوں میں صوفی باصفا اور پیر طریقت اور ساتھ ہی ساتھ عالم باعمل ہونا اور بات ہے سر منہ شریعت سے روگردانی کرتے ہوئے نظر نہ آئے میں تو کہتا ہوں کہ پاکستان میں حضرت قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی پاک اور مجلا شخصیت بحیثیت عالم اور صوفی کے یکتا نظر آئی۔ میری آخری ملاقات حضرت سے کراچی ائیرپورٹ پر دسمبر ۱۹۸۲ء میں اس وقت ہوئی جب میں اور ان کے سعادت مند داماد مشہور و معروف عالم و مقرر اور ان کے جانشین مولانا سید شاہ تراب الحق قادری جنوبی افریقہ کے لئے روانہ ہو رہے تھے۔ حضرت ان کو الوداع کہنے کے لئے تشریف لائے تھے میں نے خصوصی ملاقات کی اور دعا کی درخواست کی۔ اس وقت بھی حضرت کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ افسوس یہ رہا کہ میرے لندن کے قیام کے دوران ہی حضرت اپنے خالق حقیقی سے واصل ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

کراچی اور پاکستان میں حضرت کے ہزاروں مریدین، معتقدین موجود ہیں مزار پر انوار جامع مسجد مصلح الدین گارڈن میں ایک طرف مرجع خلائق ہے اللہ تعالیٰ ان کی قبر انور پر نور کی بارش فرماتا رہے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

احقر

پروفیسر شاہ فرید الحق

صحابہ کا حضور علیہ السلام کے ہاتھ پائوں چومنا

حضرت زارع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ عبدالقیس کے وفد میں تھے، فرماتے ہیں جب ہم مدینہ طیبہ آئے تو ہم اپنی سواریوں سے اترنے میں جلدی کرنے لگے پھر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ہاتھوں اور پائوں مبارک کو بوسہ دیا۔

(ابوداود، کتاب الادب، باب فی قبلۃ الرجل، ۴/۴۵۶ حدیث: ۵۲۲۵)

مسحور کن شخصیت

پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری
سابق ڈین علوم اسلامیہ جامعہ کراچی

اپنے اسلاف و اخیار کا ذکر قرآن کریم کا انداز تبلیغ اور رسول اکرم ﷺ کا طریقہ مبارک بھی ہے اور بلاشبہ کتاب و سنت میں جہاں جہاں ارشادات اور احکامات کو بیان کیا گیا ہے وہاں وہاں ان احکامات میں ڈھلی ہوئی شخصیتوں کو بھی پیش نظر رکھتا ہے تاکہ اس پر عمل کرنے والوں کیلئے حجت و برہان قرار دیا جاسکے اور قرآن کریم کی کئی آیات اور سورتوں میں انبیاء علیہم السلام اجمعین کے حالات و واقعات کا تذکرہ ہے اور ان تذکروں پر غور و فکر کرنے کے لئے حکم دیا گیا ہے اسی طرح اگر ایک طرف محدثین کرام نے اقوال محمدیہ علیہ الصلوۃ والسلام کی حفاظت کا اہتمام کیا تو اللہ کے نیک بندوں اولیاء کرام نے احوال محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت کا اہتمام کیا۔ یہ تاریخ انسانی کا ایک طویل سلسلہ ہے جو زمانہ قدیم سے جاری و ساری ہے اور بلاشبہ ہر زمانے کے تقاضے ہر دور میں مختلف ہوتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں نے بھی انہی تقاضوں کی مناسبت سے امت کی دست گیری کی اور بے راہ روی کے سیلاب کو روکنے کے لئے ایسے مناسب طریقے اختیار کئے کہ جابرہ وقت اور باطل قوتوں کے سامنے عاقب و نتائج کی پرواہ کئے بغیر سینہ سپر ہوگئے اور سخت طوفانوں میں بھی روایات اسلاف پر چٹان کی طرح ثابت قدم رہے اور ساحران افرنگ کا طلسم توڑتے ہوئے جہالت کی وادیوں میں علم و حکمت کی قندیلیں روشن کرتے رہے اور کتاب و سنت کی ہدایات سے ملت کی شیرازہ بندی کرنے میں مصروف عمل رہے تجدید احیاء دین کیلئے اپنی زندگیوں کو وقت کر چکے تھے۔ اپنی لازوال مساعی کا اعلاء کلمۃ الحق میں صرف کرتے رہے اور اسی طرح سنگلاخ پہاڑیوں یا صحرائی و ریگستانی علاقے، بحری جزائر ہوں یا بری آبادیاں ہر جگہ پہنچے اور جہل کی تاریکیوں کو علم کی روشنی میں تبدیل کرتے رہے۔ الغرض جہاں جہاں گئے اپنی خدمات، تعلیمات سے عوام و خواص کے دل و دماغ کو وحدہٗ لاشریک کی طرف جھکاتے رہے۔ محبت رسول ﷺ کی تبلیغ کرتے رہے اور جب دنیا سے گئے اپنے اثرات چھوڑ کر گئے۔ انہیں پاکباز نفوس قدسیہ اور مردان حق میں حضرت استاذی مولانا القاری الحافظ محمد مصلح الدین الصدیقی القادری الرضوی النوری الامجدی الضیائی المصباحی حیدرآبادی المتوفی ۷، جمادی الاخریٰ ۱۴۰۳ھ، ۳۲ مارچ ۱۹۸۳ء بھی تھے۔

آپ نے اپنی زندگی میں اپنے اخلاق، تعلیمات اور تعلیم سے ایک انقلاب پیدا کیا۔ آپ بمقام قندھار ضلع ناندھیڑ ریاست حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے۔ ہندوستان کا یہ ریاستی علاقہ جو اب آندھرا پردیش کہلاتا ہے صدیوں

سے علمی، ادبی، ثقافتی و روحانی گہوارہ رہا ہے۔ نظام حیدرآباد دکن کے ادوار میں یہاں عظیم الشان اردو یونیورسٹی بنام عثمانیہ یونیورسٹی کی سنگ بنیاد رکھی گئی اور اس یونیورسٹی میں بڑے بڑے صاحبان علم جن میں ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم، مولانا انوار اللہ خان حیدر آبادی مرحوم، مولانا عبد القدیر حسرت صدیقی، مولانا شیر علی، مولانا عبد القدیر بدایونی اور اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مجدد دین وملت مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کے کئی احباب اور ان کے خلفاء و اصحاب شامل ہیں جو ایک عرصہ تک دینی، ملی روحانی خدمات انجام دے چکے ہیں۔ مولانا قاری محمد مصلح الدین الصدیقی بھی ان علماء و فضلاء اور اہل دانش سے کسی حد تک متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے بالخصوص مولانا انوار اللہ خان حیدرآبادی اور مولانا عبد القدیر حسرت، مولانا الیاس برنی (مولف قادیانیت کا علمی محاسبہ) سے آپ کے اچھے تعلقات تھے۔ جب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ ۱۹۲۱ء میں دنیا سے رخصت ہوئے اس وقت قاری صاحب علیہ الرحمہ تقریباً ۴ سال کے ہو چکے تھے۔ ٹھیک اسی دور میں بر صغیر کے مسلمان تحریک خلافت، تحریک موالات، تحریک ارتداد، تحریک گائوکشی جیسے مسائل سے نبرد آزما تھے۔

مولانا قاری محمد مصلح الدین الصدیقی کے والد ماجد مولانا حافظ غلام جیلانی بھی اپنے عہد کے جید علماء میں شمار ہوتے تھے۔ قاری صاحب علیہ الرحمہ نے انھی کے سایہ میں قرآن شریف حافظ کیا اور حضرت حفظ ملت جلالۃ العلم مولانا شاہ محمد عبد العزیز محدث مبارکپوری علیہ الرحمہ نے تکمیل حفظ قرآن کے موقع پر آپ کی دستار بندی فرمائی۔

بعد ازاں آپ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے مشورے سے مزید دینی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے بعمر ۱۷ سال ۱۳۵۴ء اہلسنت و جماعت کی معروف دینی درسگاہ دار العلوم مصباح العلوم مبارکپور، ضلع اعظم گڑھ یوپی انڈیا تشریف لے گئے جہاں جلیل القدر فاضل اساتذہ کرام، محدثین عظام، فقہاء کرام، نوابغ ائمۃ المناطقہ والفلاسفۃ، بالخصوص حضور حافظ ملت مولانا محمد عبد العزیز مبارکپوری، مولانا ثناء اللہ اعظمی مولانا محمد سلیمان بھاگلپوری علیہم الرحمۃ والرضوان مسند تدریس بچھائے ہوئے تھے اور ہندوستان کے اطراف و اکناف سے طلباء تشنگی علم بجھانے کے لئے جھنڈ کے جھنڈ مبارکپور آرہے تھے آپ بھی اس جھنڈ میں شامل ہوگئے اور ایک امام فن سے ہر علم و فن میں تقریباً آٹھ سالوں تک مستفید ہوتے رہے۔ ۱۹۴۳ء میں دار العلوم مصباح العلوم مبارکپور سے جب حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کسی وجہ سے اپنے دیگر تلامذہ کے ساتھ جامعہ عربیہ ناگپور تشریف لے گئے تو اس وقت حضرت مولانا قاری محمد مصلح الدین القادری علیہ الرحمہ بھی اپنے استاد کے ساتھ جامعہ عربیہ ناگپور منتقل ہوگئے اور اسی جامعہ میں آپ اور دیگر طلباء کی دستار فضیلت بدست مبارک حضور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی ابن اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا حکیم ابو العلاء محمد امجد علی اعظمی الرضوی مصنف بہار

شریعت اور مدرس و شیخ الحدیث دارالعلوم منظر اسلام بریلی اور حضرت محدث اعظم ہند مولانا سید محمد الجیلانی الاشرفی کچھوچھوی، حضور حافظ ملت، جلالۃ العلم حضرت مولانا عبد العزیز محدث مبارکپوری، مولانا محمد سلیمان بھاگلپوری، مولانا محمد ثناء اللہ اعظمی علیہم الرحمہ ہوئی۔ بلاشبہ یہ تمام شخصیات مذکورہ اساطین علم و عمل و دانش و تقویٰ کی پیکر جمیل تھیں دوسری جانب طالب علم محمد مصلح الدین کے دامن طلب میں وسعت ہی وسعت گنجائش ہی گنجائش تھی اب کون اندازہ لگاسکتا ہے کہ مذکورہ شخصیات عالیہ نے اس دستار فضیلت کے ذریعہ اس سعادت مند فارغ التحصیل طالب علم کو کیا کیا بخشا؟ کیا کیا عطا کیا؟ اور اس نے کیا کیا پایا؟

اکنوں کہ دماغ پر رسد زباغبان
بلبل چہ گفت گل چہ شنید وصباچہ کرد

بیعت وخلافت:

علوم تداولہ کی تکمیل کے بعد ہی آپ علوم باطنی کی تحصیل و تکمیل کی جانب متوجہ ہوئے اور آپ نے اس کا اظہار اپنے استاد حضور سیدی حضرت حافظ ملت جلالۃ العلم مولانا شاہ محمد عبد العزیز محدث مبارکپوری سے کیا۔ حضرت استاد نے مسکراتے ہوئے حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ سے کہا کہ میں تمہیں وقت پر لے چلوں گا۔ حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت حافظ ملت نے فرمایا کہ تم اور مولوی عبد الحق تیار ہوجائو میں آج تمہیں گھوسی ضلع اعظم گڑھ لے چلوں گا۔اسلئے کہ ٹھیک ان ہی دنوں حضرت صدر الشریعہ بدرالطریقہ مدرسہ منظر اسلام بریلی سے رخصت پر اپنے گھر گھوسی تشریف لائے ہوئے تھے۔

آپ دونوں اپنے استاد کے ہمراہ گھوسی کے لئے روانہ ہوگئے۔ایک روایت کے مطابق حضرت مولانا ظفر علی نعمانی بھی اس سفر میں شریک تھے۔ حضرت صدر الشریعہ تقریباً دوماہ تک گھوسی میں مقیم رہے۔ حضرت نے انہیں بخاری شریف کے اسباق بھی پڑھائے اور بعد نماز عصر پھر دونوں ہی حضرت سے بیعت ہوگئے۔ یہ ۱۳۵۸ھ کا واقعہ ہے اور حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ کے شجرہ مبارکہ پر بھی یہی سال ہجری درج ہے۔

حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ نے اثنائے تدریس راقم الحروف سے فرمایا تھا کہ ۱۹۴۲ء میں ناگپور چلا آیا تھا اور اسوقت میری عمر ۲۹ سال ہوگی۔ حضرت صدر الشریعہ بھی ایک دعوت میں شرکت کے لئے اس وقت ناگپور تشریف لائے ہوئے تھے۔ پھر ہم ایک محفل نعت میں شریک تھے اور حضرت پیر ومرشد نے مجھ سے فرمایا تھا میں بھی ایک نعت شریف سنائوں چنانچہ میں نے حکم پاتے ہی بڑی سوز وگداز کے ساتھ حضرت عارف باللہ مولانا جامی علیہ الرحمہ کی فارسی نعت پڑھی تو تمام حاضرین محفل پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ حضرت صدرالشریعہ بھی زاروقطار رو

رہے تھے اور اسی ساعت مبارکہ میں میرے پیرومرشد صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے مجھے خلعت رضویہ اور خلافت القادریہ الامجدیہ الرضویہ سے نواز کر اپنا خلیفہ بنالیا۔ بقول قاری صاحب علیہ الرحمہ ایک مرتبہ میں نے حضرت صدر الشریعہ سے درخواست کی تھی کہ حضور مجھے وظیفہ کی تعلیم دیجئے۔ حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا یہ جو کچھ کام آپ کررہے ہیں یہی سب سے بڑا وظیفہ ہے۔

حضرت مولانا قاری محمد مصلح الدین الصدیقی علیہ الرحمہ نے ایک مرتبہ راقم الحروف سے بھی فرمایا تھا کہ ۱۳۷۲ھ میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ کے عرس شریف میں شرکت کے لئے بریلی شریف حاضر ہوا تھا شب میں میری تقریر ہوئی تھی اس وقت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کسی ضروری کام کے لئے جبل پور تشریف لے گئے تھے۔ ان سے ملاقات نہ ہونے کا مجھے افسوس تھا۔ میں بریلی شریف سے مبارکپور چلا آیا۔ مجھے یہاں اطلاع ملی کہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ مبارکپور آئے اور ۱۳۷۲ھ میں خلافت نامہ سے سرفراز فرمایا۔ حضرت قاری صاحب علیہ الرحمۃ نے مزید ارشاد فرمایا کہ میں نے ۱۹۵۴ء میں پہلا حج کیا اور اس وقت حضور قطب مدینہ علامہ الحاج الشاہ مولانا ضیاء الدین المدنی خلیفہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے ملاقات ہوئی تھی اور ہماری درخواست پر ہمیں حضور ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضری کیلئے اپنے ہمراہ لے کر گئے تھے۔

یہی وہ سال ہے جس میں عالم اسلام کے ایک عظیم مبلغ حضرت مولانا عبد العلیم الصدیقی المیرٹھی المدنی خلیفہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا مدینہ میں انتقال ہوا تھا۔ حضرت قاری صاحب فرماتے تھے کہ جس دن میں مدینہ منورہ پہنچا تھا اسی روز ان کا سوئم تھا۔ میں نے اور حاجی عبد الحمید کے والد نے حضرت قطب مدینہ سے درخواست کی کہ مولانا محمد عبد العلیم الصدیقی کی قبر پر حاضری دی جائے تو انہوں نے درخواست قبول کی اور ہم دونوں ہی ان کی معیت میں گھر سے نکلے، سب سے پہلے حضور ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضری دی۔ حضرت قطب مدینہ اس وقت ایک چادر اوڑھے ہوئے خوبصورت حسین و جمیل لگ رہے تھے آپ پر فرحانی و شادانی کی کیفیت طاری تھی۔ پھر اس کے بعد مولانا محمد عبد العلیم الصدیقی اور ان کے بھائی مولانا محمد نذیر خجندی القادری المدنی کی قبر پر حاضری دی گئی۔ حضرت مولانا محمد عبد العلیم کی یہی تمنا تھی کہ انہیں جنت البقیع میں جگہ ملے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ تمنا پوری کردی۔

اخلاق وصفات :

حضرت مولانا قاری محمد مصلح الدین الصدیقی کی شخصیت، زہد و تقویٰ، عہد و وفا، تسلیم و رضا اور حسن اخلاق کی جامع تھی۔ شخصیت مسحور کن حد تک پر کشش تھی، آپ نے حضور سیدنا الشیخ محی الدین عبد القادر الگیلانی

البغدادی علیہ الرحمہ سے خاص نسبت پائی تھی۔ آپ اپنے نام کے ساتھ ہمیشہ قادری لکھتے تھے۔ اللہ رب العزت اور اس کے رسول ﷺ کا عشق آپ کے رگ وپے میں جاری وساری تھا۔ آپ آیات ربانی اور سنت نبوی کی مکمل تصویر تھے چالیس برس بڑی خاموشی کے ساتھ دنیاوی طمع وستائش کی تمنا کئے بغیر دین اسلام کی خدمت اور آبیاری کی۔

آپ کو بزرگان دین سے قلبی لگاؤ اور تعلق تھا ان کے مزارات پر حاضری دینا ان کے معمول میں تھا۔ ہر وقت اپنے اکابر و اسلاف کے ذکر و فکر سے محفل کو نورانیت بخشتے رہتے تھے۔ حضرت غوث الاعظم دستگیر، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی، حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، حضور حافظ ملت محدث مبارکپور، حضور محدث اعظم ہند مولانا سید محمد الجیلانی الاشرفی کچھوچھوی، صدرالافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی، مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری لاہور، مولانا سردار احمد فیصل آباد، مولانا سید احمد سعید الکاظمی، مولانا ضیاء الدین المدنی علیہم الرحمہ سے تو آپ کو والہانہ عشق تھا۔ آپ درحقیقت انہی کی امانتوں کے سفیر اور امین تھے۔

آپ فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ خوش پوشاک تھے۔ شیروانی پہننا اور عمامہ شریف باندھنا آپ کے معمولات میں سے تھا۔ آپ لاکھوں انسانوں کے مرجع عقیدت تھے آپ کی روحانی فرمانروائی کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے امراء، وجاہت پسند آپ کی دہلیز پر کھڑے رہنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے سمجھتے تھے۔ آپ کے مزاج میں انکساری وفقر کا عنصر سب سے زیادہ غالب و نمایاں تھا۔ جو دراصل یہی روحانیت و تصوف کی جان ہے۔ آپ کے قول و فعل میں مکمل ہم آہنگی پائی جاتی تھی۔ وظائف میں مشغول رہتے ہوئے ہی حاجتمندوں کی ضرورتوں کو پورا کرنا اپنا اولین فرض سمجھتے تھے۔ جو درحقیقت تصوف کی روح ہے آپ صحیح معنوں میں انبیاء کرام کے ان جانشینوں میں سے تھے جنہوں نے مسلمانوں کو شریعت وطریقت کی حقیقت ورموز سے آگاہ کیا۔

تحریک پاکستان:

آپ الجمیعۃ المرکزیہ العالیہ یعنی آل انڈیا علماء و مشائخ سنی کانفرنس بنارس کے ان علماء و مشائخ میں سے تھے جنہوں نے قائد اعظم محمد علی جناح کی قیادت میں برصغیر میں مسلمانوں کی سب سے بڑی سیاسی جماعت مسلم لیگ کے ہاتھ مضبوط کرکے قیام پاکستان کے لئے راہ ہموار کی تھی۔ آپ اس وقت نوجوان علماء اہلسنت اور مشائخ کرام بالخصوص اکابرین اساتذہ کی قیادت میں تقاریر کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان ایک پہلی اور نظریاتی اسلامی مملکت کے طور پر دنیا کے نقشے پر نمودار ہوا۔

وصال:

آپ نے مسلسل دینی، علمی، روحانی خدمات انجام دینے کے بعد ۲۳ مارچ ۱۹۸۳ء بمطابق ۷ جمادی الثانی ۱۴۰۳ء بروز بدھ کراچی میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے کم و بیش ۵۰ ہزار فرزندان توحید مصلح الدین گارڈن کراچی پہنچ چکے تھے۔ آپ کی نماز جنازہ نائب مفتی اعظم ہند حضرت مولانا شاہ اختر رضا خان ازہری مدظلہ العالی جوان دنوں بریلی شریف انڈیا سے تشریف لائے ہوئے تھے پڑھائی اور آپ کے جسد خاکی کو میمن مسجد سے ملحق ہی مصلح الدین گارڈن (کھوڑی گارڈن) میں سپرد کیا گیا۔

بروز جمعہ فاتحہ سوم کے موقع پر حضرت مولانا مفتی اختر رضا خان الازہری مدظلہ اور دیگر علماء اہلسنت نے حضرت مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ کے داماد اور ممتاز عالم دین مولانا سید شاہ تراب الحق القادری مدظلہ کو قاری صاحب علیہ الرحمہ کا جانشین مقرر فرمایا اور اپنے دست مبارک سے ہزاروں علماء اہلسنّت و مشائخ کے اجتماع میں دستار بندی فرمائی۔

اثرات:

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۷ء میں حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ حیدرآباد دکن سے ہجرت فرما کر کراچی آگئے اور تقریباً ۱۸ سال تک دارالعلوم امجدیہ کراچی میں علم حدیث، علم تفسیر، فقہ و اصول و تجوید القرآن و قرات کے تدریسی فرائض انجام دئے علاوہ ازیں کراچی، راولپنڈی وغیرہ کی مساجد میں اپنے خطابات اور تقریرات کے ذریعہ عقیدہ اہلسنّت کے اور مقام مصطفی کے فروغ میں پیش پیش رہے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۳ء میں دیگر علماء اہلسنت کے ساتھ آپ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ راقم الحروف کو اچھی طرح یاد ہے کہ آپ ۱۹۷۰ میں جمعیت علماء پاکستان کی تشکیل نو کیلئے کراچی کے علماء اہلسنّت و مشائخ کے ہمراہ ٹوبہ ٹیک سنگھ فیصل آباد تشریف لے گئے تھے اور راقم کے سر پر ہاتھ رکھ کر رخصت فرمایا تھا۔

آپ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے علاوہ کئی دینی اداروں کے مؤسس مل میں سے تھے دارالعلوم امجدیہ کراچی کے علاوہ ہر سال سنی مدارس کے لئے لاکھوں روپے کے عطیات جمع کر کے دیتے تھے۔ دارالعلوم امجدیہ کے لئے خاص طور پر عطیات جمع کرتے تھے کئی دفعہ راقم الحروف کے ذریعہ بھجوایا۔ آپ نے کئی پاکستانی طالب علموں بالخصوص راقم الحروف کو غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کے مدرستہ القادریہ بغداد شریف عراق بھجوانے میں خط و کتابت کا آغاز فرمایا۔

آپ نے راقم الحروف کیلئے عبد العزیز عرفی ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان (اور خلیفہ سیدنا عبد القادر الگیلانی سفیر عراق) کے نام خط بھیجا۔ حضرت مولانا قاری صاحب علیہ الرحمہ کی شخصیت ان کی علمی، دینی، تحریری، تقریری، سماجی، تحریکی خدمات پر مشتمل ایک مبسوط سوانح لکھنے کی ضرورت تھی اور کیوں نہ ہو یہ وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے قلب و نظر کی بھرپور پرورش کی، جنہوں نے رفعت شان مصطفوی میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے پلیٹ فارم سے علمائے اہلسنّت کی قیادت میں تحریک پاکستان کے لئے سرگرم رہے۔ ان کی مبارک سیرتوں کو اجاگر کیا جائے، ان کی تعلیمات کو فروغ دیا جائے۔ ان کی پاک زندگیاں ہی اہلسنّت کے نوجوانوں کے لئے مشعل راہ ہیں۔ اب اس قحط الرجال میں علماء و صلحاء کے حالات و واقعات ان کے اذکار و افکار کو زیادہ سے زیادہ پیش کئے جانے کی اشد ضرورت ہے تاکہ بھٹکے ہوئے آہوں کو حال حر معلوم ہو سکے اور وہ شاید پھر منزل کی طرف جادۂ پیما ہو سکیں۔

حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بے شک ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں اور موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے راز کی بات کرنے والے ہیں واقعی وہ ایسے ہی ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی روح اور کلمہ ہیں اور آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا واقعی وہ ایسے ہی ہیں مگر یاد رکھو میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں میں فخریہ نہیں کہتا قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میں ہی اٹھائے ہوئے ہوں گا جس کے نیچے آدم علیہ السلام اور سب لوگ ہوں گے۔ فخریہ نہیں کہتا میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور قیامت کے دن سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہو گی فخریہ نہیں کہتا میں وہ ہوں جو سب سے پہلے جنت کی زنجیر ہلائے گا تو اللہ تعالیٰ اس میں مجھے داخل فرمائے گا میرے ساتھ غریب مسلمان ہوں گے فخریہ نہیں کہتا میں سارے اگلوں پچھلوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت والا ہوں۔

(ترمذی، کتاب المناقب، باب:۳، ۵/ ۳۵۴، حدیث: ۳۶۳۶)

حضرت قاری مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ

پروفیسر حافظ محمد شکیل اوج
سابق پروفیسر جامعہ کراچی

عرصہ ہوا کہ میں نے تحریک اصلاح العقائد میٹھادر کراچی کے ایڈریس پر "تحریک" کا شائع کردہ مذہبی لٹریچر منگوانے کیلیئے ایک مکتوب روانہ کیا تھا۔ پھر کچھ روز بعد مجھے مطبوعہ لٹریچر موصول ہو گیا ساتھ ہی جوابی مکتوب گرامی بھی، مرسل کا نام تھا انیس احمد قادری۔ قادری صاحب موصوف نے اپنے مکتوب میں سلسلہ قادریہ کے عظیم روحانی پیشوا، مفتی اعظم ہند کے نامور خلیفہ، پیر طریقت حضرت مولانا حافظ قاری مصلح الدین صدیقی قادری صاحب مرحوم کا کچھ ایسا دلآویز تعارف رقم فرمایا تھا جو لوحِ دل پر آج تک نقش ہے۔ ان کے مکتوب سے جو دو باتیں خصوصیت کے ساتھ مجھ پر منکشف ہوئیں وہ یہ تھیں۔ اوّل یہ کہ قاری مصلح الدین کسی رجل عظیم کا اسم گرامی اور دوئم یہ کہ مرسل کو ان سے بے پناہ عقیدت و ارادت ہے اور مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے کہ عظمت و عقیدت سے مزیّن تعارف کے بعد مکتوب کے آخر میں تحریر تھا کہ:

"میں نے اپنی تحریک کے سرپرست قاری صاحب موصوف کو آپکا خط سنایا ہے وہ آپکے تحفیظ قرآن کا سن کر بے حد خوش ہوئے ہیں اور اس کی جلد تکمیل کیلیئے دعا گو ہیں"

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں چودہ یا پندرہ برس کا تھا اور علامہ قاری مصلح الدین مرحوم سے یہ مرا پہلا غائبانہ تعارف تھا۔ میرے حق میں علامہ مرحوم کی دعا مقبول ہوئی اور میں واقعی بہت جلد حفظ قرآن کی دولت سے مالا مال ہو گیا پھر اس بات کو ایک عرصہ گزر گیا یعنی ۱۹۸۱ء کا عمل شروع ہو گیا دارالعلوم امجدیہ کراچی میں فقیہہ ملت صدر الشریعہ، خلیفہ اعلیٰ حضرت، مصنف بہار شریعت مولانا امجد علی صاحب اعظمی کا عرس تھا جس میں بڑے بڑے علماء و فضلاء مدعو تھے یوں یہ عرس عظیم و جلیل علماء کی بالمشافہ زیارت کا ایک ذریعہ بھی بن گیا تھا جس میں شریک ہونا میں اپنی دہری سعادت جانتا تھا۔ عرس کے حوالے سے ایک تقریب مغرب و عشاء کے مابین منعقد ہوئی تھی جس میں غزالی زماں سید احمد سعید کاظمی، قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی، شیخ الحدیث علامہ عبد المصطفیٰ الازہری اور بھارت سے تشریف لائے ہوئے بلند پایہ خطیب، صاحب طرز ادیب علامہ ارشد القادری نے اپنے اپنے خیالات و بیانات سے تشنگانِ علم و عرفان کو خوب خوب سیر اب فرمایا تھا۔ تقریب کے اختتام پر ناظم تقریب مولانا محمد حسن حقانی نے صلوٰۃ باجماعت کا اعلان کیا۔ اعلانِ جماعت کے ساتھ ہی اذان ہو گئی اور ہزار ہا افراد سنت غیر مؤکدہ پڑھنے میں مصروف ہو گئے لیکن میں نہ جانے کیوں بجائے نماز پڑھنے کے، اپنے محبوب و عظیم علماء کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے

میں منہمک ہو گیا اور یہ سوچنے لگا کہ دیکھیں کہ اس وقت نماز باجماعت کی امامت کون کراتا ہے؟ اور پھر خدا جانے کہ یہ خیال دل میں کیسے آ گیا کہ جو اس وقت سینکڑوں سے متجاوز علماء، فضلاء، صوفیاء، قراء اور حفّاظ کی موجودگی میں امامت کیلئے آگے بڑھے گا وہ یقینا ان سب میں زیادہ صاحب تقویٰ و طہارت ہو گا، اور یہ ہے بھی حقیقت۔ شرائط امامت کی سب سے اہم شرط یہی تو ہے سنت غیر مؤکدہ سے جب سارے علماء فارغ ہو گئے تو میرا اشتیاق بڑھنے لگا اور مصلّی امامت میری نگاہ کا مرکز بن گیا اور چند ثانیوں کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک خضر صورت بزرگ آگے بڑھے اور زیب مصلیٰ ہو گئے۔ نہایت حسین و پر نور چہرہ، ارمنی رنگ کا عمامہ، روشن اور اجلی آنکھوں پر نگاہ کا چشمہ چہرے کی مناسبت سے قدرتی خوبرو، لحیہ اور براق جیسے سفید لباس پر صوفیانہ صدری زیب تن کئے، یہ تھے علم و فضل کا مرقع، سادگی و شرافت کا مجسمہ، خدا خوفی و پاکدامنی کا مظہر، آیت مبارکہ:

و اجعلنا للمتقین اماماo ط

کا تفسیری پیکر، پیر طریقت حضرت علامہ حافظ قاری مصلح الدین صدیقی قادری رحمۃ اللہ علیہ، سچ پوچھو تو عرض کروں

جب تک کہ نہ دیکھا تھا قد یار کا عالم   میں معتقد فتنۂ محشر نہ ہوا تھا

ان کے بالمواجہ زیارت کا یہ پہلا موقع تھا جو مجھے ان کے غائبانہ تعارف کے بعد حاصل ہوا۔ ان کی زیارت کا دوسرا حسین موقع مجھے اس وقت نصیب ہوا، جب وہ بریلی کالونی میں ازراہ تعزیت کسی کے ہاں تشریف لائے ہوئے تھے اور پھر اس کے بعد میں انہیں کبھی نہ دیکھ سکا اور وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون o ط

قاری صاحب مرحوم سے میری غائبانہ شناسائی کئی سالوں پر محیط تھی۔ مجھے مختلف لوگوں سے ان کا ذکر و تذکرہ بارہا سننے کو ملا۔ کیا عالم کیا عامی، سبھی کو ان کا ذاکر و واصف پایا۔ کبھی کسی کو ان کا مخالف یا شاکی نہ پایا حالانکہ میں بڑے بڑے علماء کو بطور مخالفت اور شکایت کے سن چکا ہوں، خود ان زبانوں سے جو کبھی ان کی توصیف میں رطب اللسان رہتی تھیں مگر میرے ممدوح اپنی سیرت و کردار میں اتنے مکمل اور جامع تھے کہ جب کسی نے تذکرہ کیا تو وصف و مدح کے بطور ہی کیا اور کوئی زبان ایسی نہ دیکھی کہ جس نے اپنا بیان بدل دیا ہو شاید اس لئے کہ وہ صحیح معنوں میں یادگار سلف تھے، قرار خلف تھے، صاحب فضیلت تھے کوہ استقامت تھے، نازش ولایت تھے، ضیائے شریعت تھے، مفہوم طریقت تھے، آشنائے معرفت تھے، واقف حقیقت تھے، عنوانِ محبت تھے، پیمانِ محبت تھے، فیضان محبت تھے، جان محبت تھے، سراپا چاہت تھے، خدا کی رحمت تھے اور: **الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون o ط** کی مجسم آیت تھے۔ الغرض وہ جو کہا ہے کسی نے: تو میرے ممدوح کو اس مصرع کی وجودی تمثیل سمجھئے

ہم ایسے آدمی دنیا میں ہوتے ہیں کہاں پیدا

تذکرہ مصلح الدین

حضرت علامہ سید شاہ عبد الحق قادری

سجادہ نشین خانقاہِ عالیہ قادریہ رضویہ مصلح الدین گارڈن

ولادت:

حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۱، ربیع الاول 1336ھ بمطابق 27، دسمبر 1917ء دوشنبہ (پیر) کے دن صبح صادق کے وقت بمقام شہر تعلقہ قندھار شریف ضلع ناندیڑھ ریاست حیدر آباد دکن میں ہوئی آپ کے والد ماجد کا نام حضرت مولانا غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تھا اور عالم باعمل تھے۔

قندھار شریف میں آپ کے والد ماجد کے پاس کثیر زمینیں ہونے کے باوجود آپ نے اپنے علاقے کی ایک مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض تقریباً ۵۵ سال انجام دیے۔

پاکستان بننے کے بعد قاری صاحب کے والد ہندوستان سے پاکستان تشریف لے آئے اور پاکستان ہی میں 25ربیع الاول 1375ھ، بمطابق ۱۱، نومبر ۱۹۵۵ء کو جمعہ کے دن آپ کا انتقال ہوا، آپ کا مزار شریف میوہ شاہ قبرستان میں ہے۔

قارئین کرام:

یہ بات تو شاید آپ کے علم میں ہو گی کہ حیدر آباد دکن سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی ایک اپنی الگ ثقافت اور وضع قطع ہے اور یہ شہر علم و فضل کا مرکز کہلاتا ہے اور بے علم شخص کو یہاں اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔

غرض یہ کہ ایک ایسے شہر میں قاری صاحب علیہ الرحمہ کی ولادت ہوئی کہ جو علم و فضل کا مرکز تھا اور قاری صاحب علیہ الرحمہ کا ایک اور نام کہ جو بڑے بوڑھے پیار سے پکارتے تھے وہ نام ''محبوب جانی'' بھی تھا ابتداء میں تو قاری صاحب علیہ الرحمہ اپنے شہر کے ایک ہائی اسکول میں زیر تعلیم رہے اور دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ قرآن مجید فرقان حمید ناظرہ بھی پڑھتے رہے اور اسکول کی زندگی میں ایک ایسا وقت بھی آیا کہ جب قاری صاحب نے دو سال میں چار کلاسیں بھی پاس کیں اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ قاری صاحب بچپن ہی سے ذہین تھے دوسری طرف قاری صاحب نے قرآن مجید فرقان حمید بہت جلد مکمل کر لیا۔

جب قاری صاحب نے ناظرہ قرآن مجید مکمل کر لیا تو اب یہ مسئلہ خاندان والوں کے زیر غور آیا کہ آپ کو انگریزی میں تعلیم دلوائی جائے یا دینی تعلیم دلوائی جائے،خاندان کے چند افراد کا اس بات پر اصرار تھا کہ آپ کو انگریزی تعلیم دلوائی جائے مگر آپ کے والدین اس بات کے حق میں تھے کہ آپ کو دینی تعلیم ہی دلوائی جائے چنانچہ آپ کو آپ ہی کے خاندان کے ایک مشہور عالم دین حضرت مولانا حافظ علیم الدین صاحب کے پاس قرآن مجید حفظ کرنے کے لئے بٹھایا گیا۔

جب آپ اپنے اسکول میں ساتویں کلاس میں زیر تعلیم تھے تو یہ وہ دور تھا کہ جب حافظ ملت حافظ عبد العزیز مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن مجید فرقان حمید سنانے کے لئے حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ارشاد پر قندھار شریف تشریف لے آئے، اسی اثناء میں آپ کے استاد حضرت علامہ مولانا علیم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قاری صاحب علیہ الرحمہ سے فرمایا کہ بیٹا مصلح الدین صدیقی مجھے بہت ضروری کام سے قندھار شہر سے باہر جانا ہے اور مجھے یہاں آنے میں کئ دن بھی لگ سکتے ہیں اور مہینے بھی، لہٰذا تم ایسا کرو کہ حافظ ملت حافظ عبد العزیز مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کرو اور ان سے عرض کرو کہ وہ آپ کا قرآن مجید و فرقان حمید سنیں تو قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد کا حکم بجالاتے ہوئے جب حافظ ملت حافظ عبد العزیز مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اور ان سے ملاقات کی اور انہیں یہ بتایا کہ میں مولانا غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرزند ارجمند ہوں اور حضرت علامہ مولانا علیم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد بھی ہوں تو حافظ ملت بہت خوش ہوئے اور قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے سینے سے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور اپنی عادت کے مطابق حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بڑے پیار و محبت سے پیش آئے، قاری صاحب علیہ الرحمۃ نے حافظ ملت سے اپنی دینی اور دنیاوی تعلیم کا تذکرہ کیا اور عرض کیا کہ میں آپ کے پاس اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرا قرآن مجید فرقان حمید سنیں تاکہ میں حافظ قرآن بن جاؤں حافظ ملت نے جب یہ بات تو سنی تو بہت خوش ہوئے اور قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ اپنے والد محترم کو میرے پاس بھیجیں۔

چنانچہ قاری صاحب حافظ ملت سے ملاقات کرنے کے بعد جب اپنے گھر آئے تو اپنی والدہ محترمہ سے سارا واقعہ بیان کیا اور حافظ ملت کی اپنے ساتھ خصوصی شفقت اور محبت کا تذکرہ کیا اور اپنی والدہ سے کہا کہ حافظ ملت نے ابا جان کو بلایا ہے۔ چنانچہ جب آپ کے والد گھر آئے تو آپ کی والدہ نے اپنے بیٹے مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پیش آنے والا سارا واقعہ بیان کیا اور فرمایا کہ آپ حافظ ملت سے ضرور ضرور ملاقات کریں، انہوں نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔ تو حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد حافظ ملت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے

بہت متاثر ہوئے، حضرت قاری صاحب کے والد نے حافظ ملت سے کہا کہ حضور میں نے اپنی اور مصلح الدین کی آخرت سنوارنے کے لئے اپنے اس اکلوتے بیٹے کو حفظ قرآن کی طرف لگایا ہوا ہے، آپ مجھے مشورہ دیجئے کہ بچے کی تعلیم کے لئے کیا کیا چیزیں ضروری ہوتی ہیں تو حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ نے بہت پیارا اور متاثر کن مشورہ دیتے ہوئے فرمایا کہ مولانا غلام جیلانی صاحب بچے کی تعلیم کے لئے دو چیزیں بہت ضروری ہوتی ہیں:

نمبر 1 یا تو بچے کو اس شخص سے پڑھایا جائے کہ جس کو غرض ہو یا وہ پڑھا سکتا ہو۔

نمبر 2 یا پھر بچے کو اس شخص سے پڑھایا جائے جسے پڑھانے کا درد ہو۔

اور مشورہ دیتے ہوئے حافظ ملت رحمت اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ باپ سے زیادہ غرض کسی کو نہیں ہوتی اور باپ سے زیادہ درد بھی کسی کو نہیں ہوتا۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ آپ خود مصلح الدین صدیقی کو پڑھائیں چنانچہ آپ کے والد محترم نے حافظ ملت کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے اپنے صاحبزادے مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن مجید و فرقان حمید حفظ کرانا خود شروع کیا، یہی وجہ تھی کہ قاری صاحب نے 14 سال سے بھی کم عرصے میں قرآن مجید فرقان حمید حفظ کر لیا۔ پھر قاری صاحب کے والد محترم نے حافظ ملت سے مشورہ کیا کہ اب مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے کیا کرنا چاہیے تو حافظ ملت حافظ عبد العزیز مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور متاثر کن مشورہ دیا، مولانا غلام جیلانی جس طرح آپ نے اپنے بیٹے مصلح الدین صدیقی کو حافظ قرآن بنایا ہے اسی طرح آپ اپنے بچے کو عالم دین بھی بنائیے تا کہ وہ سرکار کریم ﷺ کے دین کی خدمت اچھی طرح سے کر سکے اس طرح آپ کا بیٹا مصلح الدین صدیقی اس دنیا میں بھی کامیاب ہوگا اور انشاء اللہ آخرت میں بھی سرخرو ہوگا۔ چنانچہ لوگوں نے دیکھا کہ حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کی پیشن گوئی حق ثابت ہوئی۔ غرضیکہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم نے حافظ ملت کے مشورے کو سنا اور پسند فرمایا مگر اس وقت جو مسئلہ سب سے زیادہ درپیش آیا وہ یہ کہ اس وقت ہندوستان کے حوالے سے علم دین کا سب سے بڑا مرکز مبارک پور اعظم گڑھ تھا اور یہ شہر حیدرآباد دکن سے بہت دور ہے کیونکہ آپ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے بھی تھے اس لئے آپ کے والدین شروع میں راضی نہیں تھے کیونکہ ہر ماں باپ کی یہ خواہش ہوتی ہے فطرتاً کہ انکی اولاد ان کے سامنے ہی رہے ان سے کبھی دور نہ ہو اور وہ بچہ کہ جو اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا ہو لازماً ماں باپ اس سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔ لیکن بعد میں آپ کے والدین اپنے بیٹے کی بھلائی اور فلاح کے لئے راضی ہو گئے کہ ان کا بیٹا دین کا علم سیکھے اور دنیا و آخرت میں سرخرو ہو۔

چنانچہ قاری صاحب دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے حیدرآباد دکن سے مبارکپور اعظم گڑھ روانہ ہوئے یہ وہ وقت تھا کہ جب حافظ ملت حافظ عبد العزیز مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ فارغ التحصیل ہو کر مبارک پور میں صدر

المدرسین کے عہدے پر فائز ہوچکے تھے ، قاری صاحب اسی مدرسے میں تقریباً آٹھ سال تک زیر تعلیم رہے اور یہیں سے قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سند فراغت حاصل کی البتہ چند سیاسی ہنگاموں کی وجہ سے قاری صاحب کی دستار بندی وہاں نہ ہوسکی اور قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہنگاموں سے کچھ دن پہلے ہی اپنے گھر تشریف لے آئے تھے اور جب دوبارہ قاری صاحب نے مبارک پور جانے کا ارادہ کیا تو آپ کے والد محترم نے ہنگاموں کے پیش نظر جانے سے منع کردیا۔ اسی عرصے میں قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ازدواجی زندگی کا آغاز کیا۔ اس وقت آپ کی عمر شریفہ 24 سال تھی۔ ان دنوں حافظ ملت مبارکپور سے ناگپور تشریف لے آئے اور ناگپور آنے کے بعد آپ نے قاری صاحب کو ایک خط بھی لکھا اور اس خط میں لکھا کہ تمہارے ساتھ پڑھنے والے تمہارے جتنے بھی طالب علم ساتھی ہیں وہ سب یہاں موجود ہیں اور دورہ حدیث مکمل کرنا چاہتے ہیں لہٰذا تم بھی یہاں آجاو اور دورہ حدیث مکمل کرو چنانچہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناگپور تشریف لے گئے اور وہاں تین چار مہینے میں دورہ حدیث کی تکمیل کی اس کے بعد 1943ء میں دستار فضیلت کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں آپ کے سر اقدس پر دستار فضیلت باندھی گئی اسی اثناء میں ناگپور ہی میں آپ کو ایک ٹیلی گرام ملا کہ والدہ کی طبیعت بہت خراب ہے لہٰذا آپ فوراً ہی گھر آجایئے چنانچہ قاری صاحب قبلہ جب اپنے گھر آئے تو چند ہی دنوں کے بعد آپ کی والدہ محترمہ اس دنیا فانی سے رخصت ہوگئیں اور والدہ محترمہ کے انتقال کے بعد آپ کے ہاں ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں کچھ دنوں بعد آپ پھر ناگپور تشریف لے آئے۔ ناگپور تشریف لانے کے بعد آپ نے یہاں ایک جمعہ بھی پڑھایا جن لوگوں نے آپ کے پیچھے جمعہ پڑھا تو وہ آپ کی روحانیت، قرأت اور محبت رسول ﷺ سے بھرپور تقریر سے بہت متاثر ہوئے اور آپ سے درخواست کی کہ اب آپ مستقل یہیں امامت و خطابت فرمائیں چنانچہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مستقل کی قید کے بغیر ان کی اس درخواست کو قبول کیا اور ناگپور میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے اسی اثناء میں آپ کے ہاں دوسری صاحبزادی کی ولادت ہوئی۔

محترم قارئین کرام: حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناگپور کی مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ اسی علاقے کے ایک مشہور اسکول " انجمن اسلامیہ ہائی اسکول " میں نویں اور دسویں کلاس کے طلباء کو عربی ادب پڑھایا کرتے تھے اور ساتھ ساتھ قاری صاحب نے اپنے دوستوں کے تعاون سے وہاں ایک تنظیم "جمعیت طلباء اہلسنت" کے نام سے قائم کی اور اسے کافی عرصے تک چلاتے بھی رہے۔

محترم قارئین کرام: حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے 21 سال کی عمر میں صدرالشریعہ حضرت علامہ مولانا محمد امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جو سلسلہ قادریہ رضویہ کے روحانی پیشوا تھے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

قاری صاحب نے صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے عرض کی کہ حضور مجھے کچھ وظیفے کی تعلیم بھی دیجئے تو صدر الشریعہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ مصلح الدین یہ جو کچھ کام تم کررہے ہو یہی سب سے بڑا وظیفہ ہے اور پھر صدر الشریعہ ناگپور سے مبارک پور تشریف لے گئے۔

ایک اور موقع پر صدر الشریعہ جب دوبارہ ناگپور تشریف لائے اور جامعہ رضویہ کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی اور اجلاس سے فارغ ہونے کے بعد حضرت قاری صاحب کو اپنے ساتھ لیا اور ناگپور کے مشہور علاقے ''چھلواڑہ'' کی طرف روانہ ہوئے اور اس علاقے کے ایک مکان (جو کہ حاجی عبد القادر صاحب کا تھا) میں تشریف لے گئے وہاں ایک عظیم الشان نعت خوانی کی محفل منعقد تھی بے شمار لوگ اس محفل میں موجود تھے اور اس محفل کا کچھ عجیب و غریب ہی رنگ تھا چنانچہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صدر الشریعہ سے درخواست کی کہ حضور میں مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں آپ کی وساطت سے سرکار کریم ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں تو صدر الشریعہ نے فرمایا ضرور ضرور مصلح الدین کیوں نہیں تو وہاں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نعت پڑھی۔

قاری صاحب نے اپنے مخصوص انداز اور پیاری آواز میں نعت پڑھی تو سب پر رقت طاری ہوگئی، حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نعت پڑھتے جاتے اور زاروقطار روتے جاتے اور دوسری طرف حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی زاروقطار رونا شروع کردیا چنانچہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نعت پوری نہیں پڑھ سکے اس کے بعد صدرالشریعہ اٹھے اور فرمایا قاری مصلح الدین آج وہ موقع آگیا، میں تمہیں اپنی خلافت دے رہا ہوں، قاری صاحب نے یہ سنا تو عرض کی حضور میں اس لائق کہاں اور یہ اتنا بھاری کام میں کیسے کرسکوں گا تو صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا مصلح الدین صدیقی تم کیوں گھبراتے ہو جس کا یہ کام ہے وہ خود کرائے گا۔ لہٰذا 1946ء میں صدرالشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی خلافت سے نوازا اس وقت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک 29 سال تھی۔

قارئین کرام: قاری صاحب کو نہ صرف صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی خلافت حاصل تھی بلکہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ کے چھوٹے صاحبزادے حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفی رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھی خلافت تھی اور اس کے علاوہ مدینے شریف میں اعلیٰ حضرت کے خلیفہ قطب مدینہ حضرت علامہ مولانا ضیاء الدین احمد مدنی علیہ الرحمہ کی بھی قاری صاحب علیہ الرحمہ کو خلافت حاصل تھی۔

قارئین کرام: اہلیہ کے انتقال کے بعد حضرت قاری صاحب نے اپنا دوسرا نکاح 20ذوالحجہ 1365ھ بمطابق 15نومبر 1946ء کو کیا۔ آپ کی دوسری زوجہ سے ایک صاحبزادی اور تین صاحبزادے ہیں۔

حیدرآباد دکن کے سقوط کے بعد 1949ء میں بحری جہاز کے ذریعے پاکستان تشریف لے آئے، پاکستان تشریف لانے کے بعد پہلے اخوند مسجد میں اور پھر آپ نے واہ کینٹ راولپنڈی میں بھی خطابت فرمائی جہاں تقریباً 19 ہزار افراد نے آپ کے پیچھے نماز ادا کرتے ۔ اس کے بعد قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کراچی تشریف لے آئے اور دوبارہ کھارادر کی مشہور مسجد "اخوند مسجد" جو کہ بانی پاکستان محمد علی جناح کے برتھ پیلس کے برابر چھاگلہ اسٹریٹ میں واقع ہے تقریبا19 سال بحیثیت خطیب و امام کے آپ نے خدمات سرانجام دیں۔ دارالعلوم امجدیہ جو کہ کراچی کے حوالے سے اہلسنت وجماعت کی مشہور درسگاہ ہے اس درسگاہ کی کمیٹی کے متفقہ فیصلہ کے مطابق آپ اس درسگاہ کے مدرس مقرر کئے گئے اور عرصہ دراز تک آپ دارالعلوم امجدیہ کی خدمت کرتے رہے اسی اثناء میں مصلح الدین گارڈن سابقہ کھوڑی گارڈن میمن مسجد کے لئے لوگوں نے خطیب کی ضرورت محسوس کی تو حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ مصلح الدین گارڈن سابقہ کھوڑی گارڈن میمن مسجد کی جگہ بہت کشادہ ہے لہٰذا آپ یہاں مستقل خدمت انجام دیجئے تو قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آخری وقت تک اس مسجد میں خدمات سرانجام دیں۔

قارئین کرام: قاری صاحب نے جو تحریری کام کئے ان میں واہ کینٹ راولپنڈی کے فتوے ہیں کہ جو انہوں نے تیار کیے اور بیماری کی حالت میں ترمذی شریف کے تقریباً ڈیڑھ سو صفحات کا ترجمہ بھی کیا اور پھر دل کی بیماری کی وجہ سے آپ نے دارالعلوم امجدیہ کی کمیٹی کو اپنا استعفیٰ پیش کیا مگر کمیٹی نے آپ کے استعفے کو قبول نہیں کیا تو آپ نے کمیٹی کے افراد سے کہا کہ پھر میرے لئے دعا کریں تاکہ میں اپنے پیر و مرشد کے مدرسے کی خدمت کر سکوں۔

قارئین کرام: قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کا خصوصی فضل و کرم تھا کہ بارہ مرتبہ حج اور مصطفیٰ کریم ﷺ کے روضے مبارکہ کی حاضری کی سعادتوں سے مشرف ہوئے۔

قارئین کرام: قاری صاحب نے باقاعدہ دو افراد کو اپنی خلافت سے نوازا ان میں ایک شخصیت تو حضرت علامہ مولانا عبد العلیم صاحب (بنگلہ دیش) کہ جنہیں قاری صاحب نے اپنی خلافت سے نوازا اور دوسری شخصیت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری صاحب کی ہے کہ جنہیں قاری صاحب نے مورخہ 27 جمادی الثانی 1402ھ بمطابق 22اپریل 1982 بروز جمعرات بعد نماز عشاء اپنے خرقہ خلافت اور سند اجازت سے نوازا۔

قارئین کرام: قاری صاحب علیہ الرحمہ کے بے شمار تلامذہ ہیں کراچی میں آپ کے مشہور شاگرد جو کہ ابھی بقید حیات ہیں ان میں ایک حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری صاحب، حضرت علامہ مفتی عبد العزیز حنفی صاحب ہیں۔

قارئین کرام: جب یہ سوال قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا جاتا کہ آپ کی آخری خواہش کیا ہے تو قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ جواب دیتے کہ بس میری آخری خواہش یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ میرا خاتمہ ایمان پر کرے۔

قارئین کرام: اللہ تبارک و تعالیٰ کا حکم ہے کہ

کل نفس ذائقۃ الموت (پارہ نمبر 4، سورہ آل عمران، آیت نمبر 185)

ترجمہ: ''کہ ہر جاندار کو موت کا مزا چکھنا ہے''

اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم کے تحت وہ وقت آگیا 7 جمادی الثانی 1403ھ بمطابق 23 مارچ 1983ء کے دن دوپہر کے وقت طبیعت بہت زیادہ خراب ہوئی تو قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کلمہ طیبہ اور درود شریف کا ورد شروع کر دیا، حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری اور دیگر لوگوں کو فوراً اطلاع دی گئی چنانچہ سب لوگ جمع ہو گئے اور پھر ایمبولینس میں قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سر اقدس حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری صاحب کی گود میں تھا تقریباً ساڑھے چار بجے قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روح آپ کے جسم سے پرواز کر گئی، اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول مصطفیٰ کریم ﷺ کے دین کا سپاہی مظہر اعلیٰ حضرت، مولانا جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ملت حافظ عبد العزیز مبارک پوری اور صدر الشریعہ کا نور نظر 67 سال کی عمر میں اس دنیا فانی سے رخصت ہو گیا۔

نور نبوت کی تخلیق

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام نے بارگاہ رسالت میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کو نبوت کے شرف سے کب بہرہ ور کیا گیا تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اس وقت جب کہ آدم علیہ السلام روح اور بدن کے درمیان تھے (یعنی ان کی تخلیق بھی عمل میں نہیں آئی تھی)۔

(ترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل النبی، ۵ / ۳۵۱، حدیث: ۳۶۲۹)

روحانیت کے خاموش مبلغ

پروفیسر فیاض احمد کاوش

مقبول جو ہیں شاذ ہیں، قابل تو بہت ہیں　　　آئینے کی مانند ہیں کم دل تو بہت ہیں

حضرت قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے وصال پاک کی خبر وحشت اثر سے مطلع ہو کر جب میرپور خاص کے اہلسنت و جماعت کی جانب سے میں آنسوؤں کی سوغات، آہوں اور دعاؤں کے نذرانے لیکر کراچی پہنچا تو قبولِ عام کا ایسا مظاہرہ میں نے کبھی کا ہے کو دیکھا تھا جو حضرت قاری مصلح الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی سوئم کی فاتحہ کے دل گداز موقع پر نظر آیا۔ عقیدت و احترام کا وہ روح پرور منظر بھلایا نہ جائے گا کہ میمن مسجد (کھوڑی گارڈن) کھچا کھچ بھری ہوئی تھی اور لوگ تھے کہ پھر بھی جوق در جوق چلے آرہے تھے

کراچی ہی کے ایک سرکردہ عالم سے جب میں نے اس ہجوم بے پناہ کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا:۔ قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ چھپے ہوئے ولی تھے۔۔۔ روحانیت کے خاموش مبلغ ہونے کی حیثیت سے لوگوں کے دلوں میں گھر کر چکے تھے۔ یہی کشش، روحانی تھی اور یہ مقبولیت عطائے خداوندی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست　　تا بہ بخشد خدائے بخشندہ

اللہ تعالیٰ جب کسی سے محبت کرتا ہے تو مخلوق خدا اُس کی طرف راغب ہو جاتی ہے لیکن یہ مرحلہ کوئی آسان نہیں اس کے لئے خونِ جگر کرنا پڑتا ہے۔

ہنسی نہیں ہے ہزاروں دلوں میں گھر کرنا
کہ اس میں پڑتا ہے، خونِ دل و جگر کرنا

چنانچہ قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تمام توانیاں مخلوق خدا کی خدمت کے لئے وقف کر دی تھیں۔۔۔ عوام کی روحانی بیماریوں کا علاج معالجہ کرتے ہوئے

اپنی ساری زندگی گذار دی۔ ساری عمر حرص وہوس کی ماری ہوئی دنیا میں ابدی سکون اور اخروی اجرِ عظیم کے جلوے بکھیرتے رہے۔۔۔ اپنی پاکیزہ گفتار اور نورانی کردار سے انسانی خاکوں میں شریعت و طریقت کے رنگ بھرتے رہے۔۔۔ اور آخر کار انوارِ معرفت پھیلاتے ہوئے اپنے پیچھے روشنی کی ایسی لکیر چھوڑ گئے جس کے سہارے طالبانِ حق اپنی منزل مراد تک پہنچ سکتے ہیں۔

”خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را“

آشنائے شریعت وطریقت

عبدالعزیز عرفی

نبیرۂ غوث الاعظم سیدنا و مرشدنا حضرت السید عبد القادر الگیلانی علیہ الرحمۃ بڑی وضع دار شخصیت کے حامل تھے۔ جس طریقہ کو اپنالیا اس کو حتی المقدور آخر تک نبھایا۔ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ رمضان المبارک کا ایک جمعہ کھوڑی گارڈن کی مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔ اور اس طریقہ پر نہ صرف پابندی سے عمل کیا بلکہ آخر عمر تک نبھایا اس رسم و ضعداری میں دیگر باتوں کے علاوہ حضرت قاری مصلح الدین رحمت اللہ علیہ کی محبت کو خصوصی دخل تھا۔ مولانائے محترم ابتدائے رمضان المبارک میں یاد دہانی کراتے اور سیدی و مرشدی اپنے مخصوص لہجے میں فرماتے۔ ''مولانا صاحب! میں آپ کو کس طرح بھول سکتا ہوں۔ مجھے تو آپ لوگوں کے درمیان آکر دلی خوشی ہوتی ہے۔''

جب حضرت قدس سرہٗ العزیز کا قیام باتھ آئی لینڈ میں تھا تو ہفتہ واری محفل گیارہویں شریف میں حضرت قاری صاحب اکثر تشریف لایا کرتے تھے اور خصوصی تقاریب میں تو ان کی شرکت پابندی کے ساتھ ہوا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ قاری صاحب سخت علیل ہوگئے۔ یہ تقریباً بیس سال قبل کی بات ہے۔ حضرت مدظلہ العالی نے اپنے ملازم کے ذریعہ ان کی خیریت معلوم کرائی لیکن دل کو تسلی نہ ہوئی خود بہ نفس نفیس ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ قاری صاحب کا قیام ان دنوں اسی علاقہ کے ایک فلیٹ میں تھا۔

در حقیقت ان دونوں رہبر ان طریقت کے درمیان جو محبت تھی۔ وہ پر تو تھی حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز کی محبت کا ، جس سے دونوں کے قلوب معمور تھے۔ راقم الحروف کا تعارف بھی سیدی و مرشدی کے ذریعہ ہوا اور انہی کی محبت کے طفیل یہ ناچیز قاری صاحب سے قریب تر ہوا اور وقتاً فوقتاً ان کی محبت سے فیض یاب بھی ہوتا رہا۔

۳۰ جنوری ۱۹۷۰ء کا ذکر ہے کہ یہ ناچیز نبیرہ غوث الورا نقیب الاشراف حضرت السید یوسف الگیلانی مدظلہٗ العالی کی دعوت پر بغداد گیا۔ حسن اتفاق اسی جہاز میں حضرت قاری مصلح الدین صاحب اور محمد انور مالک توکل کمپنی بھی شریک سفر تھے۔ راقم الحروف تو درگاہ عالیہ کے مہمان خانہ میں مقیم تھا لیکن قاری صاحب اور جناب انور کا قیام شہر کے کسی ہوٹل میں رہا۔ لیکن دوسرے دن صبح ہوتے ہی یہ دونوں حضرات روضہ اطہر پر تشریف لے آئے اس طرح حضرت شیخ سجادہ السید یوسف الگیلانی صاحب کی معیت میں ہم لوگوں کی حاضری بھی دربار غوثیت میں ہوئی اور خانقاہ عالیہ کی جامعہ، لائبریری اور دیگر زیر تعمیر مقامات پر بھی حضرت کے ہی ساتھ ساتھ گئے۔ اس موقعہ مسعود پر

حضرت شیخ سجادہ نے دو کام اس ناچیز کو ودیعت فرمائے۔ پاکستان سے تین طالبعلم خانقاہ عالیہ کی جامعہ کے لئے روانہ کئے جائیں اور حضرت غوث الاعظم کے روضہ اطہر کے لئے ایک نئ جالی پاکستان میں بنانے کا اہتمام کیا جائے۔

عراق میں مقامات مقدسہ کی حاضری کے بعد ہم لوگ حج بیت اللہ کے لئے الگ الگ روانہ ہوئے۔ مدینہ منورہ پہنچا تو رات کو حضرت مولانا ضیاء الدین علیہ الرحمۃ کے دولت کدہ پر حاضری دی۔ ۱۹۶۵ء میں جب پہلی بار حج کو گیا تھا تو اس وقت حضرت سے نیاز حاصل ہوا تھا ان کی وہی پر محبت یادیں اور محافل درود و سلام کی کشش پھر وہاں لے گئی۔ دیکھا کہ قاری مصلح الدین صاحب اور انور صاحب پہلے ہی سے تشریف فرما ہیں، دیکھتے ہی لپٹ گئے، کہنے لگے۔

''وکیل صاحب! یہ غوث الاعظم کی دعائیں ہیں کہ ہم لوگ در رسول پر بھی ساتھ ہو گئے۔'' اور پھر نبی محتشم ﷺ کا کرم ہوا کہ ہم لوگ حج بیت اللہ کے موقع پر بھی حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب مدنی علیہ الرحمۃ کے ہمرکاب ہوئے۔ منیٰ پہنچ کر یہ عقدہ کھلا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے خلیفہ مجاز، راقم الحروف اور قاری مصلح الدین صاحب ایک ہی معلم کی خیمہ گاہ میں مقیم تھے۔ پھر تو نمازیں بھی ساتھ ہوئیں اور روحانی نشستوں کا سلسلہ بھی چلا۔

قاری مصلح الدین صاحب کی طبیعت میں خلوص اور محبت راہ طریقت سے ان کے عمیق تعلق کی مظہر تھی۔ اسی لئے ان میں شریعت کے ساتھ طریقت کا رنگ بھی نمایاں تھا اور یہی مسلک ہمارے اکابرین کا رہا ہے۔ انہوں نے شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے طریقت کو پروان چڑھایا ہے۔ در حقیقت شریعت اور طریقت کے درمیان توازن ہی انسان کو ان منازل کی طرف لے جاتا ہے جو بندہ کا تعلق الی اللہ قائم کرتی ہیں اور پھر بندہ بارگاہ ربوبیت سے وہ انعام و اکرام پاتا ہے جو راہ تصوف میں سنگ میل کی طرح بندہ کی جستجوئے حق کو آگے بڑھنے کی ترغیب دیتے رہتے ہیں۔

ان مقامات سلوک کے وہی آشنا ہوتے ہیں جو صاحبان علم بھی ہوتے ہیں اور صاحبان طریقت بھی۔

حضرت قاری مصلح الدین علیہ الرحمۃ صاحب طریقت و صاحب علم بھی تھے اور اس امر کے جویا بھی کہ علم و طریقت کی روشنی زیادہ سے زیادہ قلب کو منور کرتی رہے۔

حج بیت اللہ سے واپسی کے کچھ عرصہ بعد قاری صاحب نے دارالعلوم امجدیہ کے ایک طالب علم کو اپنا خط دے کر راقم الحروف کے پاس بھیجا یہ حضرت شیخ سجادہ السید یوسف الگیلانی کے تفویض کردہ کام کی طرف ایک قدم تھا۔

اس ناچیز نے اس طالبعلم کو پہلے سیدنا و مرشدنا حضرت السید عبد القادر الگیلانی کی خدمت میں پیش کیا اور ان کی دعاؤں کے ساتھ بغداد روانہ کیا۔

وہی طالبعلم اب علامہ جلال الدین احمد نوری کے نام سے میدان عمل و طریقت میں معروف ہیں۔ عربی ماہنامہ الدعوۃ کے رئیس التحریر ہیں۔ جامعہ قادریہ اور جامعہ ازہر سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد کراچی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کررہے ہیں۔ حضرت السید یوسف الگیلانی کے تربیت یافتہ بھی ہیں اور ان کے خلیفہ طریقت بھی۔(ڈاکٹر جلال الدین نوری ایک عرصے سے کراچی یونیورسٹی میں شعبہ اسلامیات کے سربراہ ہے۔ادارہ)

حضور غوث الاعظم علیہ الرحمۃ کے روضہ اطہر کی جالی بنانے کا کام بھی کراچی کے اے رزاق محمد قادری اور ان کے رفقاء نے شروع کیا تھا اور ابتدائی مراحل اس ناچیز ہی کے ذریعہ طے ہوتے تھے۔ بعد میں یہ سلسلہ طویل سے طویل ہوتا چلا گیا۔ اس ضمن میں یہاں کچھ کہنے کا موقع نہیں۔

حضرت قاری مصلح الدین علیہ الرحمۃ کو اس دار فانی سے پردہ فرمائے ہوئے تقریباً ایک سال (جس کو اب ۳۵ سال) کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن ان کی محبت، خلوص اور شفقت آج بھی تروتازہ معلوم ہوتی ہے اور یہ صدقہ ہے حضور سرور کائنات نبی محتشم ﷺ کی اطاعت کا جو ان کی زندگی کا مرکز و محور تھی۔

فضائل رسول علیہ السلام بیان کرنا سنت ہے

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا، میں کون ہوں، صحابہ نے عرض کی آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ ارشاد فرمایا، میں محمد (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے ان میں بہترین مخلوق (یعنی انسانوں) میں پیدا فرمایا پھر اس بہتر مخلوق کے دو حصے کیے تو مجھے بہتر حصے (یعنی عرب) میں پیدا فرمایا پھر ان اچھوں کے کئی قبیلے بنائے تو مجھے بہترین قبیلہ (یعنی قریش) میں پیدا فرمایا اور پھر ان کے گھرانے بنائے تو مجھے بہترین گھرانے (یعنی بنو ہاشم) میں پیدا فرمایا پس میں ذاتی شرف اور گھرانے کے اعتبار سے بھی ساری مخلوق سے افضل ہوں۔

(ترمذی، کتاب الدعوات، باب:۹۶، ۵/ ۳۱۴، حدیث:۳۵۴۳)

اپنے عہد کے عظیم رہبر

مفتی شاہ حسین گردیزی
مہتمم دار العلوم مہریہ کراچی

حضرت قاری مصلح الدین صدیقی جید عالم دین، عظیم المرتبت صوفی اور سالکان راہ طریقت کے پیر ھدیٰ تھے۔ آپ کی ذات اوصاف حمیدہ اور اخلاق حسنہ کا مجموعہ تھی۔ آپ اپنی گفتار اور کردار سے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی تصویر معلوم ہوتے، اللہ اور اس کے رسول کا عشق آپ کی رگ وپے میں جاری وساری تھا۔ آپ آیات ربانی اور سنت نبوی کی تصویر تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ بے عملی کی اس گرد آلود فضا میں آپ کا وجود مسعود باران رحمت سے کم نہ تھا۔ چالیس برس بڑی خاموشی کے ساتھ دنیاوی طمع اور ستائش کی تمنا کے بغیر دین اسلام کی خدمت کی اور عارفان صابر کی یاد تازہ کر دی۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدا ور پیدا

۱۹۷۳ء میں ایک مقامی دینی ادارہ میں آپ سے پہلی ملاقات ہوئی۔ آپ اپنی نورانیت کی بدولت جو ریاضت ومجاہدہ اور خشیت الٰہی سے آپ کے چہرہ سے ہویدا تھی تمام دینی اساتذہ میں ممتاز اور نمایاں نظر آئے۔ بڑے کم گو اور خاموش طبع تھے۔ ہر شخص کا خندہ پیشانی سے استقبال کرتے۔ آپ کے انتقال کے بعد جب میں دیدار کے لئے حاضر ہوا تو چہرہ دیکھتے ہی بے ساختہ زبان سے نکلا۔

نشان مرد مومن باتو گوہم چوں
مرگ آید تبسم برلب اوست

آپ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ / ۱۹۱۷ء کو قندھار شریف ضلع ناندیڑ حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد مولانا غلام جیلانی سے قرآن حکیم حفظ کیا اور مقامی اسکول میں ساتویں جماعت تک پڑھا اور والد ماجد کی دین داری انگریزی تعلیم کے حصول میں آڑے آئی تو سترہ برس کی عمر میں مدرسہ مصباح العلوم مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں علوم اسلامیہ کی تحصیل کا آغاز کیا۔ آٹھ برس میں تکمیل کی اور حافظ ملت مولانا عبد العزیز مبارک پوری سے دورۂ حدیث پڑھا۔

تقسیم ہند کے بعد پاکستان تشریف لائے۔ مختلف مقامات پر دین اسلام کی خدمت کی کچھ عرصہ مرکزی جامع مسجد واہ کینٹ ضلع راولپنڈی میں خطیب رہے پھر کراچی تشریف لائے اور اخوند مسجد کھارادر اور میمن مسجد کھوڑی

گارڈن میں خطابت فرماتے رہے، آپ کی تقریر میں بلا کا سوز اور اثر تھا۔ آپ کی تقریر علم و فضل اور حقیقت و معرفت میں ڈوبی ہوئی ہوتی تھی عوام الناس دور دراز سے آپ کی تقریر سننے کے لئے آتے حضرت خواجہ غلام محی الدین گولڑوی بھی آپ کی انسان ساز تقریر کو بڑا پسند فرماتے تھے۔ مثنوی مولانا روم بڑے پر درد لہجے میں پڑھتے تھے۔

آپ نے علوم اسلامیہ کی تدریس کی طرف بھی خاصی توجہ دی۔ تجوید و قرأت، صرف و نحو، فقہ و حدیث اور تفسیر کی تدریس فرماتے۔ تقسیم سے پہلے ہندوستان میں اور پھر کراچی میں مستقل قیام کے بعد بڑی پابندی سے اس فریضہ کو سر انجام دیا۔ چونکہ آپ کی نگاہ حقیقت مسلمانوں کی اسلام سے عملی دوری، مذہبی فتنوں کی یلغار اور بے عملی کی مکدر فضائیں دیکھ اور سمجھ رہی تھی کہ اس وقت مسلم قوم کی صحیح رہنمائی علماء ہی کر سکتے ہیں اس لئے آپ نے اس طرف توجہ دی اور بے شمار لوگوں نے آپ سے استفادہ و استفاضہ کیا۔

آپ کو بزرگان دین سے قلبی تعلق تھا اس لئے ان کے مزارات پر حاضری آپ کا معمول تھا۔ حضرت مولانا مصطفی رضا خان بریلوی اور حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی سے آپ کو اجازت بیعت اور خلعت و خلافت حاصل تھی۔ یہ حضرات آپ کی روحانی عظمتوں کے معترف تھے۔ آپ کو بھی بزرگان دین سے قلبی تعلق تھا۔ اپنے اکابر و اسلاف کے ذکر سے محفل کو نورانیت بخشتے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے تو والہانہ عشق تھا۔ ان ہی کی امانتوں کے سفیر اور امین تھے۔

حضرت قاری صاحب نور اللہ مرقدہ کے توسط سے بے شمار افراد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے آپ کے مریدوں کی کثیر تعداد عالم اسلام میں پھیلی ہوئی ہے۔ حضرت مولانا شاہ تراب الحق قادری آپ کی روحانی رفعتوں کے جانشین ہیں۔ انتقال سے تھوڑا عرصہ پہلے علماء و عوام کے ایک عظیم اجتماع میں آپ کو سلسلہ قادریہ رضویہ میں خلعت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت مولانا قاری مصلح الدین صدیقی آج ہم میں موجود نہیں مگر ان کی سیرت کے تمام پہلو نمایاں طور پر ہمارے سامنے ہیں۔ ان کی اتباع سنت نبوی، ان کا طریقہ تبلیغ، کردار کی بلندی اکابر سے والہانہ شیفتگی، اصاغر نوازی، ایثار و قربانی کا جذبہ، خوش خلقی اور عشق مصطفی کا جذبہ صادقہ ہمارے سامنے ہے۔ اور عمل کے لئے یہ کافی ہے۔ آپ 23 مارچ 1983 کو ساڑھے چار بجے شام حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے انتقال فرما گئے۔

دوسرے روز عوام کے ایک جم غفیر نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی علماء کرام بھی کثیر تعداد میں نماز جنازہ میں شریک ہوئے میرے والد ماجد مولانا سید مقبول شاہ گردیزی بھی ان دنوں کراچی آئے ہوئے تھے۔ بڑے افسردہ تھے اور ان کے قیام واہ کینٹ کے زمانہ کے کئی سبق آموز قصے سنا رہے تھے۔ ان کی دعوت دین اور اس کے طریقے پر پر نم آنکھوں سے دیر تک گفتگو کرتے رہے۔

میرے استادِ محترم

حضرت علامہ مفتی عبد العزیز حنفی

مدرس دار العلوم امجدیہ کراچی

دنیا میں بہت سی عظیم المرتبت شخصیتیں گزری ہیں اور ان کے عظیم المرتبت ہونے کی بہت سی وجوہات ہیں اوراپنی جگہ پر مسلم ہیں۔میرے استاذ محترم پیر طریقت ولی نعمت پرتوِ صدرالشریعہ حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی قادری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر نظر ڈالیں تو آپ کی شخصیت میں جو باتیں ہمیں نمایاں نظر آئیں گی ان میں آپکا زہد و تقویٰ اور حسن خلق شامل ہیں۔آپ کی علمی وسعت کا عالم یہ تھا کہ آپ تفسیر وحدیث اور فقہی مسائل کے معاملات پر اور ادب وفن میں مکمل دسترس رکھتے تھے۔آپ میں ایک کامیاب مقرر اور بہترین مدرس کی تمام خوبیاں موجود تھیں۔آپ ایک سچے عاشق رسول اور مسلک اعلیحضرت کے داعی تھے۔آپ نے اپنی ساری زندگی مسلک اعلیحضرت کے لئے وقف کر دی تھی۔آپ نے اپنے قول وفعل اور عمل سے بزرگان دین کے عمل کی ایک سچی تصویر عوام اہلسنّت کے سامنے پیش کی۔اور سر مو کبھی اپنے اسلاف کے سچے طریقے سے روگردانی نہیں فرمائی اور اپنے کردار میں کسی موقع پر بھی لچک نہیں آنے دی اور مصلحت سے کبھی سمجھوتا نہیں فرمایا۔ایک عالم باعمل کی یہی شان ہوا کرتی ہے جو حضرت قبلہ قاری صاحب علیہ الرحمۃ کی زندگی میں ہر ایک حق کے متلاشی کو نظر آئے گی۔

قبلہ استاد محترم مسلک اعلحضرت پر سختی سے قائم اور کاربند رہے یہ آپ کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے اور آپ کے پائے استقامت میں ذرا بھی جنبش نہ آئی۔

احمد رضا کے فیض کا در ہے کھلا ہوا
ہے قادری فقیروں کا جھنڈا گڑا ہوا

میرے استاد محترم حیدر آباد دکن کی ریاست میں صبح صادق بروز پیر ۱۱ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ؁ بمطابق ۱۹۱۷ء میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد کا نام غلام جیلانی تھا آپ نہایت دیندار صوفی اور باصفا خطیب تھے میرے استاد محترم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسلام اور مسلک اعلیحضرت کی خدمت کے لئے خاص طور سے چنا تھا اور اسی لحاظ سے اللہ رب العزت نے آپ کی تعلیم وتربیت کے وسائل پیدا فرمائے۔اور شاید یہی وجہ تھی کہ آپ کو قدرت حافظ ملت علامہ مولانا حافظ عبد العزیز مبارکپوری علیہ الرحمۃ کے آستانہ کرم پر لے آئی،اس وقت آپ کی عمر شریف آٹھ یا نو برس کی

رہی ہوگی جب آپ کے والد ماجد نے آپ کو حفظ قرآن کی منازل طے کرانے کے لئے حافظ ملت مبارکپوری علیہ الرحمہ کے سپرد فرمایا اور تقریباً پانچ سال کے عرصہ میں میرے استاد نے قرآن مجید حفظ فرمالیا اور قبلہ حافظ ملت مبارکپوری رحم اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کے سر پر دستار فضیلت باندھی۔اس کے بعد استاد محترم کو ابتدائی تعلیم کے لئے پرائمری اسکول میں داخل کردیا گیا استاد محترم کی ذہانت اورذکاوت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے دودو درجات ایک سال ہی میں طے کرلئے اور اس کے بعد استاد محترم اپنی دینی تعلیم کے حصول کے لئے اپنے شہر سے دور مبارکپور اعظم گڑھ تشریف لے گئے اس وقت حافظ ملت مولانا عبد العزیز مبارکپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مبارکپور میں صدرالمدرسین کے عہدے پر فائز تھے۔قبلہ استاد محترم نے پوری تعلیم مبارکپور اعظم گڑھ ہی میں مکمل فرمائی اور درس حدیث کی تکمیل کے بعد ۱۹۴۳ء میں آپکی دستار فضیلت عمل میں آئی۔

میرے استاد محترم نے سب سے پہلے ناگپور کی جامع مسجد میں خطابت وامامت کے فرائض انجام دیئے اور یہاں آپ کو حافظ ملت نے عبد الرشید خاں صاحب کی درخواست پر بھیجا تھا۔آپ نے انجمن اسلامیہ ہائی اسکول میں بھی کچھ عرصہ عربی کا درس پڑھایا اور اس کے علاوہ جامعہ عربیہ ناگپور میں بھی تدریس کا کام انجام دیتے رہے۔

جس وقت استاد محترم کی عمر ۲۱ر برس ہوئی اور آپ ھدایہ کا امتحان دے چکے اس وقت حافظ ملت نے خود آپکو لے جاکر گھوسی قادری منزل میں حضرت صدرالشریعہ بدرالطریقہ علیہ الرحمۃ کو آپ سے نہایت انسیت ووابستگی تھی یہی وجہ تھی کہ جب صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ نے آپ کو اپنی مسند پر بٹھایا اور آپکو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا تو اس وقت استاد محترم نے عرض کی کہ حضرت میں اس لائق نہیں اور یہ خلافت کا بوجھ میں کیسے اٹھاؤں گا۔تو صدرالشریعہ نے فرمایا کہ یہ جس کا کام ہے وہی اس کو پایہ تکمیل تک پہنچائے گا۔یہ ۱۹۴۶ء کی بات ہے۔اس کے علاوہ میرے استاد محترم کو شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند مصطفی رضا خاں علیہ الرحمۃ سے بھی خلافت عطا ہوئی اور قطب مدینہ خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی آپ کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا، یہ استاد محترم کی شان اور آپ کے مقام ومرتبہ کی دلیل تھی۔

حضور علیہ السلام نے دیدار الٰہی کیا

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول مکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میں نے اپنے رب عزوجل کا دیدار کیا ہے۔

(مسند احمد، مسند عبد اللہ بن عباس، ۴ / ۳۵۰، حدیث: ۲۵۸۰)

عابد وزاہد ولی و متقی پرہیز گار

آپ شان اولیاء ہیں مصلح الدین قادری

۱۹۴۹ء میں میرے استاد محترم نے پاکستان کا سفر فرمایا اور پھر پاکستان بھر میں بھی اعلیٰ حضرت کے مسلک کے پیغام کو عام کرنے میں رات دن کوشاں رہے آپ نے یہاں اخوند مسجد میں خطابت و امامت شروع فرمائی اور پھر کراچی میں مفتی ظفر علی نعمانی علیہ الرحمۃ کی درس گاہ دارالعلوم امجدیہ میں تادم زیست خدمات انجام دیتے رہے اور آخری دم تک اس ادارے سے وابستہ رہے۔ میرا داخلہ جو ہے وہ دارلعلوم امجدیہ میں ۱۹۶۷ء میں ہوا اور اس وقت سے لے کر استاد محترم کے آخری وقت تک میں نے استاد محترم کے جوتے سیدھے کئے اور آپ کے آگے زانوئے تلمذ طے کیا۔ میں نے استاد محترم سے درجہ رابعہ وخامسہ کی کچھ کتابیں پڑھیں اسکے علاوہ مراح الاروا ح اور تفسیر جلالین شریف وغیرہ اور کئی دوسری کتابیں بھی پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ قاری صاحب علیہ الرحمۃ سے دوران تدریس اور اس کے علاوہ بھی اپنے اساتذہ کرام کے بارے میں اور امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے حوالہ سے گفتگو فرمایا کرتے تھے، استاد محترم نہایت شفقت اور محبت سے ہمارے تشنہ ذہنوں کو سیر اب فرمایا کرتے تھے۔ آپ اپنے اساتذہ کرام کا جب تذکرہ فرماتے تو نہایت ادب واحترام کا مظاہرہ فرماتے اور ان کی خدمات جلیلہ نہایت دلچسپی سے بیان فرماتے تھے اور میں زاتی طور پر یہ سمجھتا ہوں کہ استاد محترم کی ان باتوں کا مقصد صرف یہی ہوتا تھا کہ طلبہ اپنے اسلاف کے نظریہ اور ان کے عقیدے پر کاربند رہیں یہی وجہ تھی کہ آپ خاص طور پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اور انکے شہزادگان کا تذکرہ فرماتے اور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی خدمات کا تذکرہ فرماتے تھے۔ حضرت استاد محترم قبلہ علیہ الرحمہ جہاں آپ ایک منجھے ہوئے مدرس اور مقرر تھے وہاں آپ اپنے آقا و مولیٰ نبی کریم ﷺ کی مدحت سرائی نعت شریف کی صورت میں بڑے خوش الحانی انداز میں دل سے پڑھتے تھے جس میں ایک درد و سرور کی کیفیت محسوس ہوتی تھی اور تمام سننے والوں پر ایک سرور طاری ہو جاتا تھا۔ خاص طور سے آپ جب استاد زمن شہنشاہ سخن برادر اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا خاں علیہ الرحمہ کی نعت شریف پڑھتے جس کا مطلع ہے کہ

دل درد سے بسمل کی طرح لوٹ رہا ہو

سینے پہ تسلی کو ترا ہاتھ دھرا ہو

یہ نعت شریف تو آپ بڑے ہی والہانہ انداز میں پڑھتے تھے اور ہر مرتبہ سننے میں ایک خاص سرور و کیفیت محسوس ہوتی تھی۔ استاد محترم نے اپنی زندگی میں ۱۲ حج کئے پہلا حج ۱۹۵۴ء میں ادا کیا اور آپ بزرگان دین

کے مزارات پر گاہے گاہے زیارت وحاضری کی نیت سے تشریف لیجایا کرتے تھے اور خاص کر داتا علی ہجویری علیہ الرحمۃ کے مزار پر ضرور حاضری دیا کرتے تھے آپ فرمایا کرتے تھے کہ مدینے شریف کی حاضری کا پروانہ داتا علی ہجویری علیہ الرحمہ کی درگاہ سے ملا کرتا ہے.

استاد محترم نے جہاں اپنی پوری زندگی مسلک کی آبیاری کیلئے وقف کر دی وہیں آپ نے مسلک کے مستقبل کے لئے بھی فکر رکھی اور اپنی زندگی میں ہی اپنا ایک صحیح جانشین تیار فرمایا اور اس کی تربیت اس محنت سے فرمائی کہ آج جن پر عوام اہلسنّت فخر کرتے ہیں یہ قبلہ استاد محترم کی نظر شناسی تھی کہ آپ نے اس شخص کو پہچانا اور پھر اس کو اپنی مسند خلافت کیلئے منتخب فرمایا اور وہ شخصیت ہے شہنشاہ خطابت حضرت علامہ مولانا سید شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم العالیہ کی ذات گرامی کہ جن کے سر پر قبلہ استاد گرامی کی خلافت کا تاج سجایا گیا اور علماء ومشائخ کی موجودگی میں حضرت علامہ مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ نے آپکے سر پر خلافت کی دستار باندھی اور حضرت قبلہ شاہ صاحب نے بھی اپنی خدمات جلیلہ اور خصوصاً مسلک اعلیٰ حضرت کی پاسداری کیلئے اپنی خدمات اور محنت سے یہ ثابت کر دکھایا کہ قبلہ قاری صاحب نے انہیں اپنا جانشین بنا کر کوئی غلطی نہیں فرمائی اور استاد محترم نے اپنی آخری تقریر جب فرمائی تو اللہ اکبر یہ اللہ والوں کی شان ہوا کرتی ہے کہ آج بھی اس تقریر کو اپنے کانوں سے سننے والے موجود ہیں جس میں انہوں نے موت کا تذکرہ فرمایا، قبر کے سوال وجواب کا ذکر کیا اور عشق مصطفی کا ذکر فرمایا، بالکل ایسا محسوس ہوا کہ جیسے استاد محترم ایک آخری خطاب فرمارہے ہیں اور پھر اگلے روز بعد نماز ظہر قبلہ استاد محترم کو دل کا دورہ پڑا جس کی وجہ سے یہ عالم اسلام کا عظیم سپاہی، مسلک اعلیٰ حضرت کا پاسبان اس دنیا سے رخصت ہو گیا آپکی نماز جنازہ میں کم وبیش ۳۰ ہزار افراد شریک ہوئے جس کی امامت حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں دامت برکاتہم العالیہ نے فرمائی اور آپ کو میمن مسجد مصلح الدین گارڈن کے احاطہ میں آسودہ خاک کیا گیا۔

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

ایک شمع جو ثلث صدی تک جگمگاتی رہی

حضرت علامہ مفتی محمد اسماعیل رضوی ضیائی
شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ کراچی

نحمدہ ونصلی علی اشرف الانبیاء وعلیٰ الہٖ واصحابہ وعلیٰ اولیاء ملتہ اجمعین

اس جہان فانی میں لاکھوں کروڑوں انسان آئے اور آتے رہیں گے۔ لیکن کچھ ایسے انسان بھی آئے جن کا وجود باعث رحمت، باعث برکت اور قابل تقلید ہے جب تک وہ دنیا میں ہیں تو مرجع خلائق ہیں اور دنیا سے پردہ کر جائیں تو بھی مرجع خلائق ہیں جب حیات ظاہری میں ہیں تو مجبوروں اور بیکسوں کی پناہ گاہیں ہیں اور جب حیات ظاہری میں نہ ہوں تو اپنے پیاروں کو بے سہارا نہیں چھوڑتے، مرقد شریف میں رہ کر بھی حاجت مندوں کی حاجت ان کے وسیلوں اور برکتوں سے پوری ہوتی ہیں، وہ آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں لیکن دلوں سے اوجھل نہیں ہوتے، ان کی پوری زندگی دین کے لئے وقف ہوتی ہے ان کا چلنا، پھرنا، اوڑھنا، بچھونا دین کے تابع ہوتا ہے۔ایسی ہی برگزیدہ ہستیوں میں ایک مرد مجاہد، صوفی باصفا، پیر طریقت، عالم باعمل، خادم دین ہستی حضرت علامہ مولانا حافظ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ والرضوان ونوراللہ مرقدہ کی ذات گرامی ہے آپ کی اجمالا سوانح یہ ہے۔

نام؛ محمد مصلح الدین، والد ماجد کا نام حضرت مولانا غلام جیلانی علیہ الرحمۃ ہے ۱۹۱۷ء میں دکن حیدرآباد بھارت میں ولادت شریف ہوئی، 14 سال کی عمر میں کلام پاک حفظ کرلیا، 26 سال کی عمر میں علومہ دینیہ کی تکمیل فرمائی، 29 سال کی عمر میں صدرالشریعہ علیہ الرحمہ سے خلافت عطا ہوئی۔ پاکستان آمد ۱۹۴۹ء، اخوند مسجد کھارادر میں امامت تقریباًدس سال، کھوڑی گارڈن میمن مسجد میں امامت ۱۹۶۹ء تا ۱۹۸۳ء تقریباً ۱۴ سال، مفتی اعظم علیہ الرحمہ سے خلافت ۱۹۵۶ء، دارالعلوم مظہریہ آرام باغ میں تدریس ۱۹۵۵ء، دارالعلوم امجدیہ گاڑی کھاتہ میں آغاز تدریس، دارلعلوم امجدیہ میں تدریسی فرائض ۱۹۶۶ء، دنیائے فانی سے کوچ ۱۹۸۳ء کل عمر مبارک ۶۸ سال۔

پاکستان بننے کے بعد پورے کراچی میں اگر سنیوں کی کوئی آماجگاہ تھی تو وہ صرف اور صرف پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ کی ذات تھی ہفتہ میں ایک بار پوری کراچی سے سمٹ کر عاشقان رسول ﷺ جمعہ کے روز جمع ہو جاتے اور حضرت موصوف کی اقتدا میں نماز جمعہ ادا کرکے اپنی پیاس بجھاتے۔

قاری صاحب سے پہلی ملاقات وزیارت:

میرے چچا حضور محترم محمد عثمان صاحب حشمتی جو کہ علامہ مناظر اسلام شیر بیشہ سنت مولانا حشمت علی خاں صاحب کے مرید تھے اور بہت ہی پکے سنی تھے ان کی چابی تالے کی دکان بندر روڈ بالمقابل میمن مسجد تھی اور وہ صرف اور صرف سنی حضرات ہی سے لین دین کرتے ان کے چند دوست بھی ایسے ہی پکے سنی تھے ان میں سے ایک غلام مصطفی حشمتی جو کہ سیٹھ عبد العزیز ملی ٹریڈنگ والوں کے ملازم تھے اور دوسرے سید اکبر بخاری صاحب برادر سید یوسف صاحب بخاری تیسرے جو کہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ سے بیعت تھے ان کا نام شمس الدین صاحب تھا یہ چند دوست نماز جمعہ قاری صاحب علیہ الرحمۃ کے پیچھے اخوند مسجد میں ادا کرتے آپ کے علاوہ کسی اور کے پیچھے نماز ادا نہ فرماتے اور یہ ۱۹۵۲ء/۱۹۵۳ء کی بات ہے جب میرے چچا حضور جمعہ یا تراویح ادا کرنے جاتے تو میرے والد صاحب اور دونوں بھائیوں کو اور مجھے بھی اپنے ہمراہ لے جاتے اور سنیت کے بارے میں ہمیں خوب سمجھاتے، میری عمر اس وقت 8 / 9 سال کے قریب تھی اس وقت ۱۹۵۲ء میں پہلی بار حضرت موصوف قاری صاحب علیہ الرحمۃ کے دیدار سے مشرف ہوا، کئی سال مجھے قاری صاحب کے پیچھے نماز جمعہ وتراویح پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی، میں کیونکہ اس وقت چھوٹا تھا اس وقت آپکی تقریر مکمل سمجھ میں نہیں آتی تھی البتہ جب آپ دوران وعظ اشعار پڑھتے اس سے مجھے بڑا لطف آتا آپ نہایت شیریں لہجے میں پڑھتے وہ اشعار جو میں نے اس وقت سنے تھے وہ مجھے آج بھی یاد ہیں وہ یہ ہیں:

زندگی آمد برائے بندگی زندگی بے بندگی شرمندگی

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم تا غلام شمس تبریزی نہ شد

قاری صاحب کو مجھے بار بار سننے اور دیکھنے کا موقع ملا آپ نہایت حسین و جمیل تھے آپ کا چہرہ نہایت حسین تھا قد درمیانہ جسم بھاری اور بھرا ہوا، نہایت عمدہ لباس، ہر وقت ہشاش بشاش رہتے، ہمیشہ نماز با جماعت ادا کرتے اور فضول لغو باتوں سے دور رہتے، بزرگان دین کی کرامات و فضائل سے سامعین اور ملنے والوں کی اصلاح فرماتے۔

پوری زندگی پر وقار اور باعزت طریقے سے گزاری، جس محفل میں آپ تشریف فرما ہوں میر مجلس آپ ہی محسوس ہوتے، اجنبی کو نہایت بارعب شخصیت لگتی، اور وہ بات کرنے سے ڈرتا لیکن جب تعلق ہو جاتا تو وہ آپ کو نہایت نرم مزاج اور متواضع پاتا اور آنے والا آپ سے کچھ بات چیت اور ملاقات کئے بغیر نہ جاتا۔

میرے چچا عثمان صاحب کٹر قسم کے سنی تھے اس لئے قاری صاحب ان کو بہت چاہتے تھے اور اس نسبت سے میری واقفیت ہوگئی اور مجھے بھی بہت چاہنے لگے، ویسے تو ہر ملنے جلنے والے سے محبت فرماتے لیکن بزرگ کے

واسطے سے ہوں تو انہیں اور بھی زیادہ چاہتے، میرے چچا اپنی دکان پر بیٹھ کر بد مذہبوں سے مناظرہ کیا کرتے تھے اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ اور مولانا حشمت علی صاحب علیہ الرحمۃ کی کتب ان کو اکثر ازبر و یاد تھیں اور قاری صاحب ان باتوں سے بخوبی واقف تھے اس لئے میرے چچا کا گروپ آتا تو انھیں بڑے احترام سے بٹھاتے، ملنے کے لئے وقت دیتے اس وقت سے میری ملاقات برابر ہوتی رہی اور پھر دارالعلوم امجدیہ میں داخلے کے بعد مجھے ان کے پاس زانوئے تلمذ طے کرنے کا شرف حاصل ہوا، میں نے کئی سال آپ سے پڑھا اور پڑھنے کے علاوہ بھی کبھی کوئی کتاب سمجھ میں نہ آتی تو آپ سے سمجھ لیتا، قاری صاحب سے میری ملاقات اور تعلق ۱۹۵۲ء سے تھا لیکن اب پہلے سے زیادہ ہو گیا اب میں بلاروک ٹوک جب ملنا چاہتا مسجد کھوڑی گارڈن میں حاضری دیتا تو آپ مجھے اپنے قریب بٹھاتے، اگر میں دور بھی ہوتا تو کسی سے کہہ کر اپنے قریب بلا لیتے، حال احوال پوچھتے آپکی دعاؤں اور برکت سے بعد فراغت بھی مجھے آپکے زیر سایہ جامعہ امجدیہ میں تقریباً دس سال پڑھانے کا موقع ملا، اب بھی اگر کتاب سمجھ نہ پاتا آپ کے پاس حاضر ہوتا آپ چند لفظوں میں سمجھا دیتے، میں جب کبھی بھی گیا آپ نے ناراضگی نہ فرمائی بلکہ خوش ہوتے اس لئے میں بے تکلف تھا جب جی چاہا آپ کے پاس بیٹھ گیا آپ اپنے استاد محترم حافظ عبد العزیز محدث اعظم مبارکپوری کا اکثر تذکرہ کرتے ان کے حال احوال بتاتے۔

قاری صاحب سے میری تقریباً 30 سال تک ملاقات رہی میں نے آپ کو تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر پایا، کبھی بھی تصویر وغیرہ کی طرف راغب نہ ہوئے اگر کسی نے کھینچنے کی کوشش کی تو منع کر دیتے یا منہ پھیر لیتے یا منہ پر رومال ڈال لیتے، اکثر ان کی یہی کوشش رہتی کہ تصاویر والے جلسوں سے دور رہیں، سیاسی جلسہ جلوس سے اجتناب کرتے ان کا مشن صرف احیائے دین تھا لوگوں کی رشد وہدایت تھی جو آپ نے پوری فرمائی جب کوئی اپنے گھر تقریب میں بلاتا آپ اگر فارغ ہوتے اور دینی تقریب ہوتی تو آپ انکار نہ فرماتے آپ سے برکۃً لوگ نکاح پڑھواتے کبھی بھی آپ نے کسی سے نذرانہ طلب نہ کیا۔

میرے برادر اور ہمشیرہ کا نکاح بھی آپ ہی نے پڑھایا اور اب میں آپ کے بعد آپ کے جانشین حضرت علامہ مولانا شاہ تراب الحق دام ظلہ وطول عمرہ وعم فیوضہ کو تکلیف دیتا ہوں کہ میرے بچوں کا نکاح پڑھائیں، چنانچہ آپ نے مجھے مایوس نہ کیا اور میرے دو بچوں اور بچیوں کا نکاح پڑھایا جن کا میں ممنون ہوں کہ آپ نے گوناگوں مصروفیات کے باوجود وقت عنایت فرمایا۔

۱۹۸۰ء میں حضرت علامہ قاری مصلح الدین علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں میں نے عرض کی کہ میری اہلیہ، بھابی دیگر خواتین آپ سے شرف بیعت چاہتی ہیں چنانچہ آپ نے قبول فرمایا اور بلدیہ ٹاؤن میرے

غریب خانہ میں رکشہ میں بیٹھ کر تشریف لائے اور واپس بھی رکشہ میں بلا تکلف آگئے، میرے دو بچے اہلیہ وغیرہ سب آپ سے بیعت ہیں میں بھی آپ کا طالب ہوں طالب علم ہوں تلمیذ ہوں خادم ہوں آپ کے جوتوں کا اٹھانے والا ہوں اور یہ میرے لئے بہت بڑا اعزاز ہے قاری صاحب ذکرواذکار، وظائف واوراد کے بہت پابند تھے۔ اکثر کلام مجید کی تلاوت کرتے رہتے، ماہ رمضان شریف میں، کلام پاک تراویح میں پڑھا کرتے، جب تک صحت رہی کبھی مصلیٰ سنانے کا ناغہ نہ کیا، وہ بظاہر ایک فرد تھے لیکن وہ انجمن تھے لوگوں کا ہجوم انہیں گھیرا رہتا، نعت خوانی کی محفل اکثر آپکی بارگاہ میں جاری رہتی، خود بھی نعت پڑھتے اور لوگوں سے سنتے، جب تک محفل جاری رہتی نہ آپ تھکتے نہ اکتاتے، مثبت انداز میں ہمیشہ آپ تبلیغ فرماتے رہے، آپ کا انداز تبلیغ نہایت موئثر ہوتا ، آپکا اہل کراچی پر بڑا احسان ہے اور خاص کر کھارادر کے مکینوں پر کہ آپ نے اس جگہ کا انتخاب کیا اور عرصہ 35 سال تک اس علاقے کو اپنی شمع سے منور کرتے رہے اور ہزاروں بھٹکے ہوؤں کی اصلاح فرمائی اور ہزاروں کو اپنے فیض سے مستفیض کیا، آپ کا اسم گرامی آپ کے والد ماجد نے ہی غالباً مصلح الدین رکھا ہوگا جس کے معنی دین کی اصلاح کرنے والا اور یقیناً نام رکھتے وقت اس کے معنی دل ودماغ میں ملحوظ ہونگے اور اللہ تعالیٰ نے اسے پورا کرادیا، حضرت موصوف اسم بامسمیٰ ہیں کہ پوری زندگی اصلاح دین، تبلیغ دین، اصلاح الناس میں صرف کرکے سرخرو ہوئے اللہ تعالیٰ ان کی خدمات جلیلہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور کروٹ کروٹ رحمتوں کی بارش سے معمور رکھے اور انکے مرقد کو مرکز رشد وہدایت بنائے۔ آمین بجاہ سید الامین علیہ التحیۃ والتسلیم

☆☆☆

حضور علیہ السلام نے اپنا میلاد بیان فرمایا

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور مجسم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا، میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک آخری نبی لکھا جاچکا تھا، جبکہ آدم علیہ السلام کا جسم اقدس تیار نہ ہوا تھا میں تم کو اپنی اول حالت بتاتا ہوں میں دعاء ابراہیم اور بشارت عیسیٰ علیہم السلام ہوں میں اپنی والدہ کا وہ نظارہ ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا کہ انکے سامنے ایک نور ظاہر ہوا جس سے انہیں شام کے محل نظر آگئے۔

(شرح السنۃ، کتاب الرویا، باب تاویل الثیاب والفراش، ۶/ ۳۹۱)

چند یادیں چند باتیں

حضرت مولانا مفتی احمد میاں برکاتی
مہتمم دار العلوم احسن البرکات، حیدر آباد

وہ خاتون اپنی چادر میں لپٹ کر کراچی کے مدرسہ میں حاضر ہو گئیں اور اپنی مطلوب شخصیت کو پیغام بھجوایا کہ ملاقات کی متمنی ہوں۔ ساتھ ہی اپنا تعارف بھی بھجوادیا، شخصیت نے جواباً فرمایا کہ مدرسہ میں خواتین سے ملاقات نہیں کرتا، آپ فقیر کے غریب خانہ پر تشریف لائیں، چنانچہ شام کو وہ خاتون اپنی ایک اور ساتھی کے ہمراہ، شخصیت کے دولت خانہ پر حاضر ہو گئیں، یہ حضرت اپنے وقت کے ولی کامل اور بزرگوں کی صفات کا مظہر تھے۔ سب سے بڑے شہر کی ایک بڑی مسجد کے خطیب اور مرکز روحانیت تھے، ان کو مسجد میں پیغام بھجوایا گیا کہ صبح والی خاتون حاضر ہو گئیں ہیں، حضرت بھاگے بھاگے تشریف لائے، دولت کدہ میں داخل ہوئے، گھستے ہی فرمایا! ''گھر کے اندر چلیں، آپ کا تعلق ہمارے پیروں کے شہر سے ہے''۔ اہل خانہ سے تعارف کرایا، آنے والی خاتون فقیر زماں مفتی اعظم سندھ و بلوچستان حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خان برکاتی قدس سرہ کی ماموں زاد بہن تھیں اور شاہ فیصل کالونی میں رہتی تھیں اور بزرگ عارف باللہ، حضرت علامہ قاری مصلح الدین علیہ الرحمۃ تھے، خاتون نے اپنا تعارف کرایا اور بتایا، کچھ مسائل ہیں، حیدر آباد بھائی کے پاس گئی تھی، وہ سخت علیل ہیں لہٰذا انہوں نے آپ کے پاس بھیجا ہے، حضرت نے پوری توجہ سے مسائل سنے، فرمایا! آپ مارہرہ شریف کی رہنے والی ہیں، آپ خلیل العلماء کی ہمشیرہ ہیں، آپ کے ہم پر بہت حق ہیں، اسی وقت پہلے نقوش و تعویزات ضرورت کے تحت عنایت فرمائے، پھر خوب خاطر تواضع فرمائی، تب جانے دیا۔ خاتون خلیل العلماء کی نہ صرف ماموں زاد بہن تھیں بلکہ ان کے برادر نسبتی وکیل احمد خان کی اہلیہ بھی تھیں۔ پھر تو راستہ کھل گیا اور اکثر ان کی حاضری، حضرت کے گھر ہو جاتی، خاتون بیان کرتی ہیں کہ جب بھی قاری صاحب کے گھر جاتی ہمیشہ اعلیٰ تواضع فرماتے اور سب سے پہلے مجھے وقت دیتے تھے۔ یہ خاتون خود، حضرت سید العلماء علامہ سید آل مصطفیٰ علیہ الرحمۃ سجادہ نشین حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں قدس سرہ سے بیعت ہیں۔ جب قبلہ قاری صاحب سے ملاقات ہوتی تو مارہرہ شریف کے بہت سے واقعات سنایا کرتیں۔ حضرت قاری صاحب قبلہ نہایت، غور و اطمینان سے سنتے، فرماتے تھے! ان باتوں میں گلوں کی خوشبو آتی ہے۔ یہ خاتون اب بھی شاہ فیصل کالونی میں رہائش پذیر ہیں۔ ان کے گھر حضرت سید العلماء، حضور احسن العلماء علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، خلیل العلماء علیہم الرحمۃ والرضوان اور بہت سے علماء تشریف لاتے رہے۔ حضرت امین البرکات ڈاکٹر سید محمد امین میاں برکاتی مدظلہ کئی بار تشریف لائے۔ حضور احسن العلماء کی اہلیہ ''اماں جان'' جب

جب پاکستان آتی ہیں، تو ضرور ان کے گھر خود پہنچ جاتی ہیں اور ان کے باورچی خانہ میں خود اپنے ہاتھ سے کھانا بنا کر کھلاتی ہیں۔ خاتون کا پورا گھر مشائخ مارہرہ شریف سے بیعت ہے، ان کے والد رفیق احمد خان مرحوم خلیل العلماء کے حقیقی ماموں اور وضعدار شخصیت تھے، مارہرہ شریف افغان روڈ پر ان کا مکان آج بھی موجود ہے، قبلہ قاری صاحب علیہ الرحمۃ بھی ان کے گھر شاہ فیصل کالونی کئی بار تشریف لائے۔ حضرت قاری صاحب ایک بہترین استاد اور اعلیٰ مدرس بھی تھے۔ بزرگوں کی نسبتوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ان کے پاس ضرور تمندوں کا ہر وقت جمگھٹ لگا رہتا تھا اور ہر شخص کو بلا کسی امتیاز آپ عطا فرماتے رہتے تھے، راقم الحروف جب کبھی اسباق سے فارغ ہو کر امجدیہ میں حضرت کے کمرہ درس میں حاضر ہوتا تو آپ فارغ وقت میں اکثر تعویز لکھتے نظر آتے۔

حضرت قاری مصلح الدین علیہ الرحمہ کو اپنے شاگردوں سے بھی بڑی محبت تھی، فقیر کو بھی ان سے نسبت تلمیذ حاصل ہے۔ جلالین شریف کے تیس سپارے حضرت سے پڑھے۔ مشکوٰۃ شریف کا مکمل درس حضرت سے لیا۔ حضرت کا انداز تدریس خوب تھا بر محل اشعار بھی سنایا کرتے تھے اور جہاں ضرورت چاہتے وہاں لطیفوں سے کام لیتے۔ ان کے پاس پڑھنے والا کوئی شاگرد کبھی اکتاتا نہ تھا۔ بہت خوش طبع تھے۔ ظرافت کو بھی سنجیدگی میں بدل لیتے تھے۔ فقیر جب دارالعلوم امجدیہ میں داخل ہوا تو یہ ۱۹۶۶ء کی بات ہے، پہلے ہی سال ششماہی امتحان کا موقع تھا، حضرت کے پاس امتحان کیلئے فقیر کا شرح جامی کا پرچہ تھا، وقت امتحان غالباً دو گھنٹے تھا فقیر راقم الحروف نے پرچہ صرف ۳۰/ منٹ میں حل کر دیا اور پیش کر دیا۔ حضرت نے فرمایا! بھئی لکھدیا، عرض کیا، جی حضور، فرمایا! میاں ابھی تو وقت بہت ہے اور لکھ لو، عرض کی حضور جو پوچھا تھا وہ تو لکھ دیا، اب کیا لکھوں۔ تعجب فرمایا! اور اسی وقت پرچہ چیک کرنا شروع کر دیا جواب پڑھتے جاتے اور مسکراتے جاتے، اور آخر میں نوٹ لکھا، یہ لڑکا ایک سو ایک (۱۰۱) نمبر کا مستحق ہے، مگر میرے پاس چونکہ صرف ایک سو نمبر ہیں اس لئے سب دے رہا ہوں، اس کے بعد تو حضرت کی خصوصی توجہ ہمیشہ فقیر پر رہی اور تادم آخر فقیر پر شفقت فرماتے رہے۔ امجدیہ میں کئی مرتبہ اپنی چائے فقیر کو پلا دیتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ علامہ مفتی محمد ظفر علی نعمانی علیہ الرحمہ کے ہمراہ سانگلہ ہل مدرسہ کے سالانہ جلسے میں تشریف لے گئے۔ فقیر کو بھی شرکت کا موقع مل گیا اور یہ حضرت کا کرم تھا کہ فقیر باوجود یہ کہ ان دنوں طالب علم تھا، پھر بھی حضرت نے اپنے کمرہ خاص میں فقیر کو ساتھ رکھا، اس کمرے میں رات گزری، فجر پڑھ کر فقیر کمرے کے باہر بیٹھ گیا، حضرت کمرے کے اندر تھے، کچھ دیر بعد کمرے کے اندر سے، کسی کو مارنے کی آوازیں آنے لگیں۔ میں چونکا کہ صبح صبح کون پٹ رہا ہے شاید کوئی بچہ پڑھ رہا ہو اور استاد سزا دے رہے ہوں، لیکن جلسہ کا موقع تھا، پڑھائی کی چھٹی تھی، جب مجھ سے رہا نہ گیا تو تجسس کے جذبہ سے کمرے میں داخل ہو گیا، کیا دیکھتا

ہوں کہ حضرت قبلہ قاری صاحب اپنے پیٹ پر مسلسل گھونسے مار رہے ہیں، آنکھیں بند ہیں۔ کچھ دیر یہ منظر دیکھا، پھر باہر آگیا، جب آواز آنی بند ہو گئی تو پھر اندر حاضر ہوا اور بے دھڑک ماجرا پوچھا، حضرت کی پدرانہ شفقت نے فقیر کو اور دیگر تلامذہ کو بے تکلف بنا دیا تھا۔ حضرت نے جواباً فرمایا! میاں یہ نفس موٹا ہو گیا، اس کو مار رہا تھا، تاکہ کچھ ہلکا ہو جائے، بزرگوں کی شان یہی ہوتی ہے۔ حضرت کا جسم چونکہ بھاری تھا، تو اسکو نفس کی موٹائی سے تعبیر فرما رہے تھے، حضرت قبلہ قاری صاحب علیہ الرحمہ کے پاس جنّات کا اکثر آنا ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک صاحب کا تعارف ہمیں یوں کرایا، یہ صاحب روزانہ عصر میرے ہاں پڑھتے ہیں اور مغرب حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پڑھتے ہیں۔ اس وقت تو ہم کچھ نہ سمجھے کہ اس بات کا کیا مطلب ہے۔ جب وہ چلے گئے تو بتایا کہ یہ جنّات میں سے تھے اور تقریباً روزانہ حاضر ہوتے تھے۔ ابدال زمانہ سے بھی آپ کے روحانی رابطے رہتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ مولوی فیض اللہ چاٹگامی نے پوچھا کہ حضرت ہر علاقہ کا ایک قطب ہوتا ہے جس کے ذمہ اس علاقہ کے امور ہوتے ہیں، کراچی کا قطب آج کل کون ہے اور کراچی کس کے حوالے ہے؟ فرمایا ٹاور سے آگے نیٹی جیٹی کا پل ہے، وہاں پل پر ایک خاتون بیٹھی ہیں، آج کل کراچی ان کے حوالے ہے، مولوی فیض اللہ اور چند ساتھی جستجو کے ساتھ وہاں پہنچے دیکھا کہ بہت رش ہے اور لوگ کھڑے ہوئے ہیں اور وہ بزرگ خاتون آڑھی ترچھی لکیریں بنا کر لوگوں کو دے رہی ہیں یہ لوگ رش کی وجہ سے واپس آگئے کہ پھر کسی دن فرصت سے آئیں گے۔ دوبارہ وہاں گئے تو وہ خاتون وہاں سے کہیں اور تشریف لیجا چکی تھیں۔ تلاش بسیار کے باوجود نہ ملیں۔

کھوڑی گارڈن کی مسجد میں خطابت سے پہلے آپ اخوند مسجد میں خطیب و امام تھے، یہ مسجد ان دنوں صرف نچلی جگہ میں تھی اور بہت چھوٹی سی تھی۔ آج بھی قدیم جگہ موجود ہے اور اوپر عظیم الشان مسجد ہے، جمعہ میں کثیر رش ہوتا تو آس پاس کی سڑکیں نمازیوں سے بھر جاتیں، جب بھی حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ مارہرہ شریف سے تشریف لاتے تو حضرت کے ہاں جمعہ ضرور پڑھتے تھے۔ ایک بار جب جمعہ پڑھایا تو بعد جمعہ صلوٰۃ و سلام کے بعد دعا حضرت قاری صاحب نے فرمائی اور اس میں اعلیٰ حضرت کی مشہور مناجات پڑھی بعد میں حضور احسن العلماء نے فقیر کے ہاتھ ایک پیغام قبلہ قاری صاحب کو بھجوایا۔ فقیر نے وہ سارا واقعہ بالتفصیل ”تذکرہ سید حسن میاں“ میں بیان کیا ہے۔

آہ! اب وہ محفلیں ختم ہو گئیں۔ بزرگوں کا سایۂ ظاہری ہم سے اٹھ گیا۔ مگر حضرت کے عظیم الشان گنبد کو مصلح الدین گارڈن میں دیکھ کر آج بھی ان کی عظمت کے نشان زندہ نظر آتے ہیں۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

فیض مصلح الدین

حضرت علامہ سید محمد یوسف بخاری

میرے استاد مکرم و معظم، ولی کامل مرشد برحق پیر طریقت محسن اہلسنّت حامل شریعت حضرت علامہ مولانا الحاج حافظ قاری محمد مصلح الدین صدیقی نور اللہ مرقدہ ان کے اخلاق و اوصاف ان کی عادات و کمالات ان کی اسلامی خدمات اور ان کا مقام ولایت سمجھنے کے لئے صرف ایک مصلح الدین نمبر کافی نہیں ہے بلکہ جتنا تحریر کیا جائے کم ہے۔ آپ سرکار دو عالم ﷺ کی سیرت طیبہ کو اپنا مقصد حیات بنائے ہوئے تھے صحابہ کرام ائمہ عظام اور اولیاء کاملین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اور خصوصاً اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی اتباع میں فیض کے دریا بہادئے، آپ کی ان خدمات کو ایک سطر میں محفوظ کر دیا جائے تو گویا یوں کہوں گا کہ آپ نے نیابت کا حق ادا کر دیا۔

اپنے نرم اور مخصوص انداز میں اس فقیر کو ہمیشہ بڑے پیار سے سید صاحب کہہ کر پکارتے تھے۔ یہ ۱۳۸۰ھ کا عشرہ تھا۔ جب ہمارے بڑے بھائی صاحب سید اکبر علی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سے تعارف کروایا، بڑے بھائی حضرت شیر بیشہ سنت حضرت علامہ مولانا محمد حشمت علی خاں صاحب علیہ الرحمہ کے مرید تھے اور کسی غیر مقلد کے پیچھے نماز ادا نہیں کرتے تھے۔ اس لئے وہ مجھے بھی اخوند مسجد میں جانے کی تلقین کرتے، اس طرح حضرت سے رابطہ ہوا۔ لیکن صحیح تعلق تو اس وقت ہوا جب اس فقیر نے اپنے شفیق استادِ محترم حضرت مولانا حافظ قاری رضاء المصطفیٰ مدظلہ العالی کی ترغیب اور بے لوث محبت اور شفقت کی بنا پر جامعہ امجدیہ میں ۱۳۸۱ میں باوجود ملازمت پیشہ ہونے کے داخلہ لیا۔ مدرسہ اسوقت محدث اعظم، استاد العلماء اور میرے نہایت حلیم استاد مکرم حضرت مولانا علامہ محمد عبد المصطفیٰ الازہری دامت برکاتہم العالیہ کی زیر نگرانی آرام باغ کے قریب چھوٹی سی جگہ پر واقع تھا۔ مدرسہ جب اپنی نئی عمارت عالمگیر روڈ پر منتقل ہوا تو حضرت صاحب کو وہاں پر درس و تدریس کے فرائض سپرد کر دئے گئے، اسی زمانے سے اس فقیر کو فیض ملنا شروع ہوا اکثر اوقات حضرت کی ملاقات صبح کے وقت مدرسہ جاتے ہوئے بس میں ہو جاتی تھی اور حضرت چونکہ وقت کے بڑے پابند تھے اس لئے تقریباً صبح سات بجے پہنچ جاتے اور اگر جگہ ہوتی پاس بیٹھنے کا حکم فرماتے راستہ میں اہل و عیال کی خیریت دریافت کرتے اور پھر تلاوت یا درود پاک کے ورد میں گم ہو جاتے، فرماتے کہ فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے سے یہ عمل زیادہ بہتر ہے۔

جامعہ امجدیہ میں دوسری کتابوں کے علاوہ تفسیر جلالین شریف کا درس دیا کرتے اور اس کتاب کو حضرت سے پڑھنے کا شرف مجھے بھی حاصل ہوا۔ زیادہ تر طلبہ تو مدرسہ میں ہی مقیم ہوتے اس لئے کلاس شروع ہوتے ہی

حضرت کے پاس آجاتے، لیکن مجھے گھر سے پہنچنے میں اکثر دیر ہو جاتی، لیکن حضرت کو یقین تھا کہ میں ناغہ نہیں کرتا، اس لئے پانچ منٹ انتظار بھی فرمالیتے خلاف دستور حضرت نے اپنی کلاس کمرہ میں اس طرح رکھی تھی کہ گیٹ کی طرف نظر رہے شاید اس خیال سے کہ کوئی طالب علم سبق سے محروم نہ رہ جائے بڑی توجہ سے پڑھاتے اور فرماتے کہ سید صاحب جو مشقت آپ اٹھارہے ہیں وہ ضائع نہیں جائیگی بلکہ اپنے نانا کا ورثہ آپ کو مل رہا ہے۔

قرات کے امتحان میں حضرت ممتحن تھے۔ اس قسم کے امتحان میں طلباء کو یکے بعد دیگرے بلایا جاتا ہے تا کہ سوال کی نوعیت معلوم نہ ہو سکے لیکن حضرت نے ایسا نہیں کیا بلکہ تمام طلباء جن کی تعداد تقریباً دس یا بارہ تھی ساتھ ہی بلایا ہر ایک کو اپنی مرضی کی سورۃ تلاوت کرنے کے لئے فرماتے اور اسی آیت سے قواعد کے متعلق سوال کرتے ہم حیران تھے۔ ہر ایک طالب علم کو اپنی پسند کی آیت میں ایسے سوالات کئے جس کا تعلق دوسرے طالب علم سے نہیں ہوتا تھا۔ فقیر کا نمبر آیا تو سورہ فیل تلاوت کرنے کا حکم دیا اور عجیب بات تھی کہ مشق بھی اسی سورت کی ہم نے کی تھی۔ قواعد کے سوالات قدرے آسان کئے جو مجھے اپنی نااہلی کی وجہ سے مشکل معلوم ہوئے میری قابلیت دوسرے طلبہ سے کم تھی اسلئے امید تھی کہ آخری درجہ سہی کامیاب ہو جاؤں گا۔ لیکن جب نتیجہ نوٹس بورڈ پر دیکھا تو قراۃ کے امتحان میں سب سے اول نام فقیر کا لکھا ہوا تھا۔ اور نمبر بھی زیادہ تھے۔ دوسرے دن میں نے عرض کیا کہ حضرت میرا نمبر اول کیسے آگیا؟ جبکہ دوسرے طلبہ مجھ سے کافی زیادہ قابل تھے؟ حضرت نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ بس لبوں پر تبسم کے ساتھ مجھے دیکھتے رہے مجھے ایسا محسوس ہوا کہ حضرت ایک سید زادے کا نام دوسرے طلبہ کے ناموں کے نیچے لکھنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ ورنہ سب سے زیادہ نااہل میں ہی تو تھا۔

جامعہ امجدیہ سے ۱۳۸۶ھ میں سند فراغت حاصل کرنے کے بعد ایک دن نماز مغرب کے بعد مسجد اخوند میں مصافحہ کے لئے آگے آیا تو حضرت نے سوال کیا کہ سید صاحب آج کل کیا شغل ہے میں نے عرض کی کہ بدستور مزدوری کرتا ہوں فرمایا علم دین جو حاصل کیا جاتا ہے وہ صرف اپنے لئے نہیں ہوتا بلکہ مخلوق کو فیض پہنچانے کے لئے ہوتا ہے۔ فلاں مسجد میں جمعہ کی خطابت کا انتظام کیا ہے تو کل وہاں چلے جائیں، میں نے عرض کی حضرت مجھے تو کچھ نہیں آتا پہلے میں آپ سے طریقہ سیکھوں گا۔ فرمایا میرے ساتھ اوپر آئیں۔ پاس بٹھایا اور بڑی محبت سے فرمایا۔ اپنے نانا کے ممبر پر ہمیشہ پہلے دایاں قدم رکھیں اور ممبر سے نیچے اتریں اس وقت بھی دایاں قدم رکھیں اس طرح کی بے شمار معلومات فراہم کرنے کے بعد فرمایا کہ علم دین کی بات جب زبان پر آتی ہے تو زبان خود بخود بولنے لگتی ہے۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا موتی بکھیر رہے ہوں اس طرح عملی زندگی کا آغاز بڑی آسانی سے کرادیا۔

اس کے بعد کا زمانہ حضرت کے بلند درجات کا کہوں تو مبالغہ نہ ہو گا۔ مسجد مصلح الدین گارڈن میں آپ کو بڑی منت سماجت کر کے لایا گیا۔ تقریباً ہر سال حج کے لئے تشریف لے جاتے۔ ایک دفعہ بعد نماز جمعہ مصافحہ کیا تو

فرمایا اچھا ہوا سید صاحب آپ آگئے آج ہی یاد کیا تھا۔ ہم حج کے لئے جارہے ہیں اس لئے آئندہ جمعہ سے ہماری واپسی تک جمعہ کی امامت و خطابت کے فرائض آپ ہی انجام دیں گے۔ یہ میرے لئے بہت ہی بڑی سعادت تھی اور تاحیات جب بھی آپ حج وعمرہ یا دیگر مقامات پر جاتے تو اس فقیر کو بلالیا کرتے، آخری سال حج پر گئے تو اس وقت بھی یہی ہدایت تھی، منتظمین سے پوچھا کہ آپ لوگ مجھ نا اہل کو کیوں بلاتے ہیں تو جواب ملا کہ حضرت کا یہی حکم ہے۔

ایک سال حضرت حج بیت اللہ کو تشریف نہیں لے گئے، فقیر نے جب سوال کیا کہ حضرت کیا اس سال حج پر جانے کا ارادہ نہیں تھا تو فوراً فرمایا کہ ہم ہر وقت تیار رہتے ہیں بس مدینہ سے بلاوے کے منتظر ہیں۔ اگر سرکار بلانا چاہیں گے تو چلے جائیں گے۔ کتنا بلند عقیدہ تھا ہمارے پیرومرشد علامہ ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی حضرت کو یاد کرتے سنا تھا۔

اکثر و بیشتر نماز جمعہ کے بعد حجرہ میں اپنے قریب بٹھایا کرتے اور اہل و عیال کی خیریت معلوم کر کے فرماتے کہ سید صاحب مطالعہ جاری رکھیں میں عرض کرتا کہ حضرت نماز عشا کے بعد ایک گھنٹہ مطالعہ کے لئے متعین کر رکھا ہے یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔

۱۳۹۹ میں اس فقیر کی دو صاحبزادیوں کا پانچ ماہ کے وقفہ سے یکے بعد دیگرے وصال ہوگیا۔ یہ المیہ برداشت سے باہر تھا۔ اور دل بہت پریشان رہتا ایک دن حضرت بعد نماز عشا گھر تشریف لے آئے اور تعزیت کی میں نے عرض کیا کہ گھر کے کمروں پر دم کردیں، حضرت نے تمام کمروں پر دم کیا کافی دیر بیٹھے اور کچھ نوش بھی فرمایا۔ خلاف دستور کسی مرید کو بھی ساتھ نہیں لائے تھے۔ دوران گفتگو میں نے کہا حضرت کتنا اچھا ہوتا کہ آپ چند روز قبل آجاتے اور یہ سانحہ پیش نہ آتا حضرت نے فرمایا کیسی باتیں کرتے ہیں۔ سید صاحب زندگی بھی کوئی دے سکتا ہے۔ زندگی اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے میں نے عرض کی حضرت گھر میں کوئی ایسی چیز نظر آئی ہو تو بتادیں، فرمایا سیدوں کے گھر میں جن و آسیب کہاں ہوتے ہیں، اہل خانہ کو اس بات پر بڑا سکون ہوا۔

یہ چند واقعات تو اپنے متعلق تھے۔ لیکن فیض مصلح الدین عام تھا۔ حجرہ شریف میں لوگوں کی بھیڑ لگی رہتی اور سب کے ساتھ حضرت کا سلوک یکساں تھا کوئی بھی پریشان حال آتا وہ مطمئن ہو کر جاتا۔ بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتا کا بھلا ہو۔۔۔ کے مصداق تھے۔

حضرت نے لوگوں کو صحیح العقیدہ بننے کی تعلیم دی اور خصوصاً نوجوان نسل اس قدر متاثر ہوئی کہ ان بچوں کے ماں باپ بھی حیران رہ گئے، ریاکاری نام و نمود، شہرت کے حاجت مند نہیں تھے۔

اس پر آشوب دور میں جبکہ دین کے لئے وقت نکالنا اپنا مالی نقصان سمجھا جاتا ہے آپ نے لاکھوں مریدین کی توجہ دین حق کی طرف مبذول کرائی جو ایک زندہ کرامت ہے۔ آپکی ولایت کا مشاہدہ کرنا ہو تو مصلح الدین گارڈن میں مرکز تجلیات رضویہ جا کر دیکھیں فیوض و برکات کا چشمہ جاری ہے اور انشاء اللہ فیض مصلح الدین تاقیامت جاری رہے گا۔

اسم بامسمّٰی

مولانا فیض احمد فیض گولڑا شریف

مکرمی جناب قادری صاحب زید مجد ہم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ

آپ کا مکتوب موصول ہوا۔ لیکن دربار شریف پر حضور سرکارِ بغداد قدس سرہ کے سالانہ عرس کی مصروفیات کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوگئی مولانا قاری مصلح الدین علیہ الرحمہ سے ایک بار دار العلوم امجدیہ کراچی میں مختصر ملاقات ہوئی تھی دیکھنے سے علما سلف کی یاد تازہ ہوگئی کراچی کے ایک دوست کی زبانی ان کی تقریر کی جامعیت اور اور تاثیر کا ذکر بھی سنا۔ لیکن میرے خیال میں ان کے متعلق ان کے شیخ طریقت حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ کا ایک جملہ سب سے زیادہ وقیع ہے

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب اس ناچیز کو دربار گولڑہ شریف پر قیام کے چوتھے سال ۱۹۶۳ء میں حج کے موقع پر حضرت سید پیر غلام محی الدین گیلانی علیہ الرحمہ کی معیت میں حرمین شریفین کی زیارت نصیب ہوئی تو اتفاقاً اسی سفر میں جناب مولانا مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ سے ملاقات ہوگئی۔ راقم نے اپنے پیر و مرشد حضرت مجدّ ملت مولانا سید پیر مہر علی شاہ گیلانی علیہ الرحمہ کی سوانح حیات "مہر منیر" کی تدوین کے سلسلہ میں حضرت مذکور موصوف اور حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی آپس میں ملاقات کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا میں نے پہلی بار حضرت پیر صاحب علیہ الرحمہ کی زیارت طالب علمی کے زمانہ میں کی جب آپ نے انجمن نعمانیہ لاہور کے سالانہ جلسہ منعقدہ ۱۳۳۱ھ میں فضیلت علم پر ایک معرکہ آرا تقریر فرمائی تھی اور انجمن والوں نے شائع بھی کرائی تھی۔ اگرچہ بر صغیر کے مشاہیر، اہلسنت و جماعت کے علماء کرام جلسہ میں شریک تھے مگر اس موقعہ پر حضرت فاضل بریلوی تشریف نہیں لاسکتے تھے البتہ ان کے مخلص دوست مولانا" وصی احمد" محدث سورتی علیہ الرحمہ جو حضرت پیر صاحب گولڑوی علیہ الرحمہ کے بھی دوست اور سہارنپور کے درسِ حدیث میں آپ کے ساتھی بھی تھے۔ وہ شریک تھے۔

پھر فرمایا کہ ممکن ہے اس بارے میں مولانا ضیاء الدین صاحب کو مزید معلومات ہوں۔ چنانچہ جب مدینہ عالیہ حاضری ہوئی تو حسنِ اتفاق سے حضرت مولانا ضیا ء الدین مدنی علیہ الرحمہ سے مسجد نبوی علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام، میں ملاقات ہوئی، کچھ دیگر اہل علم حضرات بھی آپ کے ساتھ تھے۔ سعادت سلام بحضورِ سید الانام علیہ

الصلوٰۃ والسلام کے حصول کے بعد جب آپ مع رفقاء تھوڑی دیرے کے لئے رکے تو کراچی کے علمائے اہلسنت کی دینی خدمات کا تذکرہ ہوا جب ایک صاحب نے مولانا قاری مصلح الدین صاحب کا ذکر کیا۔ تو حضرت مولانا ضیاالدین مدنی علیہ الرحمہ نے خوش ہو کر فرمایا۔

"وہ اسم بامسمّٰی ہیں"

اس کے بعد راقم کے استفسار کے جواب میں فرمایا کہ ان دونوں حضرات کی ملاقات کا تو علم نہیں البتہ مرزا قادیانی کو شکستِ فاش دینے کے بارے میں حضرت پیر صاحب گولڑوی کا ذکر خیر بریلی شریف میں نمایاں طور پر مجالس خاصہ ئمیں ہوتا رہتا تھا حضرت فاضل بریلی علیہ الرحمہ بڑی عزت و توقیر سے آپ کا نام لیتے اور آپ کی بعض تصانیف بھی وہاں موجود تھیں حضرت فاضل بریلوی گفتگو میں ان کے حوالے بھی دیتے رہتے۔

خیر اندیش

فیض احمد عفی عنہ

مدرس و مفتی جامعہ غوثیہ دربار گولڑہ شریف اسلام آباد

۱۲۔ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ

علم غیب مصطفی ﷺ

حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طویل روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر تشریف لاکر ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا پھر ظہر پڑھائی اور پھر منبر پر تشریف لاکر ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا پھر آپ نے عصر پڑھائی اور پھر منبر پر جلوہ فرما ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا تو اس خطبہ میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ہمیں اس دنیا میں جو کچھ ہوا اور جو کچھ آئندہ ہو گا سب کی خبر دے دی تو ہم لوگوں میں سب سے بڑا عالم وہ شخص ہے جسے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بتائی ہوئی باتیں زیادہ یاد ہیں۔

(مسلم، کتاب الفتن، باب اخبار النبی۔۔۔ الخ، ص:۱۵۴۶، حدیث:۲۸۹۲)

پیر طریقت مہر نیم روز

مولانا سید ریاست علی قادری

سابق صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا

یہ دنیا ابتدائے آفرینش ہی سے دو طبقوں میں بٹ گئی تھی۔ ایک وہ جن کے شب و روز اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کی تدبیروں میں بسر ہوتے اور اپنے اقتدار کی شب تاریک کو طول دینے کیلیئے سب کچھ کر گزرنے کی اہلیت رکھتے تھے۔ دھوکا، فریب، عیاری، مکاری، ترغیب و تحریص، ظلم و ستم اور وحشت و بربریت حتٰی کہ ایمان فروشی بھی ان کیلیئے فائدہ مند ہوتی تو اس سے دریغ نہ کرتے۔ دوسرا طبقہ وہ تھا جن کا سرمایۂ حیات خوف خدا، صبر، توکل، تقویٰ، فقر، محاسبہ، تزکیہ، اخلاص، امانت و دیانت اور اعلاء کلمۃ اللہ تھا۔

اللہ تعالی نے انسانوں کی رہبری و ہدایت کیلیئے ہمیشہ اپنے نیک و صالح بندوں کو اس دنیا میں بھیجا جنہوں نے مثالی کردار کا مظاہرہ کر کے گرتی ہوئی انسانیت کو سنبھالا، ہدایت و رہبری کا یہ سلسلہ ازل سے قائم ہے اور ابد تک رہے گا یہ دنیا کبھی نیک و صالح بندوں سے خالی نہ رہے گی۔ آج کے اس پر فتن دور میں بھی جہاں ہر طرف افراتفری ، بے راہ روی، مکر و فریب، ریاکاری، جھوٹ اور دغابازی کا دور دورہ ہے وہاں ایسے لوگوں کی کمی بھی نہیں جو در حقیقت سچائی، محبت، رواداری، اور انسانی خدمت کے جذبے سے لیس انسانیت کی بھلائی کیلیئے شب و روز کوشاں اور مصروف جہاد نہ ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حرص و طمع سے دور مجاہدانہ زندگی بسر کر رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی قربت لوگوں کیلیئے تسکین روح و جان ہے جن کی حضوری میں قلب کو اطمینان اور دلوں کو چین ملتا ہے۔ لوگ ان کی محفلوں میں بیٹھ کر اپنے دکھوں کا علاج پاتے ہیں۔ جن کو دیکھ کر روحانی سکون ملتا ہے، جن کی باتوں میں مٹھاس ہوتی ہے، جن کی نصیحتیں دلوں پر اثر کرتی ہیں، جن کی صحبت انسان کی کایا پلٹ دیتی ہے۔

پیر طریقت حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی صاحب قدس سرہٗ کی شخصیت بھی ایک ایسی پر کشش اور جامع الصفات تھی جن کی محفل میں بیٹھ کر پھر اٹھنے کو دل نہ چاہتا تھا۔ قاری صاحب علیہ الرحمۃ کے پاس حالانکہ کوئی سلطنت نہ تھی اور نہ ہی مادی بڑائی کا کوئی ایسا ذریعہ جس سے لوگ مغلوب و متاثر ہوں اس کے برعکس وہ(ظاہری طور پر) عام افراد سے بھی بڑھ کر تنگدست تھے اور فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے لیکن ان کے اقتدار کا دائرہ اتنا وسیع تھا کہ انسانی دل و دماغ پر حکومت کرنے کے علاوہ لاکھوں انسانوں کے مرجع عقیدت تھے ان کی روحانی فرما نروائی کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے امراء و وجاہت پسند ان کی دہلیز پر کھڑے رہنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔

حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ شریعت و طریقت کے علمبردار ہی نہیں بلکہ صحیح اور سچے عامل تھے ان کے مزاج میں انکساری و فقر کا عنصر سب سے زیادہ غالب و نمایاں تھا۔ جو دراصل روحانیت و تصوف کی جان ہے ان کے قول و فعل میں ہم آہنگی تھی۔ وہ اوراد و وظائف میں مشغول رہتے ہوئے بھی حاجت مندوں کی ضرورتوں کو پورا کرنا اپنا اولین فرض سمجھتے تھے جو درحقیقت تصوف کی روح ہے۔ صحیح معنوں میں وہ انبیاء کے ان جانشینوں میں تھے جنہوں نے مسلمانوں کو شریعت و طریقت کے رموز سے آگاہ کیا۔ قاری صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان کو پانچ وقت کی نماز کے ساتھ ساتھ پوری زندگی کو نماز کی حالت میں بسر کرنا چاہیئے وہ صرف پانچ وقت خدا کے ہاں حاضر ہونے پر ہی نہیں ہمہ وقت خدا کے ہاں حاضری پر زور دیتے تھے۔ وہ منہ کا رخ کعبہ کی طرف موڑنا کافی نہ سمجھتے تھے جبتک کہ دل رب کعبہ کے آگے جھک نہ جائے۔ ان کے یہاں تعلیم و تعلم کا چرچا تھا۔ وہ علم کو یقین کے معنوں میں لیتے تھے۔ وہ علم کو تن پر مارنے کی بجائے من پر مارنے کو مقدم جانتے تھے وہ زندگی کے مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھتے ہوئے بھی کبھی اپنے رب سے غافل نہ ہوئے۔ مخلوق کی طرف مائل بھی نہ تھے مگر اللہ کے ساتھ واصل بھی۔ ان کی پوری زندگی اتباع شریعت میں بسر ہوئی انہوں نے کبھی کوئی کام خلاف سنت نہ کیا۔ زندگی بھر اسی پر قائم رہے اور ہمیشہ دوسروں کو اسی کی تلقین کرتے رہے۔ ان کے نزدیک اتباع سنت ہی معراج مومن ہے۔ وہ زندگی بھر عبادت الہیٰ میں مصروف رہے۔ انہوں نے اپنی زندگی کو عبودیت و بندگی کے قالب میں ڈھال کر شریعت کے مطالبے کو احسن طریقے پر پورا کیا۔ دنیا اور دنیا کی لغویات سے کنارہ کش رہ کر اسوۂ نبوی کو اپنایا۔ حب جاہ و مال سے ہمیشہ دور رہے ان کے حضور میں شریعت و طریقت کا حسین امتزاج دیکھنے کا صحیح اندازہ وہی لگا سکتے ہیں ہیں جنہوں نے تھوڑا بہت وقت ان کی صحبت میں گزارا ہے۔ آسمان تصوف کے مہر منیر حضرت شیخ ابو القاسم جنید بغدادی علیہ الرحمۃ جو سرخیل اولیاء ہونے کے ساتھ ساتھ سید الطائفہ کے عظیم الشان لقب سے ملقب ہیں تصوف کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"تصوف مخلوق کی موافقت کرنے سے دل کو پاک رکھنا، بری صفات (مذمومہ) سے علیحدگی اختیار کرنا، نفسانی خواہشات سے اجتناب کرنا، روحانی نفوس سے میل جول رکھنا، علوم حقیقی سے تعلق رکھنا، ہر لحظہ ایسے کام بجا لانا جو اولیٰ و افضل ہوں، تمام امت محمدیہ کی خیر خواہی کرنا، حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ سے وفا کرنا اور رسول اللہ ﷺ کی شریعت کی پیروی کرنا ہے۔

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے اس قول کی سچی اور حقیقی تصویر حضرت قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ کی شخصیت تھی۔

قاری صاحب علیہ الرحمۃ کی زندگی کا اگر ہم جائزہ لینا چاہیں تو ہمیں ان کی شخصیت میں مندرجہ ذیل خوبیاں بدرجہ اتم نظر آئیں گی۔

۱۔ کتاب اللہ سے مضبوط تعلق

۲۔ اتباع و پیروی رسول ﷺ۔

۳۔ رزق حلال۔

۴۔ ایذا رسانی سے پرہیز

۵۔ گناہوں سے بیزاری و نفرت

۶۔ ہر وقت توبہ کرتے رہنا

۷۔ خدا اور اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی

۸۔ خدا کی حدود کی پاسداری، منکرات سے پرہیز، اور محرمات کی پابندی۔

۹۔ ہر کام اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی خوشنودی و رضا کیلئے کرنا۔

۱۰۔ آسائش کی بجائے آزمائش کی زندگی بسر کرنا۔

۱۱۔ مصائب و آلام کا مقابلہ کرنا۔

۱۲۔ اللہ پر کامل بھروسہ رکھنا۔

۱۳۔ اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار رہنا

۱۴۔ اعلیٰ اخلاق سے لیس ہونا۔

قاری صاحب علیہ الرحمۃ شریعت کے مہر نیم روز اور طریقت کے ماہِ نیم روز تھے ان کی شخصیت میں بیک وقت ایک متبحر عالم و فقیہہ، صوفی و درویش کو دیکھا جا سکتا ہے وہ ایسے محدث تھے جو علم تصوف سے بھی آگاہ تھے اور ایسے صوفی تھے جو علم حدیث سے بھی آشنا تھے ان کے یہاں طریقت کے ہر نکتہ کی شریعت مطاہرہ سے تائید ضروری سمجھی جاتی تھی اور طریقت کا اصل منبع شریعت ہی کو قرار دیا جاتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاں مذہب کی روح، اخلاق کی جان، اور ایمان کا کمال ہے وہاں اس کی اساس شریعت مطہرہ اور اس کا سرچشمہ قرآن و حدیث ہے اور قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ کی پوری زندگی اسی حقیقت کی عکاس تھی۔

قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ سے مجھے ۱۹۷۸ء میں نیاز حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا انہوں نے جس محبت اور خلوص سے میری پذیرائی فرمائی اور جس جوش وولولہ سے میرا استقبال کیا میں اس کی تہہ دل سے قدر کرتا ہوں، ان کی شفقت آمیز اور پرخلوص شخصیت نے میری زندگی میں انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ انہیں

سرزمین بریلی شریف سے کتنی الفت ووالہانہ لگاؤ تھا اس بات کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب بھی ان کی محفل میں کوئی نووارد بریلی شریف سے اپنا تعلق ظاہر کرتا تھا۔ تو وہ اس کی دست بوسی فرماتے تھے اور اس کو اپنی مسند پر اپنے برابر بٹھالیتے تھے۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضاخان قدس سرہ سے ان کی عقیدت ضرب المثل تھی۔ وہ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے سچے پرستار اور عاشق حقیقی تھے۔ ان کی زندگی کا بیشتر حصہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان قدس سرہ کے مسلک حقہ کی ترویج واشاعت میں گذرا۔ وہ صحیح معنوں میں اعلیٰ حضرت کے جانشینوں اور تلامذہ کی صف اوّل کے شہواروں میں سے ایک تھے۔

حضرت مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ کتاب وسنت کے عامل تھے۔ شریعت وطریقت کی تمام ظاہری وباطنی حدود کا بیحد احترام کرتے تھے۔ انہوں نے کبھی ظاہری شریعت اور باطنی شریعت میں تغافل یا تساہل سے کام نہیں لیا۔ ان کا کہنا تھا کہ طریقت کی بنیاد کتاب وسنت پر ہے۔ جو اس کی مخالفت کرتا ہے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور وہ منکر احکام رسول ﷺ ہے انہوں نے اپنے عمل سے شرعی حدود کی ہمیشہ پابندی کی بلکہ ان کی عملی زندگی میں شریعت تمام تر احوال واعمال کا منبع ومصدر تھی انہوں نے جان لیا تھا کہ شرعی حدود واحکام کی پابندی کے بغیر کوئی شخص اپنے نفس کا تزکیہ اور قلب کا تصفیہ کر ہی نہیں سکتا۔ ان کا ظاہر وباطن یکساں اور آئینے کی طرح شفاف تھا۔ ان کے یہاں طریقت کی بنیاد شریعت پر تھی۔ وہ اوامر ونواہی کی پابندی، حدود اللہ کی محافظت اور شریعت کی پاسداری میں پیش پیش تھے یہی وجہ تھی کہ ان کے دربار میں ایک دفعہ حاضر ہونے والا وہاں سے کبھی خالی ہاتھ نہ لوٹا۔ ان کی صحبت میں رہ کر بے شمار لوگوں کی زندگیوں نے پلٹا کھایا اور لوگ دیکھتے ہی دیکھتے اس مقام پر پہنچ گئے جہاں برسوں کی عبادت کے بعد پہنچنا محال نظر آتا ہے۔

حضرت قاری محمد مصلح الدین صاحب علیہ الرحمۃ کی ذات بابرکات سے ہزاروں نے اندھیروں سے نکل کر روشنی کی راہ پالی ہزاروں نے اپنی زندگیوں کو با مقصد بنایا، ہزاروں نے اپنی متاع گمشدہ کو آپ کی رہبری میں حاصل کیا، ہزاروں نے اپنی جھولیاں بھریں اور ہزاروں انسان صحیح سمت وراہ مستقیم پر آگئے۔

آج قاری مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ کو ہم سے جدا ہوئے صرف ایک سال کا عرصہ گزرا (یہ مضمون ۱۹۸۴ میں لکھا گیا تھا) لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ہم سے جدا ہوئے ہی کب ہیں؟ ان کا فیض ان کے بعد بھی اسی آب وتاب سے جاری وساری ہے بلکہ کہیں زیادہ ہے جیسا ان کی حیات ظاہری میں تھا۔

وہ اپنی ظاہری زندگی میں بھی محبت واخلاص سے جس پودے کو لگا گئے تھے وہ اب ایک تناور درخت بن کر ہزاروں انسانوں پر سایہ فگن ہے میری مراد ان کے جانشین وخلیفہ جناب حضرت مولانا شاہ تراب الحق قادری صاحب مدظلہ سے ہے جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ قاری صاحب علیہ الرحمۃ کے مشن کو جاری رکھنے میں صرف ہو

رہاہے وہ مشن جس پر قاری صاحب علیہ الرحمۃ پوری زندگی کاربند رہے۔ وہ مشن جو ہماری متاعِ حیات ہے یعنی عشق رسول اللہ ﷺ۔

اللہ تعالیٰ قاری صاحب علیہ الرحمۃ کے درجات میں بلندی عطا فرمائے اور ہر دم ان کی مرقد مبارک پر رحمتوں کی بارش ہوتی رہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت علامہ تراب الحق صاحب قادری مدظلہ، کو صحت و عمر نوح عطا فرمائے تاکہ وہ حق کی تبلیغ کرتے رہیں۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

✵ ✵ ✵

اختیار مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کی میں ہلاک ہوگیا میں نے روزے کی حالت میں بیوی سے صحبت کی آپ نے فرمایا ایک غلام آزاد کردو اس نے عرض کی میرے پاس غلام نہیں ہے فرمایا، متواتر دو ماہ کے روزے رکھو عرض کی، اسکی بھی طاقت نہیں ہے فرمایا، تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو عرض کی اتنی مالی استطاعت نہیں ہے اتنے میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک ٹوکرا پیش کیا گیا جس میں کچھ کھجوریں تھیں آپ نے اس سے فرمایا یہ کھجوریں خیرات کردو اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ کی قسم ان دونوں وادیوں کے درمیان کوئی گھر ہم سے زیادہ غریب نہیں رحمت عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے تبسم فرمایا یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک نظر آنے لگے پھر آپ نے فرمایا یہ کھجوریں تم خود ہی رکھ لو (تمہارے گناہ کا کفارہ ہوجائے گا)۔

(بخاری، کتاب کفارۃ الایمان، باب قولہ تعالی: قد فرض اللہ۔۔۔ الخ، ۴ /۳۰۷، حدیث:۶۷۰۹)

وارث علوم سید المرسلین العالم الربانی فضیلة الشیخ

القاری مصلح الدین صدیقی

مولانا محمد نعمان شیراز قادری

نسبه الشریف:

هو محمد مصلح الدین بن غلام جیلانی بن محمد نور الدین بن شاہ محمد حسین بن شاہ غلام جیلانی بن شاہ غلام محی الدین بن شاہ محمد یوسف بن شاہ محمد بن شاہ محمد یوسف رحمة اللّٰہ علیہم اجمعین ینتھی نسبه الی خلیفة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم امیر المؤمنین ابی بکر الصدیق رضی اللّٰہ عنه وارضاہ عنا۔

ولادته:

ولد فی مدینة قندھار منطقة ناندیر من ولایة حیدر آباد دکن (الھند) یوم الاثنین الحادی عشر من ربیع الاول سنة ۱۳۳۶ ہـ/۱۹۱۷ء وانه یدعی فی صغرہ بالمحبوب الجانی ثم اشتھر بعد نبوغه فی العلوم بالقاری صاحب وعاش حیاة بسیطة فی حب اللّٰہ عزوجل ورسوله صلی اللّٰہ علیه وسلم حتی بسط روح المحبة والعدالة والتضامن بین جمیع افراد البشر ولم یمل قط عن حکم من احکام الشریعة المحمدیة الحنیفیة السمحة البیضاء الغراء خفیفا ومابرح متشبثا بذیل المصطفی صلی اللّٰہ علیه وسلم وتعلیماته الطیبة الدینیة طول حیاته الخشنة وکان یامر الناس ومن عندہ من مریدیه ومعتقدیه ومقتدیه باتباع المصطفیٰ والثبات علی اھل السنة والجماعة والاجتناب من الفرق الضالة المضلة لا سیما الوھابیة والدیوبندیة والقادیانیة والشیعة الشنیعة فیا ایھاالناس خذوا حذرکم من ھؤلاء الفرق۔

تلقی العلم:

وقد اشتغل فی دراسة العلوم الاسلامیة فحفظ القرآن وھو ابن اربع عشرة سنة تحت اشراف والدہ الکریم ثم التحق بمصباح العلوم (الاشرفیة) بمبارکفور منطقة اعظم جرہ (یو۔بی، الھند) واخذیتلقی العلم من علماء ھا الی ثمانیة اعوام متعاقبة ثم لماتفضل استاذہ حافظ الملة مولانا عبدالعزیز المبارکفوری رحمه اللّٰہ بالانصراف من مبارکفورالی الجامعة العربیة بناکفور فانتقل الشیخ المترجم له ایضاالی الجامعة العربیة بناکفور وتخرج منھا وھنا تعمم فی حفل اناطة العمائم بمحضر من العلماء الکرام لاسیما شیخ المحدثین ابی المحامد السید محمد الکجھوجھوی رحمه اللّٰہ و اسماء اساتذته الکبار فیمایلی : حافظ الملة مولانا عبدالعزیز

المبارکفوری: حجة الاسلام مولانا حامد رضا خان البریلوی: صدر الشریعة بدر الطریقة مولانا المفتی محمد امجد علی الاعظمی: مولانا محمد سلیمان بھاکلفوری: مولانا محمد ثناء اللہ اعظم کرھی رحمة اللہ علیہم اجمعین۔

مکانته:

ھو زبدة الصلحاء، قدوة الفضلاء ، استاذ الاساتذة، جھبذ الجھابذة ، قطب الزمان، ذوالعلم اللدنی والعرفان، العارف بربه، الفائز بقربه وحبه ، ذوالکرامات الظاھرة، والمکاشفات الباھرة ، امام عصر ہ فی علوم الشریعة والحقیقة، شیخ مشائخ الطریقة، الولی الکامل من کبار الصالحین الکاملین المربین ، وارث علوم سید المرسلین ، العالم الربانی ، الحبر اللوذعی ، فضیلة الشیخ العلامة الفھامة، مصلح اھل السنة والجماعة ، الحافظ القاری محمد مصلح الدین القندھاری مولدا الباکستانی وطنا الحنفی مذھبا القادری مشربا الصدیقی نسبا رضی اللہ عنه وکان مرید صدر الشریعة بدر الطریقة مولانا المفتی محمد امجد علی الاعظمی رضی اللہ عنه و قد منحه شیخه السمیدع سند الاجازة والخلافة فی جمیع سلاسل الطریقة منھا القادریة الرضویة، السنوسیة، الشاذلیة، المنوریة ، المعمریة، الاشرفیة وایضا رافده بسند الاجازة والخلافة المفتی الاعظم فی الھند مولانا الشاہ محمد مصطفی رضا خان البریلوی و قطب المدینة المنورة الشیخ ضیاء الدین احمد القادری المدنی رضی اللہ عنھما وللشیخ القاری رضی اللہ عنه خلیفتان الاول: الحسیب النسیب ، صاحب الفضیلة والارشاد العلامة الشیخ السید الشاہ تراب الحق الحسنی الحسینی الجیلانی القادری من سلالة الغوث الاعظم الشیخ عبدالقادر الکیلانی رضی اللہ عنھما وھو ایضا ختن الشیخ المترجم له والثانی : العلامة الفاضل الشیخ مولانا عبدالعظیم القادری رحمه اللہ تعالیٰ۔

اولاده:

وکان للشیخ القاری رضی اللہ عنه ثلاثة انجال وثلاث کرائم النجل الاول: الشیخ محمد صلاح الدین الصدیقی والنجل الثانی : الشیخ محمد مصباح الدین الصدیقی والنجل الثالث: الشیخ محمد معین الدین الصدیقی سلمھم اللہ تعالیٰ۔

انتقاله الی جوار ربه:

توفی الشیخ القاری محمد مصلح الدین الصدیقی رضی اللہ عنه السابع من جمادی الاخری سنة ۱۴۰۳ھ الثالث والعشرین من مارس سنة ۱۹۸۳ء یوم الاربعاء علی الساعة الرابعة والنصف من الظھیرة وھو ابن سبع وستین سنة وصلی علیه نائب المفتی الاعظم فی الھند،

تاج الشریعة العلامة المولی المفتی محمد اختر رضا خان البریلوی القادری الازہری اطال اللہ عمرہ یوم الخمیس علی الساعة العاشرة والنصف صباحا ویبلغ عدد مصلی صلوة جنازتہ مابین صغیر و کبیر حوالی ثلاثین الفا ودفن فی کھوری کاردن (غیر الحکومة الباکستانیة علی شرف الشیخ المدفون فیہ اسم کھوری کاردن واطلق علیہ اسم مصلح الدین کاردن) وتنعقد حفلة عرسہ السنویة عاماتلو عام تجاہ میمن مسجد الملحق (بمصلح الدین کاردن کراتشی ،باکستان) فیقصدہ العلماء الکرام والناس من کل مکان للزیارة والتبرک والاشتراک فی حفلة عرسہ الشریف ولا ینفک ضریحہ المبارک مزارا ومتبرکا ومستجابا لمریدیہ ومحبیہ وتربتہ من الترب المشہورة بالبرکة واستجابة الدعاء۔ واخیرا اسأل اللہ عزوجل ان یحیینا علی الاسلام ، ویوفینا علی الایمان بالسلام ، بجاہ حبیبہ ذی التبجیل والاکرام ، علیہ صلوة المنعام وسلام السلام۔

عبادات میں اخلاص ضروری ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت میں پہلے شہید کا فیصلہ ہو گا اسے لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے اپنی نعمتوں کا اقرار کرا کے فرمائے گا تو نے میرے لئے کیا عمل کیا، عرض کرے گا تیری راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گیا رب فرمائے گا، تو جھوٹا ہے تو نے اسلیے لڑائی کی تھی کہ تجھے بہادر کہا جائے وہ کہہ لیا گیا پھر حکم ہو گا تو اسے منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا پھر وہ جس نے علم سیکھا، سکھایا اور قرآن پڑھا، اسے لایا جائے گا اپنی نعمتوں کا اقرار کرا کے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے میرے لئے کیا عمل کیا؟ عرض کرے گا علم سیکھا، سکھایا تیری راہ میں قرآن پڑھا، فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے اس لئے علم سیکھا کہ تجھے عالم کہا جائے اسلیے قرآن پڑھا کہ تجھے قاری کہا جائے وہ کہہ لیا گیا، پھر حکم ہو گا تو وہ اوندھے منہ گھسیٹ کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا پھر وہ جسے اللہ تعالیٰ نے وسعت دی اور خوب مال عطا کیا، لایا جائے گا اپنی نعمتوں کا اقرار کرانے کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے میرے لئے کیا کیا؟ عرض کرے گا میں نے ان تمام جگہوں میں تیرے لئے خرچ کیا جہاں خرچ کرنا تجھے پیارا ہے، فرمائے گا تو نے یہ سخاوت اس لیے کی تھی کہ تجھے سخی کہا جائے وہ کہہ لیا گیا، پھر حکم ہو گا تو اسے بھی منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب من قاتل للریاء والسمعۃ۔۔۔الخ، ص:۱۰۵۵، حدیث:۱۹۰۵)

چند یادگار نقوش

محمد یوسف عثمانی

وقت اور زمانے کا دستور ہے کہ وہ ماضی کے نقوش اور گزشتہ یادیں حافظے کی لوح سے مٹا دیتا ہے پھر بھی ماضی کے ان نقوش میں چند ایسے نقش ضرور ہوتے ہیں جو لوح دل پر مرتسم ہو جاتے ہیں اور ذہن و حافظہ ان کو بھلانا بھی چاہے تو نہیں بھلا سکتا آج سے ۲ سال قبل یہ المناک واقعہ پیش آیا جب شیخ طریقت حضرت قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمتہ اللہ علیہ خالق حقیقی سے جا ملے آج ان کے عرس شریف کے موقع پر برسوں پہلے کے وہ بند دروازے وا ہو گئے جہاں ماضی کے یہ چند نقوش محفوظ ہیں۔

حضرت قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمتہ اللہ علیہ صرف ایک عالم دین ہی نہ تھے بلکہ عصر حاضر کے بہت بڑے صوفی بھی تھے ان کے الفاظ تصوّف کی چاشنی سے مزّین ہوتے تھے دور حاضر میں جب کہ نام نہاد صوفی شریعت مطاہرہ کی پابندیوں کے قابل نہیں ہوتے حضرت قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت علم و عمل اور قول و فعل کا ایک حسین امتزاج تھی اور ان کا قلب عشق مصطفی ﷺ سے اس قدر سرشار تھا کہ نعت رسول مقبول ﷺ کا سننا سنانا آپ کی روحانی غذا تھی اور سرکار رسالت مآب ﷺ سے آپ کا والہانہ عشق ہی آپ کی مقبولیت، محبوبیت اور بقائے دوام کا باعث ہے۔

حضرت قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ صبر و سکون کا پہاڑ اور عزم و استقلال کی چٹان تھے اور اپنا مافی الضمیر بلا خوف و تردید بیان فرمادیا کرتے تھے اور قول و عمل کے تضادات کے اس دور میں آپ کے قول و فعل کی ہم آہنگی ضرب المثل اور قابل تقلید ہے۔

حضرت قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمتہ اللہ علیہ عصر حاضر میں عالم اسلام کے ایک ممتاز عالم دین اور ملت اسلامیہ کا ایک عظیم سرمایہ تھے۔ دین اسلام کے عظیم ترجمان اور مسلک حقّہ کے داعی اور مبلّغ تھے حق تعالیٰ نے آپ کی زبان فیض ترجمان میں عجیب تاثیر اور کشش ودیعت فرمائی تھی جو لفظ زبان اقدس سے نکلتا وہ دلوں پر اثر کر جاتا آپ کے فرمودات و ارشادات عالیہ نہایت سادہ اور پُر اثر ہوتے جو سامعین پر وجد کی سی کیفیت طاری کر دیتے بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ آپ کے دہن مبارک سے گلوں کی مہک آتی تھی جس کی خوشبو سے سامعین بے خود ہو جاتے تھے راقم الحروف کوئی باقاعدہ ادیب ہونے کا دعویدار نہیں تاہم حضرت قاری محمد مصلح

الدین رحمتہ اللہ علیہ سے بے انتہا عقیدت و محبت کی بناء پر چند سطور میں ان واقعات اور حالات کو قلمبند کئے دے رہا ہوں جو آج تک میرے ذہن میں نقش ہیں۔

آج سے تقریباً ۶۰ر سال قبل حیدر آباد دکن سے متصل شہر سکندر آباد کی عظیم الشان جامع مسجد میں اپنے والد محترم حضرت مولانا حافظ احمد علی شاہ عثمانی قادری رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت قاری مصلح الدین رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کا پہلی مرتبہ شرف حاصل ہوا جب کہ مذکور جامع مسجد کے اطراف واکناف میں آریہ سماج سے تعلق رکھنے والے کٹّر متعصب ہندوؤں کی اکثریت رہائش پذیر تھی، مسلمان اقلیت میں تھے اور آئے دن ہندو مسلم فسادات کے المناک واقعات رونما ہوتے رہتے تھے ان نا مساعد حالات میں راقم الحروف کے جدّ امجد حضرت الحاج الحافظ قاری مولانا عثمان علی قادری رحمتہ اللہ علیہ نے شمع رسالت کے جانفروش پروانوں کے تعاون سے کافی وسیع رقبے پر اس عظیم الشان مسجد کی بنیاد رکھی اور تقریباً چالیس سال تک درس و تدریس، امامت و خطابت کے فرائض اسی مسجد میں انجام دیتے رہے اور جب حضرت مولانا عثمان علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو آپ کی دینی و علمی خدمات کے اعتراف میں نظام دکن نے مسجد کے احاطے میں آپ کی تدفین کا حکم صادر فرمایا اور آپ یہیں مدفون ہوئے۔ بعد ازاں راقم الحروف کے تایا حضرت مولانا قاری عبد الحمید شاہ عثمانی قادری رحمتہ اللہ علیہ اسی مسجد میں تقریباً پینتیس سال تک امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے اور مسلمانان دکن کے قلب کو عشق مصطفی ﷺ سے منور کرنے کا مشن جاری و ساری رکھا۔

اسی اثناء میں دکن کے سیاسی افق پر نمایاں تبدیلی رونما ہوئی لہٰذا ان حالات کے پیش نظر تحریک پاکستان کے بے باک اور عظیم سپاہی نواب بہادر یار جنگ آگے آئے اور مسلمانوں کو متحرک اور فعال بنانے کے لئے مجلس اتحاد المسلمین کی بنیاد رکھی اور اسی سلسلے میں جب سکندر آباد میں تنظیم کی شاخ قائم ہوئی تو ان اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے والد محترم جناب مولانا احمد علی شاہ عثمانی قادری رحمتہ اللہ علیہ کے ذمہ تنظیمی ذمہ داریاں سونپ دی گئیں۔ لہٰذا والد صاحب خوش اسلوبی سے فرائض کی تکمیل کے لئے امامت و خطابت کے فرائض سے سبکدوش ہو کر تنظیم کو منظم کرنے کے لئے میدان عمل میں آگئے اور بعد ازاں یہ تنظیم اتنی فعال اور مقبول ہوئی کہ حیدر آباد دکن میں نام نہاد پولیس ایکشن کے وقت مجلس کے رضاکاروں نے بھارت کے سورماؤں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اس کاروائی کے نتیجے میں ایک محتاط اندازہ کے مطابق سات لاکھ مسلمان وطن عزیز کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

جب مجلس اتحاد المسلمین کو فعال بنانے کے لئے والد محترم نے مذکورہ جامع مسجد سے سبکدوشی کے وقت مسجد کی قدیم اور سابقہ روایات کے مطابق عوام اہلسنّت کی ترجمانی کے لئے حضرت قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمتہ اللہ علیہ ایسی محترم اور مایہ ناز شخصیت کا نام پیش کیا تو تنظیم کمیٹی کے ارکان سمیت اور لوگوں نے بھی نہ صرف

اس تجویز سے اتفاق کیا بلکہ خطابت کے فرائض کی انجام دہی کے لئے حضرت قاری مصلح الدین صدیقی کی تقرری کا خیر مقدم کرتے ہوئے خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔

سکندر آباد کی اس جامع مسجد میں حضرت قاری محمد مصلح الدین ۴۴-۱۹۴۳ء میں تشریف لائے اور ۱۹۴۷ء کے اوائل تک خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے اور اس اثناء میں آپ نے ملت اسلامیہ دکن میں اپنے خطابات اور سحر آفریں تلاوتِ قرآنِ مجید فرقان حمید کے ذریعے دینی حمیت اور حریت کے جذبے کو مزید تقویت دی اور جب تک اس جامع مسجد میں آپ رہے ہر جمعہ کو نماز کے بعد آپ کا یہ معمول رہا کہ حضرت ایک معتقد سیٹھ محمد عمر میمن جو بعد میں بیعت کر کے مرید بھی ہو گئے تھے آپ کے گھر پر حضرت قاری صاحب تشریف لے جاتے جہاں ذکر و اذکار کے علاوہ مختصر سی محفل نعت منعقد ہوتی جس کے اختتام پر سلام پڑھا جاتا تھا بعد میں آپ وہیں کھانا تناول فرماتے یا اکثر جمعہ کو والد صاحب کے ہمراہ غریب خانے پر ہی بعد نماز جمعہ کھانا تناول فرماتے یہ معمول رہا کیونکہ اس وقت مسجد سے کوئی چار پانچ میل کے فاصلے پر حضرت قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کسی عزیز کے ہاں قیام فرماتے تھے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت کی طبیعت میں قناعت پسندی صبر و شکر اور بے نیازی بدرجہ اتم موجود تھی۔ کبھی کسی کا احسان قبول نہیں کیا اور ہمیشہ نہایت سادگی کے ساتھ لیکن باوقار طریقہ زندگی کو اپنایا۔

رشد و ہدایت کا یہ سلسلہ آپ کا خاص مشن تھا بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ آپ کی زندگی کا نصب العین مسلمانوں کو آخرت کی فکر کی دعوت دینا اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے حقیقی ثمرات کے حصول کا طریقہ کار بتانا اور اس پر عمل کرنے کے لئے ایسی جماعت تیار کرنا تھا کہ جن کے قلوب عشق مصطفی ﷺ سے سرشار ہوں اور وہ دین مصطفی ﷺ کے ایسے مجاہد ہوں جنہیں دیکھ کر قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی جھلک آنکھوں کے سامنے آجائے اور بحمد اللہ آپ ان مقاصد کے حصول میں قابل ذکر حد تک کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ وعظ و نصیحت کا طریقہ کار صرف اجتماعی نہیں تھا بلکہ انفرادی طور پر بھی آپ اس عمل کو جاری رکھتے تھے۔ اکثر و بیشتر مواقع پر راقم الحروف کو آپ کے پند و نصائح سے مستفیض ہونے کا شرف حاصل ہوتا رہا ہے آپ کے وہ ارشادات ذہن کے دریچوں میں آج بھی ایسے ہی محفوظ ہیں جیسے کل ہی حضرت نے یہ خصوصی ارشادات سے فقیر کو نوازا ہو۔

قیام پاکستان کے بعد حضرت قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمتہ اللہ علیہ ۱۹۴۹ء میں پاکستان تشریف لے آئے تھے اور جب ۱۹۵۰ء میں والد محترم مولانا احمد علی شاہ عثمانی رحمتہ اللہ علیہ پاکستان آئے تو حضرت قاری محمد مصلح الدین رحمتہ اللہ علیہ نے والد محترم کو اپنے پاس اخوند مسجد کھارادر میں ٹھہرایا اور بے انتہا مہمان نوازی فرمانے کے ساتھ ساتھ میمن مسجد بولٹن مارکیٹ میں نماز تراویح کی امامت کے لیے انتظام بھی فرمایا یعنی والد صاحب نے پاکستان پہنچنے کے فوراً بعد نماز تراویح میمن مسجد بولٹن مارکیٹ میں پڑھائی بعد ازاں ۱۹۶۱ء سے ۱۹۶۴ء تک والد محترم مدینہ

مسجد پنجابی کلب کھارادر میں بحیثیت اعزازی خطیب خدمات انجام دیتے رہے اور جب تک والد محترم حیات رہے ان دونوں بزرگوں کی ملاقاتیں باقاعدہ ہوتی رہیں اور تعلقات برادرانہ اور ایک دوسرے کے لئے بے انتہا محبت و ایثار کا جذبہ قابل دید تھا اور باہمی ملاقات کا یہ ربط وضبط دونوں بزرگان دین کے حسن اخلاق کا ایسا مستند ثبوت ہے کہ اس جلتے ہوئے چراغ کی روشنی میں آج بھی آپ کے عقیدت منداور مریدین آپس میں اسی جذبے کو برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ مولائے تعالیٰ آقا ومولیٰ احمد مجتبیٰ محمد ﷺ کے طفیل اس جذبے کو ہمیشہ برقرار رکھے۔ (آمین)

۲۶/ اپریل ۱۹۶۴ء کو والد محترم کے وصال کے بعد بھی حضرت قاری محمد مصلح الدین رحمۃ اللہ علیہ سے راقم الحروف کا بدستور تعلق رہا اور اکثر وبیشتر حضرت کی خدمت میں نیاز مندانہ حاضریوں کا شرف حضرت کی حیات تک جاری رہا بلکہ آپ کے وصال کے بعد بھی آستانہ عالیہ پر حضرت کے سجادہ نشین حضرت علامہ مولانا سیّد شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی کی خدمت اقدس میں اور حضرت کے مزار مبارک پر حاضری کی سعادت حاصل ہوتی رہی اور واقعی حضرت مولانا سیّد شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی حضرت کے حقیقی جانشین وسجادہ نشین بلکہ آپ کی تعلیمات کی عملی تفسیر ہیں۔

حضرت قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ محبت تھی کہ والد محترم کی علالت کے دوران اکثر برابر عیادت کے لئے تشریف لاتے رہے اور تدفین سمیت سوئم و چہلم کے موقع پر یوں تو مجاہد ملت حضرت مولانا عبد الحامد بدایونی، حضرت شیخ طریقت شاہ محمد فاروق رحمانی، شیخ القرآن قاری عبد الکریم قادری، حضرت مولانا قاری احمد پیلی بھیتی علیہم الرحمہ سمیت اس وقت کے تمام جیّد علمائے کرام اور پیران عظام نے شرکت فرمائی گو کہ تمام بزرگوں کی آمد میرے لیے باعث تقویت تھی۔ لیکن حضرت قاری محمد مصلح الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ان مواقع پر آمد سے جو تقویت، ڈھارس، طمانیت نصیب ہوئی وہ بیان نہیں کی جاسکتی آپ اتنے حلیم الطبع اور شفیق تھے کہ ملاقات کرنے والے پہلی ہی ملاقات میں آپ کے حلم اور شفقت کو مختصر سے وقت میں بھی بخوبی محسوس کرتے تھے۔

والد محترم کے وصال کے بعد حضرت قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے کچھ ہی عرصہ قبل کا واقعہ ہے کہ میمن مسجد بولٹن مارکیٹ میں ایک عظیم الشان روحانی اجتماع غزالیٔ دوراں حضرت علامہ سیّد احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ کی زیر صدارت ہو رہا تھا اور حضرت قاری صاحب بھی شریک اجتماع تھے رات اجتماع کافی تاخیر سے ختم ہوا۔ میں بغرض دست بوسی جب حضرت قاری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو فوراً آپ نے دریافت فرمایا کہ اس وقت عثمانی میاں تم کیسے جاؤ گے؟ باوجود منع کرنے کے ایک نوجوان جن کے پاس اسکوٹر تھی مجھے گھر چھوڑنے کے لئے حکم صادر فرمایا بظاہر یہ معمولی سا واقعہ ہے لیکن گہرائی کی نظر سے دیکھا جائے تو حضرت قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ ظرفی اور شفقت کا ایسا پہلو ہے جو آپ کے ولی کامل ہونے کی خصوصیت پر دلالت کرتا ہے اور آپ کا یہ کرم اور حسن ظن کسی کے لئے خاص نہیں بلکہ عام تھا۔

حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی قادری علیہ الرحمہ

علامہ عبدالحکیم شرف قادری

مکتوب گرامی

جناب غلام محمد قادری یدمجدہٗ

ناظم اعلیٰ دارالکتب حنفیہ کراچی

سلام مسنون!

آپ کے دو تین مکتوب یکے بعد دیگرے موصول ہوئے۔ معذرت خواہ ہوں کہ فوری طور پر جواب ارسال نہ کرسکا۔ کچھ تو مصروفیات آڑے آئیں اور کچھ یہ احساس کہ سوءاتفاق سے فقیر کو حضرت پیر طریقت مولانا قاری محمد مصلح الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں زیادہ حاضری کا موقع نہ مل سکا۔ اس لئے تفصیلی طور پر ان کے بارے میں لکھنے سے معذور ہوں۔ ایک یا دو مرتبہ حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امر تسری، بانی و سرپرست مرکزی مجلس رضا لاہور کے مطب میں راقم کو حضرت قاری صاحب قدس سرہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، پھر جب راقم ۱۹۸۱ء میں حرمین کی حاضری سے واپس کراچی پہنچا تو جناب شوکت میاں صاح مدظلہ کے ہاں حضرت مفتیٔ اعظم ہند قدس سرہ کے ایصالِ ثواب کی محفل میں ان سے ملاقات ہوئی۔ دیکھتے ہی پہچان لیا اور بڑی شفقت سے پیش آئے جہاں ان کی شفقت و محبت کا دل پر گہرا اثر ہوا وہاں ان کی قوت حافظہ نے تعجب میں ڈال دیا۔

حضرت قاری صاحب قدس سرہ کو حضور مفتی اعظم قدس سرہ سے اجازت و خلافت کا شرف حاصل تھا۔ ان کا حلقہ احباب و مریدین بہت وسیع تھا۔

حضرت قاری صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ عالم باعمل تھے۔ ان کی شخصیت مسحور کن حد تک پرکشش اور محبوبیت کی حامل تھی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے مسلک پر نہ صرف خود کاربند تھے بلکہ ان کے دامن سے وابستہ حضرات بھی راسخ العقیدہ سنی حنفی ہیں اور مسلکِ اولیاء کے پابند۔ مدینہ طیبہ میں چند حضرات سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ معلوم ہوا کہ یہ حضرت قاری صاحب کے متعلقین ہیں اورُان کے فیض صحبت کا یہ اثر ہوا کہ نبی عربی فداہ ابی و امی کی محبت سے اس قدر سرشار ہوئے کہ ہمیشہ کیلئے دیارِ حبیب میں ڈیرہ ڈال دیا۔ قابل صد رشک ہے۔ وہ شخصیت جس کی ہم نشینی خدا اور رسول جل وعلا و صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار کردے۔ پھر ان کے حلقہ بگوش صرف زبانی طور پر

ہی نہیں عملی طور پر ان کے رنگ میں رنگے ہوتے ہیں۔ داڑھی حکم شریعت کے مطابق، صوم و صلوٰۃ کے پابند اور مسائل کی باریکیوں سے آشنا اور ان پر عمل پیرا۔

حضرت مولانا شاہ تراب الحق صاحب مدظلہ ان کے صحیح جانشین اور مسلک اہلسنت کی تبلیغ و اشاعت کی اسی لگن کے حامل ہیں۔ دار الکتب حنفیہ کراچی حضرت قاری صاحب قدس سرہ کی خوابوں کی تعبیر اور ان کی دلی امنگوں کا ثمر ہے۔ خدا کرے کہ قاری صاحب کا لگایا ہوا یہ پودا بار آور اور سایہ دار درخت بن جائے اور قاری صاحب کے احباب اور مریدین کو ان کا مشن جاری رکھنے کی توفیق عطا ہو۔ آمین۔

والسلام

۱۳، ربیع الاوّل ۱۴۰۵ھ — محمد عبد الحکیم شرف قادری

۷ دسمبر ۱۹۸۴ء — جامعہ نظامیہ رضویہ

لاہور

طالب علم اور عالم دین کی فضیلت

حضرت کثیر بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور بولا، اے ابو درداء! میں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدینہ سے آپ کے پاس صرف ایک حدیث سننے آیا ہوں جسے آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، اسکے علاوہ مجھے کوئی کام نہیں آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص علم دین طلب کرنے کے لئے کسی راستے پر چلے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستوں میں سے کسی راستہ پر چلائے گا اور بے شک فرشتے طالب علم کی خوشنودی کے لئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور بے شک آسمان و زمین کی تمام مخلوق اور پانی میں مچھلیاں اسکے لئے دعائے مغفرت کرتی رہتی ہیں اور یقیناً عالم کی فضیلت عابد پر وہی ہے جو چودھویں رات کے چاند کی تمام ستاروں پر اور بیشک علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اور انبیاء علیہم السلام نے کسی کو دینار و درہم کا وارث نہیں بنایا ہے بلکہ ان کی میراث صرف علم ہے تو جس نے علم حاصل کیا اس نے بہت بڑا حصہ پایا۔

(ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، ۴/ ۳۱۲، حدیث: ۲۶۹۱)

دو حج قاری صاحب کے ساتھ

پروفیسر ڈاکٹر عبد الغفار
پروفیسر ڈاؤ یونیورسٹی، کراچی

9ذی الحج یوم عرفات 1399 ہجری (1979) کی بات ہے محترم بھائی ہارون اور بھائی ابراہیم (جدہ) کے ہمراہ منیٰ سے نماز فجر کے بعد میدان عرفات کی طرف روانگی ہوئی۔ اس سال سید ممتاز باپو (بلبل مدینہ) معلم حج کی خدمات انجام دے رہے تھے اور مدینے شریف کے احباب کو دو بسوں کے ذریعے حج کے لئے لائے تھے۔ حضرت قاری مصلح الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان دو روز قبل ہی مدینہ شریف سے تشریف لا چکے تھے اور سید ممتاز باپو کے اصرار پر حضرت کا قیام منیٰ و عرفات میں ان کے خیموں میں ہی تھا۔ میدان عرفات میں کچھ تلاش کے بعد ہم اس خیمہ تک پہنچ گئے جہاں حضرت تشریف فرما تھے۔ حضرت نے اپنی مخصوص مسکراہٹ سے ہمارا استقبال کیا، حضرت کے وظائف بھی جاری تھے۔ ہم دست بوسی کر کے بیٹھ گئے۔ ابھی زوال کا وقت نہ ہوا تھا۔ دیگر احباب و معتقدین حضرات سے ملاقات بھی ہوئی مثلاً بھائی حنیف اللہ والا، بھائی گل انور، بھائی امین قادری مرحوم (بڑا) سید ابراہیم باپو، سید مصطفی باپو (موسیٰ) بھائی انیس، اقبال سلیمان مدنی وغیرہ۔ نیو کراچی کے بھائی عبد الرحمن حضرت کے ہمراہ کراچی سے آئے تھے۔ بہت ہی غریب اور سادہ اور حضرت کے نہایت عقیدت مند۔

کچھ دیر بعد سب لوگ اٹھے اور خیموں سے باہر آئے جہاں پانی کی ٹوٹیاں تھیں۔ سب نے غسل کیا اور ظہر کی تیاری کرنے لگے۔ نماز ظہر کے لئے بھائی ہارون کاسمانی نے اذان کہی اور حضرت کی اقتداء میں نماز ادا کی گئی۔ نماز کے بعد حضرت نے اور کچھ احباب نے پوری دلائل الخیرات شریف کی تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد نعت خوانی کا سلسلہ شروع ہوا۔ بھائی ہارون کاسمانی اور سید ممتاز باپو نے نعت شریف پیش کی اس کے بعد حضرت کی فرمائش پر بھائی امین قادری مرحوم نے "میرا دل اور میری جان مدینے والے" پیش کی۔ حضرت کو یہ نعت بہت پسند تھی۔ عصر کی نماز پڑھ کر سب لوگ حضرت کی معیت میں خیمہ سے باہر آئے۔ ایک یادگار وقت تھا۔ حضرت حالت احرام میں نہایت عاجزی سے دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کر رہے ہیں پیچھے سب لوگ آمین کہہ رہے ہیں اور دھاڑیں مار مار کہ رو رہے ہیں۔ کسی کو احساس تک نہ ہوا کہ کافی وقت گزر گیا۔ رب کے حضور گڑ گڑا کر سرکار ابد قرار کے وسیلہ جلیلہ سے دعا ہو رہی ہے۔ روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ غروب آفتاب ہو گیا۔ حضرت نے دعا ختم کی ایک عجیب کیفیت تھی۔ سب کا رونا جاری تھا اور قبولیت کے احساس سے چہرہ پر مسکراہٹ بھی۔ اسی کیفیت کے ساتھ احباب حضرت کی

دست بوسی کرنے لگے۔ میرے جذبات حضرت کی قدم بوسی پر ابھار رہے تھے مگر حضرت کی ناراضگی سے ڈر رہا تھا کہ اچانک بھائی امین قادری مرحوم حضرت کے قدموں میں گر گئے اور قدم بوسی کی پھر کیا تھا۔ سب نے موقع غنیمت جانا۔ حضرت استغفر اللہ استغفر اللہ کہتے ہوئے پیچھے ہٹتے جا رہے تھے۔ دفعتاً سب کی توجہ تیزی سے بڑھتے ہوئے سیاہ بادلوں کی طرف گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے بادل چھا گئے اور باران رحمت کی چند بوندیں پڑیں اور فوراً بادل چلے گئے اور مطلع صاف ہو گیا۔ گویا قبولیت کی نشانی تھی۔ ایسا محسوس ہوا کہ کوئی خواب دیکھ رہے ہیں مگر یہ ایک حقیقت تھی۔

حضرت قطب مدینہ شیخ الفضیلت مولانا ضیاالدین صاحب کے وصال کو ایک سال ہونے کو آیا، خبر ملی کہ حضرت قاری صاحب علیہ الرحمۃ ہر سال کی طرح اس سال بھی حج پر تشریف لا رہے ہیں۔ رمضان شریف سے میرا قیام مدینہ طیبہ میں تھا۔ بھائی حنیف اللہ والا کے یہاں واقع شارع رومیہ (آجکل یہ جگہ مسجد نبوی شریف کے اندر ہے) میں مقیم تھا۔ مولانا ابو القاسم (حال مقیم بغداد شریف) ڈیوٹی سے واپس آئے اور بتایا کہ آج قاری صاحب جدہ پہنچ رہے ہیں ایک دو روز کے بعد میں مدینہ شریف میں حضرت سے ملاقات ہو جائے گی ہم دونوں باتیں کرتے کرتے باب العوالی میں واقع ابو القاسم کے گھر کی طرف چلے (آجکل یہ بقیع شریف کے احاطہ میں ہے) دوپہر کا کھانا کھایا۔ اور لیٹ گئے۔ میں قاری صاحب کی آمد کے متعلق سوچ رہا تھا اس لئے نیند نہیں آئی۔ کچھ دیر بعد چائے بنانے اٹھا۔ عصر کے وقت کے قریب چائے کے لئے ابولقاسم کو جگانے لگا۔ اچانک اٹھ کر کہا کہ جدہ جانا ہے۔ جلدی کرو۔ قاری صاحب آرہے ہیں میں نے کہا عصر کا وقت ہو گیا ہے عشاء کے وقت حضرت تشریف لا رہے ہیں کیسے ممکن ہے کہ ایئرپورٹ پر ملاقات ہو۔ اس کی کوشش کرتے ہیں شاید کوئی صورت نکل آئے، چائے اور عصر کی نماز کے بعد گھر سے نکل کر سیدھے حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں آئے اور اجازت چاہی، حضرت نے اپنی جیب سے ریال نکال کر دیئے اور فرمایا میری طرف سے قاری صاحب کی قدم بوسی کرنا وہاں سے ہم حرم شریف آئے۔ سرکار ابد قرار علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کے دربار میں سلام عرض کیا اور اجازت چاہی، وہاں سے سیدھے مدینے شریف ایئرپورٹ پہنچے، جدہ کی فلائٹ تیار تھی اتفاق سے دو سیٹیں مل گئیں۔ ایئرپورٹ پر مغرب کی نماز پڑھی اور جدہ روانہ ہو گئے۔ جب جدہ ایئرپورٹ پہنچے قاری صاحب علیہ الرحمۃ کی فلائٹ آنے کا وقت ہو چکا تھا یہاں سے حج ٹرمینل کافی دور تھا۔ دوسرا مسئلہ یہ کہ حج ٹرمینل میں داخلہ بھی ممنوع تھا۔ ذہن میں مختلف خیالات آرہے تھے اور فکر ہو رہی تھی کہ کیسے ملاقات ہو گی جیسے ہی باہر نکلے ایک بس گزر رہی تھی۔ ابو القاسم نے بغیر توقف کے ہاتھ دیا۔ بس رک گئی ہم بغیر پوچھے کہ یہ کس طرف جا رہی ہے سوار ہو گئے اتفاق سے بس اسی سمت میں جا رہی تھی جس سمت میں حج ٹرمینل تھا۔ کچھ دیر بعد ہم حج ٹرمینل کے برابر سے گزر رہے تھے بس رکوا کر اتر گئے اور جائزہ

لینے لگے کہ کیا کریں۔ یہاں سے اندر جانے کا راستہ چند کلو میٹر دور دوسری سمت تھا جہاں ہم اترے وہاں تاروں کا جنگلہ تھا۔ مگر ابو القاسم تیزی سے اوپر چڑھنے لگے اور پھلانگ گئے۔ مجھے کہا کہ آجاؤ، بڑی مشکل سے میں ابو القاسم کی مدد سے اندر جانے میں کامیاب ہو گیا۔ ہم کھجور کے درختوں کو پار کر کے جیسے ہی آگے بڑھے تو حیرت کی انتہا نہ رہی کہ سامنے حضرت قاری صاحب علیہ الرحمۃ کھڑے مسکرا رہے تھے۔ ابو القاسم کو گلے لگایا۔ خوشی کی انتہا نہ رہی ایک تو حضرت سے ملاقات کی خوشی، دوسرے یہ کام تقریباً ناممکن تھا۔

حضرت کے ساتھ بھائی محترم سید عباس اور حاجی ذکریا کراچی سے آئے تھے۔ جدہ سے حضرت کے استقبال کے لئے امین ابراہیم امین قادری مرحوم، فاروق لاکھانی وغیرہ آئے تھے۔ وہاں سے گاڑیوں میں بیٹھ کر حضرت کے بھائی مبین صاحب کے گھر پہنچے۔

آج رات حضرت کا آرام کا پروگرام تھا۔ میں اور ابو القاسم حضرت سے اجازت لے کر مکہ شریف گئے اور وہاں سے مدینہ شریف پہنچ کر حضرت کا انتظار کرنے لگے۔ اس سال حضرت کا آخری حج تھا۔ اس کے چھ مہینے کے بعد حضرت کا وصال ہو گیا۔

طہارت

حضرت ابو ایوب و حضرت جابر و حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ جب آیت نازل ہوئی کہ اس مسجد میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاکی پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ستھروں کو پسند فرماتا ہے (التوبہ: ۱۰۸) تو نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا، اے انصار! اللہ تعالیٰ نے تمہاری پاکی کی بہت تعریف کی ہے تمہاری پاکی کیسی ہے؟ انہوں نے عرض کیا، ہم نماز کے لئے وضو اور جنابت کے لئے غسل کرتے ہیں اور پانی سے استنجا کرتے ہیں فرمایا، یہی وہ پاکی ہے اسے لازم کر لو۔

(ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ، باب استنجاء علی الماء، ۱ / ۲۲۲، حدیث: ۳۵۵)

قاری صاحب بحیثیت حافظِ قرآن

ڈاکٹر حافظ محمد ظہیر یوسف
ڈاؤیونیورسٹی، کراچی

حضرت مولانا قاری مصلح الدین صاحب سے میرا تعلق سامع کی حیثیت سے چھ برس تک رہا جس میں میں نے چار دفعہ آپ کا قرآن حکیم سنا اور بقیہ دو دفعہ آپ عارضہ قلب کی وجہ سے تراویح میں قرآن حکیم نہیں سنا سکے تھے اس لئے آپ کی موجودگی میں دوسرے دو حفاظ کرام کا قرآن حکیم سنا حضرت قاری صاحب نہایت ہی خوش الحان قاری اور بہترین حافظ تھے آپ نے تقریباً پچاس برس قرآن حکیم سنایا جس میں انیس مرتبہ آخوند مسجد کھارادر اور گیارہ مرتبہ میمن مسجد مصلح الدین گارڈن میں تلاوت قرآن حکیم سے لوگوں کے دل تازہ کرتے رہے۔

رمضان المبارک میں آپ کا معمول رہا کہ فجر سے پہلے حدیث کا درس دیتے۔ اور نماز فجر کے بعد گھر تشریف لے جاتے جہاں وظائف و نوافل کا سلسلہ جاری رہتا، ظہر کی نماز کے بعد میمن مسجد میں روزہ وزکوٰۃ کے مسائل بتاتے اور لوگوں کے سوالوں کے جوابات بھی دیتے جن کو سننے کے لئے لوگ بہت دور سے آتے اور مسجد بھری رہتی، عصر کی اذان سے کچھ پہلے میں حضرت کے مکان پر جاتا جہاں حضرت مجھے روز کی منزل سناتے جو کہ سوا پارہ ہوتی آپ کا حافظہ اس قدر قوی تھا۔ کہ دوران تلاوت تعویزات بھی لکھتے رہتے لیکن مجال کے ذرا سے بھی اٹکتے۔ کبھی کبھار کہیں کوئی غلطی ہو جاتی تو اسے صحیح کر دیتا لیکن یہی غلطی رات کو تراویح میں دوبارہ نہیں ہوتی بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ مجھے حضرت کے مکان پر پہنچنے میں دیر ہو جاتی اور عصر کی نماز کی وجہ سے دور مکمل نہیں ہو پاتا تو حضرت بقایا منزل مسجد کی طرف جاتے ہوئے راستے میں ہی سنا دیتے اور اس طرح منزل پوری کر دیتے جس قرآن سے آپ نے حفظ کیا تھا۔ اسی سے پڑھتے تھے۔ یہ قرآن نہایت ضعیف ہو جانے کے باوجود حضرت نے بڑی احتیاط سے بہترین قسم کا سبز رنگ کا غلاف چڑھا کر حفاظت سے رکھا تھا۔ عصر کی نماز کے بعد تعویذات کا سلسلہ رہتا روزہ آپ اپنے حجرے میں ہی مریدین و معتقدین کے ساتھ افطار فرماتے مغرب کے بعد کھانا تناول فرماتے کچھ دیر آرام کرنے کے بعد تازہ وضو فرماتے اور دوبارہ دور شروع کر دیتے یہاں تک کہ عشاء کا وقت ہو جاتا اور آپ کی منزل بھی پوری ہو جاتی پھر آپ آدھا پیالہ ”حریرہ“ نوش فرماتے جو کہ آپ کے گھر سے خاص طور پر بن کر آتا تھا اور باقی مریدین تھوڑا تھوڑا بطور تبرک پیتے پھر عمامہ پہنتے اور عشاء کی نماز کے لئے محراب کی طرف تشریف لے جاتے۔

تراویح میں آپ پورا سوا پارہ سناتے ابتدائی رکعت میں دو رکوع اور دوسری رکعت میں ایک رکوع پڑھتے اس طرح چھ آٹھ رکعتوں میں یہ سلسلہ رہتا باقی رکعتوں میں ایک ایک رکوع پڑھتے اور اس طرح کہ پہلی رکعت بڑی اور دوسری چھوٹی ہوتی چار رکعت کے بعد وقفہ فرماتے جس میں صلوٰۃ التراویح اور دعا فرماتے تلاوت میں آپ ہمیشہ قرآن کے قوانین کا خیال رکھتے چونکہ تلاوت ذرا رفتار سے پڑھتے تاکہ نمازیوں پر گراں نہ گزرے اس لئے مد عارض اور غنہ وغیرہ کو زیادہ ملحوظ نہ رکھتے۔ لیکن مد لازم اور ادغام وقلقلہ اور اوقاف وغیرہ میں خاص خیال رکھتے۔ تراویح کے دوران کوئی لقمہ دیا جاتا تو اسے برابر سنتے اور قبول فرماتے۔

حالانکہ ضعیف العمری، کمزوری، عارضہ قلب اور شب وروز کی مصروفیات کی وجہ سے آدمی جلد تھک جاتا ہے اور ذہن بھی بسا اوقات کام نہیں کرتا لیکن حضرت قاری صاحب کی ذات تھی۔ جو اس قدر بوجھ کے باوجود تراویح کی نماز بڑے جوش وخروش سے پڑھاتے۔ وتر کی نماز کے بعد ایک گلاس ٹھنڈے پانی کا پیتے نماز تراویح کے بعد حجرے میں تشریف لے جاتے جہاں پر مختصر سی نعت کی محفل ہوتی اس کے بعد اگر کہیں محفل میں جانا ہو تو روانہ ہو جاتے ورنہ آدھا پونا گھنٹہ حجرے میں مریدین کے ساتھ رہتے پھر گھر تشریف لے جاتے تراویح کی نماز کے دوران ہمیشہ خیال رکھتے کہ نمازیوں پر کسی قسم کا بار نہ ہو۔ اس لئے وقتاً فوقتاً مجھ سے پوچھتے رہتے کہ کہیں ہم لیٹ تو نہیں ہو جاتے۔ آخری سالوں میں چونکہ عارضہ قلب کی تکلیف زیادہ بڑھ گئی تھی۔ معالجوں نے تراویح کے لئے منع کر دیا تھا کہ اس سے دل پر زیادہ زور پڑتا ہے جو کہ اچھا نہیں ہوتا اس لئے دوسرے حافظ کا انتظام کیا اور یہ میری خوش نصیبی ہے کہ سامع کے لئے مجھے ہی مقرر کیا۔ اور یہ ذمہ داری مجھ پر ہی ڈالی کہ لقمے میں ہی دوں حالانکہ پوری تراویح باجماعت ہی ساتھ ساتھ پڑھتے ایک بار پوچھنے پر کہ حضرت آپ کی موجودگی میں سامع کی ذمہ داری مجھ پر کیوں؟ تو وضاحت فرمائی کہ اگر درمیان رمضان میں طبیعت خراب ہو جائے تو سلسلہ نہ رُکے اور عین موقع پر سامع کی تلاش کی دشواری نہ ہو۔

تراویح میں قرآن ۲۷ ویں شب کو ختم فرماتے اور یہ محفل بھی بڑی روح پرور ہوتی قرآن شریف کے ختم کے بعد ۲۷ ویں شب کی فضیلت کے متعلق مختصر مگر جامع ومانع اور قابل فہم الفاظ میں تقریر کرتے کہ لفظ بلفظ دل ودماغ میں محفوظ ہو جاتی اس کے بعد وتر کی نماز ہوتی اور پھر رقت انگیز اور پر اثر دعا فرماتے۔

وفات سے تین سال قبل آپ نے شب قدر کی نسبت سے ۲۷ ویں شب کو روحانی محفل کا سلسلہ شروع کیا تھا جس میں تقریر ذکر الٰہی، نعت شریف صلوٰۃ وسلام اور آخر میں رقت انگیز اور پر اثر دعا فرماتے کہ ہر انسان کی آنکھیں پر نم ہو جاتیں، یہ دعا اندھیرے ہی میں فرماتے اس روح پرور محفل میں شرکت کرنے کے لئے ہزاروں افراد بڑی دور دراز سے تشریف لاتے۔

توقیر سادات

سید عبد القادر قادری

پیر طریقت حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ کا شمار مذہب اہلسنّت کے ان نامور علماء میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنی تمام زندگی دین کی تبلیغ اور بنی نوع انسان کی اصلاح کے لئے وقف کر دی۔ آپ نے نہ کبھی دولت و شہرت کی خواہش کی اور نہ ہی امراء اور حکام کی قصیدہ خوانی کی۔ آپ کی حقیقت پسندی اور جروت کا یہ عالم تھا کہ جب کبھی بد مذہبوں نے سر اٹھایا اور شان رسالت میں دریدہ دہنی کی جسارت کی تو آپ خاموش نہ رہ سکے۔ عظمت رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور مقام رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہو گئے۔

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر کشش اور صفات حسنہ کی جامع تھی۔ جو شخص ایک بار آپ کی صحبت میں آجاتا آپ کے اخلاق سے اتنا متاثر ہوتا کہ ہمیشہ کے لئے آپ کا عقیدت مند ہو جاتا آپ کی ذات بے شمار خوبیوں کی مرقع تھی۔ آپ کے ہر قول و فعل سے عشق مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نمایاں تھا۔ خوش اخلاقی اور خوش کلامی آپ کی ذات کی نمایاں خوبیاں تھیں۔

آپ سادات کرام کا بے حد احترام فرماتے تھے۔ ان سے خاص طور پر عقیدت، محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ ان سے کبھی کوئی کام نہ لیتے۔ بلکہ آپ کے حجرے میں ایک مسند صرف سادات کے لئے مخصوص تھی جو سادات تشریف لاتے آپ انہیں نہایت عزت دیتے ان کی توقیر کے لئے کھڑے ہو جاتے اور اس خاص مسند پر انہیں بٹھاتے۔

حضرت کی زندگی میں کئی واقعات ایسے ظہور پذیر ہوئے جن سے ان کے دل میں سادات کی توقیر اور احترام کی پختگی کا اظہار ہوتا ہے ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کیلئے میمن مسجد جارہا تھا کہ راستے میں حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ سے ملاقات ہوگئی ہم مسجد کی حدود میں داخل ہوئے اور اس جگہ پہنچے جہاں جوتے اتارے جاتے ہیں۔ میں نے اپنی خوش نصیبی سمجھی اور قاری صاحب کی جوتیاں اٹھانے کے لئے بڑھا، لیکن قاری صاحب نے مجھے روک دیا۔ اسی طرح ایک مرتبہ قاری صاحب کی جوتیاں ایک سید زادے نے اٹھالیں جب قاری صاحب کو اس کا علم ہوا تو آپ ناراض ہوئے اور اس سید زادے سے معذرت کی۔

جب کبھی آپ سفر میں ہوتے اور آپ کے ساتھ کوئی سید زادہ ہوتا تو آپ اس کے آرام اور راحت کا بے حد خیال رکھتے تھے اور کوئی کام بھی اس کو نہ کرنے دیتے تھے۔

ایک مرتبہ سفر حج کے دوران ایک سید زادہ بھی آپ کے ساتھ تھا ایک مقام پر رات گزارنے کے لئے ٹھہرے اتفاق سے اس مکان میں جہاں آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو رات گزارنی تھی صرف ایک ہی مسہری تھی قاری صاحب اس سید زادے سے اصرار کرتے رہے کہ وہ مسہری پر سو جائے لیکن قاری صاحب کی موجودگی میں یہ کیسے ممکن تھا کہ قاری صاحب زمین پر سوئیں اور وہ مسہری پر سوئے لیکن قاری صاحب قطعی طور پر مسہری پر سونے کے لئے رضامند نہ ہوتے تھے۔ بالآخر سید زادے کے بہت زیادہ اصرار پر قاری صاحب مسہری پر سونے پر رضامند ہو گئے۔

اس طرح کے بے شمار واقعات موجود ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاری صاحب علیہ الرحمہ سادات کی بہت توقیر اور احترام کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ سید زادوں کی ایک بڑی جماعت آپ کے حلقہ بگوش ہو کر آپ کے فیض سے سیراب ہونے لگی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کا فیض تا قیامت جاری رہے اور لوگ آپ کے چشمہ فیض سے سیراب ہوتے رہیں۔ آمین

انگوٹھے چومنا مستحب ہے

حضرت امام ابو طالب محمد بن علی مکی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہنے (اذان میں کلمہ شہادت سن کر) اپنے دونوں ہاتھ کے انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں پر لگایا اور کہا قرۃ عینی بک یارسول اللہ، جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان سے فارغ ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابو بکر جو تم نے میری ملاقات کے شوق پر پڑھا اور جو تم نے عمل کیا اس طرح جو شخص بھی پڑھے گا اور ایسا ہی عمل کرے گا اس کے نئے اور پرانے، خطاً اور عمداً ظاہر و باطن گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ الاحزاب، ۷/ ۱۷۸)

گلستان رضویت کا مہکتا پھول

محمد اسلم قادری

جب سے یہ دنیا معرض وجود میں آئی ہے یہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنے بندوں کی رہنمائی کے لئے وقتاً فوقتاً اپنے رسول اور نبی بھیجتا رہا جو انسانوں کو جھوٹے معبودوں کی بجائے ایک خدائے واحد کی عبادت کا درس دیتے رہے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ورسل اپنے بندوں کی رہنمائی کے لئے مبعوث فرمائے اور سب سے آخر میں ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفی ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ تخلیق کے حساب سے اوّل ہیں لیکن بعثت کے حساب سے آخر ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کے متعلق قرآن مجید نے اعلان فرمادیا کہ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ اور حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمادیا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے یعنی میں سلسلہ نبوت کا ختم کرنے والا ہوں۔

قرآن پاک اور حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب سلسلہ نبوت ختم ہو چکا تو انسانوں کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے اب کونسا ذریعہ ہو گا؟ اس کا جواب حضور اکرم ﷺ نے اپنی ایک حدیث میں عنایت فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ اس امت کی ہدایت کے لئے ہر صدی کے آخر میں میری امت میں ایک مجدد پیدا فرمائے گا۔ جو نہ صرف لوگوں کی حق کی طرف رہنمائی فرمائے گا۔ بلکہ میرے دین میں جو خرابیاں پیدا ہو جائیں گی ان کو دور فرمائے گا۔

اس سلسلے میں مختلف صدیوں میں مختلف مجدد گزرے جن میں سے چند ایک یہ ہیں حضرت عمر بن عبد العزیز، حضرت ملا علی قاری، حضرت مجدد الف ثانی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی وغیرہ۔

آج تک جتنے بھی مجدد گزرے ہیں انہوں نے اپنے اپنے دور میں مختلف فتنوں کا سدباب فرمایا۔ اور دین مصطفی ﷺ میں لوگوں نے جو خرابیاں پیدا کر دی تھیں ان کو دور فرمایا۔

یوں تو اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں اسلام کو مٹانے کے لئے کئی تحریکیں اٹھیں اور مختلف طریقوں سے اسلام کو مٹانے کی کوشش کی گئی لیکن !!!

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

کے مصداق یہ طاغوتی طاقتیں اسلام کا بال بھی بیکانہ کر سکیں

چودھویں صدی یعنی گزشتہ صدی کے حالات و واقعات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں اور نمایاں ہوگی کہ اس صدی کو فتنوں کی صدی کہا جاسکتا ہے۔ہندوستان میں حکومت کی مشنری پر غیر ملکی طاقت قابض ہے جس نے مسلمانوں کو معیشت اور خوشحالی کا سبز باغ دکھایا اور اس کے ملک پر قبضہ کر لیا۔یہ طاقت تاجر کے بھیس میں ملک میں داخل ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ ملک پر قبضہ کر لیتی ہے ان غیر ملکی تاجروں نے اپنی حکومت کو بچانے اور مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لئے دولت کے بل بوتے پر مسلمانوں میں کئی طرح کے فتنے اور فرقے پیدا کر دیئے تاکہ مسلمانوں کی طاقت بٹ جائے اور ان کی حکومت مضبوط ہو۔

ایک طرف ختم نبوت کے منکرین ہیں تو دوسری طرف منکرین حدیث ہیں۔جہاد کے منکرین اور عظمت مصطفی ﷺ کے منکرین اپنی اپنی کاروائیوں میں مصروف ہیں ایک طرف ہندو مسلم بھائی بھائی کا نعرہ بلند کیا جارہا ہے تو دوسری طرف ایک پلید مشرک گاندھی کو منبر رسول پر بٹھا کر گاندھی کی جے بولی جارہی ہے۔تحریک ترک موالات چلا کر مسلمانوں کی معیشت کو تباہ کیا جارہا ہے۔ان فتنوں کی موجودگی میں اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسے مرد مومن کو پیدا فرماتا جو ان تمام فتنوں کا قلع قمع کرتا اور اپنے تجدیدی کاموں سے دین اسلام میں وہ نکھار پیدا کرتا تاکہ مسلمان تاقیامت اس کے ممنون احسان رہتے۔سو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب کی صورت میں ایک مرد کامل کو پیدا فرمادیا۔جو اپنی ذات میں ایک تنظیم تھے۔انہوں نے اپنی مختصر زندگی میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جو بڑے بڑے اداروں سے صدیوں میں بھی نہیں ہوسکتے۔

امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب نے تحریر و تقریر کے ذریعے مذکورہ بالا تمام فتنوں کا سدباب فرمایا تحریر کی صورت میں ایک ہزار سے زائد تصانیف کا وہ خزانہ چھوڑا جو مدتوں طالبان علم کی رہنمائی کرتا رہے گا۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد آپ کے عظیم المرتبت خلفاء نے آپ کے مشن کو جاری رکھا آپ کے ایک ایک خلیفہ نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے۔جن سے آج بھی فیوض وبرکات جاری ہیں۔

حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ کا تعلق حیدرآباد دکن سے تھا تقسیم کے دو سال بعد آپ ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے اور مختلف مقامات پر دینی خدمات انجام دینے کے بعد اخوند مسجد کھارادر میں خطابت و امامت کے فرائض سنبھالے ۔ اخوند مسجد کھارادر میں تقریباً ۱۹ سال تک خطابت کے فرائض انجام

دیئے آپ کچھ عرصے کے لئے واہ کینٹ راولپنڈی بھی تشریف لے گئے تھے کھوڑی گارڈن کی میمن مسجد آپ کی آخری جائے امامت تھی اس مسجد میں آپ کم و بیش بارہ سال سے امامت و خطابت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

حیدرآباد دکن کی مسجد ہو، اخوند مسجد ہو میمن مسجد کھوڑی گارڈن ہو یا ملک کی کوئی اور مسجد ہو۔ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیش نظر صرف اور صرف ایک ہی مقصد تھا۔ وہ مقصد عظیم تھا مسلک اہلسنت کی اشاعت اور ترویج، لوگوں کے دلوں میں عشق مصطفیٰ ﷺ کو جاری و ساری کرنا جو ہماری متاع عزیز ہے۔ اسی دولت ایمانی کو بچانے کے لئے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت نے باطل فرقوں کی سرکوبی فرمائی تھی۔

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تقاریر اور محافل نعت کے ذریعے اس مقصد عظیم کو حاصل کرنے کی جو کوشش کی اس کے برکات اور ثمرات ہم آج دیکھ رہے ہیں نعت خوانی کو جو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ اس میں حضرت قاری صاحب کا بہت بڑا حصہ ہے جو کسی اشتہار کے بغیر جاری رہا۔

حضرت قاری صاحب کی وعظ کی محفل ہو یا نعت کی محفل ان میں عجیب روحانیت ہوتی تھی۔ خاص موقعوں پر خصوصی پروگراموں میں لوگ دور دور سے شامل ہوتے تھے اور فیوض و برکات حاصل کرتے تھے۔ رمضان شریف میں ۲۷ ویں شب قدر، شب میلاد مصطفیٰ ﷺ اور "صبح بہاراں" کی محافل کا اجراء قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ان محافل کے ذریعے لوگ آج بھی فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ "بزم رضا" مدرسہ انوارالقرآن، مصلح الدین کتب لائبریری اور مصلح الدین کیسٹ لائبریری،، قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیض کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ہزاروں افراد نے آپ کے دامن سے وابستہ ہو کر عشق رسول اور محبت رسول ﷺ کا درس حاصل کیا۔

حضرت قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ " گلستان رضویت،، کا وہ مہکتا پھول ہیں جو مدتوں اپنی خوشبو اور مہک سے لوگوں کو نفع پہنچاتا رہے گا اور لوگ ان کے مزار سے فیض حاصل کرتے رہیں گے۔

حضرت قاری صاحب قبلہ کے والد ماجد

محمد ادریس قادری

حضرت قاری مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد کا نام غلام جیلانی ہے۔ آپ محمد نورالدین کے فرزند تھے۔شاہ غلام جیلانی شبر استاد آپ کے جد امجد ہیں۔ جن سے مولانا انوار اللہ خان صاحب فضیلت جنگ بہادر نے تعلیم حاصل کی۔ اور وہ ان سے بڑی محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد ذاتی طور پر انعام دار کہلاتے ہیں۔اور آپ کی جائیداد میں شاہان سلف کی دی ہوئی زمینیں چلی آرہی ہیں۔

مولانا غلام جیلانی حیدرآباد دکن قندھار میں پیدا ہوئے اور وہیں ابتدائی تعلیم پائی آپ نے اپنے چچا مولانا غلام حامد عرف موتی میاں سے فارسی کی تعلیم حاصل کی اور ان سے گلستان و بوستان وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ آپ کا گھرانہ ایک علمی گھرانہ تھا۔اس لئے زیادہ تر گھر ہی میں تعلیم حاصل کی۔امامت کا امتحان پاس کیا اور اسی بنیاد پر امامت ملی۔ محلہ کی مسجد جسے محتسب کی مسجد کہا جاتا تھا وہاں امامت کے فرائض انجام دیئے۔ امامت آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔لہٰذا آپ پچپن سال امامت فرماتے رہے۔پاکستان تشریف لانے کے بعد کراچی میں سکونت اختیار کی۔اور معصوم شاہ بخاری مسجد واقع پولیس چوکی کھارادر میں کچھ عرصہ امامت فرمائی۔مولانا غلام جیلانی کی دو بیویاں تھیں۔ قاری صاحب کی والدہ نے ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ بروز منگل تین بجے سہ پہر کو انتقال فرمایا۔ مگر والد ماجد کے انتقال کا واقعہ بڑا عجیب ہے۔ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۷۵ھ بمطابق ۸ نومبر ۱۹۵۵ء شب منگل کو اڑھائی بجے دو بچوں غلام معین الدین اور ایک بچی کی ولادت کے فوراً بعد مولانا غلام جیلانی کی اہلیہ ثانیہ انتقال کر گئیں۔ اور اس کے دوسرے روز یعنی جمعہ ۱۱ بجے نوزائیدہ بچے غلام معین الدین کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کے دوسرے روز ایک روح سوز واقعہ پیش آیا۔اسوقت غلام معیز الدین تقریباً ۷ سال کے تھے۔ شرارت کرنے پر ان کے والد ماجد غلام جیلانی بطور تنبیہ پٹائی کرتے تو ان کی والدہ ماجدہ ان کو بچاتی۔ جب ان کی والدہ ماجدہ کا شب منگل انتقال ہوا۔ جمعہ کے دن (دو دن کے بعد کا) واقعہ ہے کہ غلام معیز الدین نے کچھ شرارت کی تو ان کے والد ماجد مولانا غلام جیلانی نے ان کی بطور تنبیہ پٹائی کی تو دوران پٹائی ان کے منہ سے یہ الفاظ نکلے کہ " اب کون مجھے بچائے گا"۔ یہ منہ سے نکلنا تھا کہ ان کے والد ماجد نے سنتے ہی ہاتھ روک لئے اور ان پر سکتے کا سا عالم طاری ہو گیا اور اسی وقت اچانک حرکت قلب بند ہونے سے انتقال کر گئے۔یعنی ۲۵، ربیع الاول ۱۳۷۵ھ بمطابق ۱۱، نومبر ۱۹۵۵ء بروز جمعہ بعد نماز مغرب بوقت ۷ بج کر ۲۵ منٹ پر اچانک وصال ہوا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

اس زمانے میں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ آخوند مسجد کھارادر میں امام و خطیب تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے مولانا غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ میں شرکت کی اور میوہ شاہ قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

مولانا غلام جیلانی کے انتقال کے بیسویں دن یعنی ۱۵، ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ بمطابق یکم دسمبر ۱۹۵۵ء ان کی نوزائیدہ بچی کا انتقال ہوا۔ اس طرح ایک خاندان نے چند دنوں میں چار میتیں دیکھیں۔

ماہ رمضان کی خاص برکتیں

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول معظم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن ہمیں خطبہ دیا، اے لوگو! تم پر عظمت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے یہ مہینہ برکت والا ہے اسکی ایک رات ایسی ہے ہزار مہینوں سے بہتر ہے یہ مہینہ جس کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے اور جس کی رات کے قیام کو ثواب بنایا جو اس ماہ میں نفل عبادت ادا کرے تو گویا اس نے دوسرے مہینہ میں فرض ادا کیا اور جو اس ماہ میں ایک فرض ادا کرے تو گویا اس نے دوسرے مہینہ میں ستر فرض ادا کیے یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے یہ غریبوں کی غم خواری کا مہینہ ہے اس ماہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے جو اس ماہ میں کسی روزہ دار کو افطار کرائے تو اس کے گناہوں کی بخشش اور آگ سے اسکی آزادی ہو گی اور اسے روزہ دار کی مثل ثواب ہو گا اور روزہ دار کا ثواب بھی کم نہ ہو گا ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہم میں ہر شخص وہ نہیں پاتا جس سے روزہ افطار کرائے فرمایا، اللہ تعالیٰ اسے بھی یہ ثواب دے گا جو ایک روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ یا کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے ہی افطار کرائے اور جو روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھلائے اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض سے وہ پانی پلائے گا کہ کبھی پیاسا نہ ہو گا یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

(شعب الایمان، باب فی الصیام، فصل فضائل شہر رمضان، ۳ / ۳۰۵، حدیث:۳۶۰۸)

حضرت قاری صاحب کی اہلیہ مرحومہ

امی حضور رحمتہ اللہ علیہا۔۔۔دعاؤں کا دائمی سرچشمہ

صاحبزادہ محمد صلاح الدین صدیقی

بسم اللہ الرحمن الرحیم: رب ارحمھما کماربینی صغیرا (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۲۴)

گلاب کو کوئی بھی نام دیں گلاب ہی رہے گا۔ محبت کو کوئی بھی نام دیں اس کی بنیاد "ماں" ہی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے بندے کے لئے اپنی خوشی، ماں کی خوشی میں رکھی ہے، ماں رب کا تحفہ ہے، ماں، نعمت، پیار، رحمت، آرام وسکون کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عطاء اور پیمانہ عشق کا نام ہے۔ گلاب جیسی خوشبو، چودھویں کے چاند جیسی چاندنی، سچائی، محبت و شفقت کا لازوال پیکر۔۔۔ جب یہ تمام اوصاف اعلیٰ یکجا کیے جائیں تو لفظ "ماں" ابھرتا ہے۔ اسی لیئے تو کہا گیا ہے کہ ماں کے قدموں تلے جنت ہے، ماں کو مسکرا کر دیکھنے سے حج مبرور کا ثواب ملتا ہے، ماں! زندگی کی تاریک راہوں میں روشنی کا مینار، ماں کی ممتا سمندر کی گہرائی سے زیادہ گہری جو اولاد کے لیے محبت، تحفظ اور احساس کے جذبے سے بھرپور ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے۔ کہنے کو تو لفظ "ماں" چھوٹا سا ہے لیکن اس میں پوشیدہ رنگِ کائنات کے خزانہ کا ادراک بہت مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت ماں ہے، مجھے ماں اور پھول میں کوئی فرق نظر نہیں آیا۔ دنیا ایک پھول تو ماں اس کی خوشبو ہے، اگر دنیا ایک آنکھ تو ماں اس کا نور، آہ ماں۔۔۔!

میری والدہ ماجدہ رحمتہ اللہ علیہا خاندان عباسیہ کی چشم وچراغ تھیں آپ اپنے سب بہن بھائیوں میں بڑی تھیں آپکے خاندان میں آپکے مورث اعلی محمد ابراہیم عباسی کا ذکر ملتا ہے انکو بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ کے عہد میں گڈولہ (جو کہ ضلع ساگر مدھیہ پردیش میں ہے) کے قاضی مقرر ہوئے۔ جد امجد خان بہادر قاضی علیم الدین عباسی قادری چشتی مولوی نصیر الدین قاضی رحمتہ اللہ علیہ کے ساگر کے مدرسے سے فارغ تحصیل ہوئے، آپ نے سندیلہ شریف کے بزرگ حضرت وصی علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کی، آپ پارسا، درویش صفت، صوفی منش تھے آپ کو حضرت وصی علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے خلافت قادریہ چشتیہ سے نوازہ اور یہ سلسلہ مخدوم حضرت غلام فاروق صاحب مدظلہ العالی تک پہنچتا ہے جو اس خاندان کے اس وقت خلیفہ مجاز ہیں، آپ نے میرے چھوٹے بھائی محمد مصباح الدین صدیقی کو خلافت عطا فرمائی ہے۔

امی حضور صوفی محمد حسین عباسی کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں آپ میرے والد ماجد پیر طریقت ولی نعمت حضرت علامہ القاری الحافظ محمد مصلح الدین صدیقی قادری رضوی رحمتہ اللہ تعالی علیہ کے عقد میں مورخہ 15 نومبر سن 1946 بروز جمعتہ المبارک جبلپور میں آئیں۔

آپ کے دل میں عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی تڑپ کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگر خاندان کا کوئی فرد یا کوئی عقیدت مند آئے اور بتائے کہ میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ رسول ﷺ کے لئے جا رہا ہوں تو بے چین ہو جاتیں اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے۔ اسی عشق اور تڑپ کی بدولت والدہ صاحبہ کو حجاز مقدس کا مستقل ویزہ مل گیا۔ آپ نے میرے والد ماجد کے ہمراہ کئی بار حج اور عمرہ کی سعادت حاصل کی۔ والد ماجد علیہ رحمت و رضوان کے وصال کے بعد اُس وقت ہم نے ماں کی گود میں سر چھپا کر اس ناگہانی غم کو برداشت کرنے کا حوصلہ و ہمت حاصل کیا، اگرچہ یہ کھٹن دور تھا مگر والدہ صاحبہ نے صبر اور استقامت کے ساتھ گزارا، کسی سے کوئی شکوہ شکایت نہیں کی اللہ کی رضا پہ راضی رہیں۔

ماں تسبیح کے اس دھاگے کی مانند تھی جس میں تمام بچے میرے بھائی، بہن پروئے ہوئے تھے۔ سب ہی گھر میں آتے، ماں کی خیریت دریافت کرتے اور ممتا کے خزانے سے جھولیاں بھرتے اب مجھے یہ احساس پریشان کرتا ہے کہ یہ ایسی تسبیح ہے جو کسی اور دھاگے میں نہیں پروئی جاتی۔ مجھے اس تسبیح کے بکھرنے کا دُکھ بھی چین نہیں لینے دیتا۔

خاک مرقد پر تیری لے کر یہ فریاد آؤں گا
اب دُعائے نیم شب میں کس کو میں یاد آؤں گا

آپ جب تک حیات رہیں رمضان شریف کا آخری عشرہ مدینہ شریف میں گزارتیں، ایک مرتبہ مجھ سے فرمانے لگیں بیٹا میں مدینہ شریف میں اعتکاف میں بیٹھنا چاہتی ہوں تم ایسا کرو کہ سالانہ ایک ماہ کی چھٹیوں میں سے پندرہ دن کی چھٹیاں رمضان میں لے لو اور میرے ساتھ مدینہ شریف چلو ، میں وہاں اعتکاف میں بیٹھوں گی، میں حکم بجا لایا ضرور چلیں اس طرح امی حضور نے اس سال اعتکاف فرمایا اور مجھے بہت سی دعاؤں سے نوازہ۔ اور الحمد اللہ ماں کی خدمت کا شرف اللہ تعالیٰ نے مجھے خوب بخشا۔

امی حضور کو خاندان کے ہر ایک فرد کی فکر رہتی تھی حجاز مقدس سے سب عزیز و اقارب کو فون کر کے خیریت دریافت کرتیں خاندان کے سب افراد بھی امی حضور کا بہت احترام کرتے اور اپنے خاندانی مسئلہ مسائل والدہ کو بتاتے اور انکے مشورے پر عمل کرتے ۔ انتہائی پُر خلوص اور مہمان نواز طبیعت کی مالک تھیں مہمانوں کیلیئے خود کھانے پینے و آرام کا انتظام کرتیں اور خاص خیال رکھتیں ۔ بازار سے کھانا منگوانا پسند نہیں تھا خود پکانے کی ماہر تھیں اور خود ہی دلچسپی لیتی تھیں۔ والد ماجد کی موجودگی میں اور بعد از وصال بھی گھر کا دستر خوان بہت وسیع ہوتا۔ میں نے کبھی گھر میں اکیلے کھانا نہیں کھایا، کوئی نہ کوئی مہمان ضرور موجود رہتا۔ والدہ صاحبہ کی پیشانی پر کبھی شکن نہیں آتی۔ اسی طرح جب تک آپ حیات رہیں میرے گھر پر باقاعدہ محفل و درس کرواتیں اور بہت احترام اور توجہ سے سنتیں اور محفل کے آخر میں دعا فرماتیں۔

والد محترم نے والدہ صاحبہ کو تعویزات کی اجازت بھی مرحمت فرمائی تھی اکثر والد محترم کی غیر موجودگی میں جو عورتیں تعویذات کے لئے آتیں ان کو تعویز بھی دیتی تھیں۔

امی حضور کے آخری ایام حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھتے ہوئے گزرے ہسپتال میں بھی درود شریف پڑھتی رہتی تھیں نماز کی بہت پابند تھیں بغیر گھڑی دیکھے فرماتی تھیں کے نماز کا وقت ہو گیا ہے۔

ہمیشہ سچ کی تعلیم دی۔ ہر ایک سے محبت اور شفقت سے پیش آنا امی حضور کی عادت تھی ہمیں نہیں یاد کے ہم سب بھائی بہنوں کو کبھی امی حضور نے مارا ہو یا کبھی ناراض ہوئیں۔ بلکہ حق اور سچ یہی ہے بقول شاعر:

اترنے ہی نہیں دیتی مجھ پہ کوئی آفت
میری ماں کی دعائوں نے آسماں کو روک رکھا ہے

ماں کی جدائی سے تنہائی محسوس نہیں کرتا اس لیے کہ ماں مجھ سے جدا تو نہیں وہ اپنی تمام تر محبت اور ممّتا کے ساتھ میرے سر پر سایہ فگن ہیں، میرے لیے دعاؤں کا ازلی اور ابدی سرچشمہ ہیں۔ میرے سر پر رحمت کی گھنی چھاؤں ہیں۔

بروز جمعۃ المبارک صبح 4:54 بتاریخ 9 دسمبر سن 2016 کو آپ نے اس دنیا فانی سے پردہ فرمایا حجاز مقدس کے شہر جدہ میں بنی مالک کے قبرستان میں دائمی سکونت فرمائی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

مثل ایوان سحر مَر قَد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستان ہو ترا

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

حضرت قاری صاحب کی اہلیہ مرحومہ

ایک پرہیز گار خاتون

بنت عبد العزیز انصاری قادری

۹ دسمبر ۲۰۱۶ بروز جمعۃ المبارک ۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۸ ہجری کی صبح ایک افسوس ناک خبر سعودی عرب جدہ شریف سے whatsapp پر ملی کہ حضرت علامہ قاری مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ کی اہلیہ رضائے الٰہی سے انتقال فرما گئیں چونکہ ہمارے والد صاحب عبد العزیز انصاری کا ان کے گھرانے سے گہرا تعلق ہے اور والد صاحب بھی پاکستان میں موجود نہ تھے اس وجہ سے یہ خبر ہمارے خاندان کے لئے بڑی آزمائش تھی۔

اس دنیائے فانی سے جانا تو سب کو ایک نہ ایک دن ہے لیکن کچھ شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کے جانے کے بعد وہ خلا پورا نہیں ہوتا، ان کی یادوں کی بارش ان کا وعظ و نصیحت و دعا مجھ جیسی ناچیز کے لئے آج بھی اور آئندہ زندگی کے لئے بہت اہمیت کی حامل ہے۔

حضرت علامہ قاری مصلح الدین کی اہلیہ ایک گھریلو خاتون اور نیک و پرہیز گار، نرم مزاج، ایک عظیم خاتون ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم ماں بھی تھیں۔ جنھوں نے اپنے گلشن کو بڑے طریقے اور اپنی بہترین ذہنی صلاحیت کے مطابق سنوارا اور اپنے بچوں کو اسلامی اصولوں پر زندگی گزارنے کی تعلیم دی اور اس گلشن کے پھول اپنے اپنے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں اور اپنی خوشبو سے چمن کو مہکا رہے ہیں۔

بنت عبد العزیز انصاری ہونے کے ناطے ہمارے گھرانے کا ان کے گھر آنا جانا بہت زیادہ ہے وہ مجھ سے اور میری امی سے بہت خلوص اور محبت کے ساتھ پیش آتی تھیں اور جب ہم ان کے پاس ملاقات کے لیے جاتے تو ان کے چہرہ مبارک پر ہلکی سی مسکراہٹ اور آنکھوں میں چمک اور پیشانی پر نورانیت دکھائی دیتی تھی جو ہمارے دل کے لئے باعث تسکین بنتی تھی۔ چونکہ آپ ایک باشعور خاتون تھیں، نرم لہجہ ہی میں گفتگو کیا کرتیں تھیں اور بڑی محبت کے ساتھ نصیحت فرماتی تھیں نماز کی پابندی کا حکم فرماتیں۔ اور کئی دفعہ نماز کی چادر تحفہ میں عنایت فرمائی اور میری امی کو گھر سنوارنے اور بچوں کی تعلیم وتربیت کے حوالے سے نصیحت فرمائی اور ہر ملاقات میں کامیاب زندگی گزارنے کے بہترین اصول بتاتی تھیں۔

چونکہ آپ حضرت علامہ قاری مصلح الدین رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ تھی حضرت نے ان کو تعویذات تحریر کرنا سکھائے تھے جب کسی ضرورت مند خاتون کو مسئلہ درپیش ہوتا تھا ان کے بیحد اسرار پر تعویذ تحریر فرما کر دیتی

تھیں ایک دفعہ ۲۰۰۰ء ہجری میں ہمارے گھر محفل نعت کے پروگرام میں تشریف لائیں تو ہماری کزن کے ہاں اولاد نہ تھی انہوں نے مسئلہ بیان کیا تو بعد میں آپ نے اپنے دست مبارک سے لکھا ہوا ایک تعویذ اولاد کے لئے لکھ کر بھجوایا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک صالحہ بیٹی ہوئی جو اکلوتی ہے۔

سنہ ۲۰۰۶ء میں ہم پورا گھر عمرہ کی ادائیگی کے لئے رمضان المبارک میں مکہ شریف گئے تھے تو آپ بھی اپنے بچوں کے ساتھ حرم شریف میں ہمیں ملیں، ہمارے خاندان کو ان کے ساتھ عمرہ کی ادائیگی کا شرف حاصل ہوا۔ الحمد اللہ۔

آپ ہر سال رمضان المبارک کا آخری عشرہ مدینہ المنورہ میں اعتکاف میں گزارتیں اور دوران قیام مجھے اور میری امی کو بلا کر ڈھیر ساری دعا اور نماز کی چادر تحفہ کے طور پر عنایت کی۔

آپ بہت زیادہ مہمان نواز تھیں اور آپ کا دستر خوان بہت وسیع ہوتا تھا۔ اور مہمانوں کی تواضع فرماتیں۔

امی حضور جب سال میں ایک دو دفعہ کراچی آتی تو حضرت علامہ قاری مصلح الدین رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار پر اپنی بیٹی اور بہوؤں اور نواسیوں اور پوتیوں کے ساتھ ضرور تشریف لاتی تھیں ان کے مزار پر آمد کی خبر میرے ابو کو فون پر ضرور ملتی تھی کہ والدہ ماجدہ مزار پر تشریف لا رہی ہیں۔ آپ مزار پر حاضر خدمت ہوتیں تو ہم بہت خوش ہوتے تھے میں اور میری امی ان کی خدمت کے لئے حاضر ہوتی تھیں امی حضور مزار مبارک پر فاتحہ خوانی کرتیں اور میرا بھائی محمد سبطین انصاری قاری صاحب کی منقبت پڑھتا تو آپ بہت خوش ہوتیں اور ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازتیں اور مریدین۔ معتقدین اور متوسلین کے لئے بہت بہت دعائیں فرماتیں۔

ہماری ان سے آخری ملاقات ان کے پوتے صاحبزادہ ص ہیرصدیقی کی دعوت ولیمہ میں ہوئی وہ بہت زیادہ خوش تھیں اور صحت مند تھیں ہمیں یقین نہیں ہوتا کہ یہ ہماری ان سے آخری ملاقات ہوگی۔

اس کے بعد آپ سعودی عرب جدہ تشریف لے گئیں اور کچھ عرصہ علیل رہیں اور قضائے الٰہی سے وصال فرماگئیں۔ اور آپ کی تدفین جدہ شریف کے قبرستان میں کر دی گئی۔

اس دعا کے ساتھ میں اپنا مضمون ختم کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند سے بلند فرمائے اور ان کے مزار پر انوار پر رحمت و رضوان کی بارش فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مرتبہ پر فائز فرمائے (آمین)

یادِ رفتگاں

ڈاکٹر سید توصیف احمد قریشی

حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی صاحب سلسلہ قادریہ کے ممتاز روحانی پیشوا تھے اور عالم دین، حافظ قرآن، قاری اور سچے عاشق رسول تھے بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ ان کی صحبت میں جو بھی بیٹھا وہ عشق رسول میں سرفراز ہو گیا۔ ان ہی کی صحبت سے بیشمار لوگ راہ عشق پر گامزن ہیں۔

مولانا مصلح الدین رحمتہ اللہ علیہ ایک متین، مہربان اور نیک دل بزرگ تھے آپ سچے عاشق رسول اور صاحب کمال بزرگ تھے ان کی شخصیت مسلمانوں کے لئے روحانی فیوض و برکات کا ذریعہ تھی۔ مولانا قادری عالم با عمل تھے ان کی وفات سے عوام اہلسنت ایک مذہبی پیشوا، دینی رہبر و رہنما سے محروم ہو گئے ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے وہ کافی عرصہ تک پر نہیں ہو سکے گا۔

ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور جب حکم خداوندی آجائے تو ٹل نہیں سکتا لیکن چند بندگانِ خدا کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں حضرت مولانا کا انتقال ۲۳ مارچ کو ساڑے چار بجے سہ پہر کو ہوا۔ اسی دن مجھے سعودی عرب میں ساڑھے سات بجے شام میں اطلاع مل گئی۔ مدینہ منورہ سے اور جدہ سے فون پر اطلاع ملی میں سعودی عرب سے رات میں ہی مولانا کے داماد مولانا شاہ تراب الحق صاحب سے کھوڑی باغیچہ کی مسجد میں فون پر بات کی اور تعزیت کی۔

اللہ تعالیٰ جس کسی بندے کو اپنا محبوب بناتا ہے تو مخلوق کے دلوں میں اس شخصیت کا احترام پیدا کر دیتا ہے قاری صاحب تقویٰ اور پرہیز گاری کے پیکر اور علم و بردباری کا کامل نمونہ تھے اور شفقت و محبت کا منبع تھے میں ان سے جب ملا تھا اس وقت میری عمر ۸۔۹ سال تھی میرے دادا مرحوم الحاج سید نعیم الدین ہاشمی اور والد صاحب الحاج سید نبی احمد شاہ ہاشمی صاحب بھی مولانا سے محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ میں بھی مولانا سے عقیدت رکھنے لگا اور مجھے فخر ہے کہ میں نے مولانا کے پیچھے سترہ سال نماز پڑھی۔ ہم سب بھائی ان کے پیچھے ہی نماز پڑھتے تھے مگر میرے بڑے بھائی سید اوصاف احمد ہاشمی رمضان المبارک میں بچپن سے ہی کچھ زیادہ عبادت کیا کرتے تھے اسی وجہ سے مولانا پیار سے ان کو میاں رمضان کہا کرتے تھے ان کی محبت و شفقت کا یہ عالم تھا کہ وہ ہمارے دادا مرحوم سے دوستوں کی طرح ملتے تھے اور جب ہمارے ساتھ گفتگو کرتے تو بالکل نرم و میٹھے انداز میں دوستانہ ماحول میں گفتگو کرتے۔ مجھے سعودی عرب میں مولانا کے ساتھ حج کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے اور ان کے ساتھ مدینہ منورہ میں بھی قیام رہا

ہے جب میں میڈیکل کالج میں پڑھتا تھا اس وقت مجھے مولانا کی خدمت کا ایک موقع ملا۔ اسی وقت سے پیار سے قاری صاحب نے مجھے بے بی ڈاکٹر کہنا شروع کر دیا اور جب ڈاکٹر بن گیا تب بھی ان سے گزارش کرتا کہ آپ اسی نام سے پکاریں تو مولانا مسکرا دیتے۔

آپ تقریر کرتے تو بہت ہی مختصر، ماجع، واضح اور قابل فہم الفاظ میں بیان فرماتے تھے کہ لفظ بلفظ دل و دماغ میں محفوظ ہو جائے قاری ہونے کے ساتھ آواز میں وہ مٹھاس تھی کہ جب آپ نعتیں پڑھتے تو دل چاہتا کہ وہ پڑھتے رہیں اور ہم سنتے رہیں۔

جب سعودی عرب سے میں نے شاہ تراب الحق صاحب کو رات میں فون کیا تھا تو اس وقت مجھے فون پر ہی اندازہ ہو رہا تھا کہ کھوڑی گارڈن کی مسجد میں ہزاروں سوگوار جمع ہو چکے ہیں کیونکہ فون پر ہی درود شروف کے ورد کی آوازیں آرہی تھیں گویا کہ انسانوں کا یہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر قاری صاحب کی بارگاہ رب العزت میں مقبولیت کا بین ثبوت ہے۔ اسی رات سوگواروں کا ایک قافلہ جدّہ سے مکہ مکرمہ پہنچا اور کافی لوگوں نے مولانا کی طرف سے عمرہ اور طواف ادا کیجئے۔

اس سال جنوری فروری میں جب میں پاکستان چھٹی پر آیا تو مولانا سے ملاقاتیں کچھ زیادہ ہی رہیں مجھے خاص طور سے فون کر کے بلاتے تھے گو کہ میرا قیام نارتھ ناظم آباد میں تھا میں مگر جمعہ کی نماز کے لئے کھوڑی گارڈن ضرور جاتا۔ کیونکہ نماز جمعہ کے بعد محفل میں جو دل افروز منظر ہوتا تھا اس کو سچے عاشقانِ رسول ﷺ کی مجلس کہا جائے تو مناسب ہو گا۔

قاری صاحب اس سال میرے گھر پر بھی تشریف لائے اور خیر و برکت کے لئے محفل میلاد شریف میرے گھر پر منعقد کی اس کے بعد دلائل الخیرات جو کہ مولانا۔ ۳۰ سال سے پڑھ رہے تھے اس کو پڑھنے کی مجھے اجازت دی اور مجھ سے کہا کہ جب یہ پڑھیں تو میرے لئے بھی دعا کیجئے گا تو میں ایک لمحہ کے لئے حیران رہ گیا کہ مولانا کیا فرما رہے ہیں مگر میں نے یہاں سعودی عرب آنے کے بعد پیر کے دن سے دلائل الخیرات پڑھنا شروع کر دیا اس کے دوسرے ہفتہ ہی یہ ناگہانی اطلاع فون پر ملی۔ تو عقدہ کھلا کہ مولانا کا اشارہ کیا تھا۔

مولانا مصلح الدین صدیقی رحمتہ اللہ علیہ چونکہ سلسلہ قادریہ کے عظیم روحانی پیشوا اور پیر طریقت تھے اس لئے آپ صرف مذہبی محفلوں کو ہی رونق بخشتے تھے۔ قاری صاحب بہت ہی خوش مزاج اور حاضر جواب اور محبت سے بھرپور شخصیت تھے ایک دفعہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ حضرت میرے ساتھ میری کار میں سفر کر رہے تھے تو راستے بھر ایسی پیاری پیاری باتیں کیں کہ مجھے راستے بھر کا احساس تک نہ ہوا۔ باتوں کا محور گھوم پھر کر عشق رسول ﷺ کا تذکرہ ہی ہوتا تھا۔

حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی موت سے جو خلاء پیدا ہوا ہے وہ اہلسنت کے لئے نا قابل تلافی نقصان ہے ان کی وفات پر جتنے بھی گہرے رنج و غم کا اظہار کیا جائے کم ہے مولانا مرحوم کی مسلک اہلسنت کے لئے گرانقدر خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی آپ نے اسلام کی تبلیغ کے لئے انتھک محنت کی وہ عشق رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں ڈوبے ہوئے تھے۔

اخبار جنگ کی ۷ مارچ کی اشاعت کی خبر کے مطابق قاری صاحب کو ہزروں سوگواروں کی موجودگی میں کھوڑی گارڈن کے احاطے میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ قاری صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ کو جوار رحمت میں اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمائے اور ان کے مشن کو ہمیشہ جاری و ساری رکھے۔ آمین۔ (بشکریہ جنگ)

نیکی میں جلدی کرنی چاہیئے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ و سلماور صحابہ کرام بدر میں مشرکوں سے پہلے پہنچ گئے اور پھر مشرک بھی آ گئے تو حضور صلی اللہ تعالی علیہ و سلم نے فرمایا، اس جنت کی طرف بڑھو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے تو عمیر ابن حمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے واہ واہ! نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ و سلم نے فرمایا، تجھے واہ واہ کہنے پر کون سی چیز ابھار رہی ہے؟ عرض کیا یارسول اللہصلی اللہ تعالی علیہ و سلم! اور کوئی چیز نہیں سوائے اس امید کے کہ میں بھی اہل جنت میں سے ہو جائوں، فرمایا تم اہل جنت میں سے ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر انہوں نے اپنے ترکش سے کچھ کھجوریں نکالیں اور انہیں کھانا شروع کر دیا پھر فرمایا کہ اگر ان کھجوروں کے کھانے تک زندہ رہوں تو یہ زندگی بہت طویل ہے (یعنی اتنی دیر جینا بھی بوجھ معلوم ہو رہا ہے) چنانچہ تمام کھجوریں پھینک دیں اور کافروں سے لڑنا اور انہیں قتل کرنا شروع کیا یہاں تک کہ آپ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب ثبوت الجنۃ للشہید، ص:۱۰۵۳، حدیث:۱۹۰۱)

منفرد اور تاریخ ساز شخصیت

مفتی محمد اطہر نعیمی

سابق چیئر مین رویت ہلال کمیٹی پاکستان

اس عالم کون وفکان میں دو گروہ ایسے چلے آتے ہیں جن میں سے ایک اعمال صالحہ پر عامل رہاہے تو دوسرا کا ربد کا ارتکاب کرتا رہاہے پہلے گروہ کو اولیاء اللہ اور دوسرے کو اولیاء شیطان کہا جاتا ہے۔

کتاب ہدایت قرآن مجید میں بیس سے زیادہ مقامات پر اس جماعت کا ذکر ملتا ہے جنھوں نے اپنے قلوب کو قبولی حق کے لئے مستعد کرر کھا ہے اپنے تمام جذبے اور تمام قوتیں اللہ رب العالمین کی جانب اور اس کی رضا کو طلب کرنے کے لئے وقف کر دیئے ہیں۔ اس لئے رب کریم نے انہیں دوست کہہ کر مخاطب کیا ہے اور انہیں اپنا ساتھی بنایاہے ارشاد ربانی ہے اللہ ولی المومنین۔

اولیاء اللہ اور اولیاء شیطان میں حد فاصل اور بالا امتیاز فرق کو بھی رب کریم نے ظاہر فرمایا اور اس کے لئے پہچان اور کسوٹی مقرر فرمادی آیت کریمہ قل یا ایھا الذین ھا دوا ان زعتمم انکتم اولیاء اللہ کا مطالعہ اس حقیقت کو واضح کر دیتاہے۔ اس کے بعد فرمایا جارہاہے۔ وَلاَ یتخو نہ ابدا بما قدمت ایدھم و اللہ علیم بالظالمین ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ والوں کو جب جان دینے اور زندگی کی لذتوں سے کنارہ کشی کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ تو وہ اس کی جانب لبیک کہتے ہوئے دوڑتے ہیں لیکن جھوٹے اور اللہ تعالیٰ کی روشنی سے محروم اس عمل سے انکاری ہو جاتے ہیں۔

یہ بات ظاہر وباہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دوست اور دلی وہ ہیں جو اس کے لئے، کلمہ حق کے لئے جان دینے ،خون دینے خون بہانے اور خود کو مہلک مشقوں میں ڈالنے، زندگی کی عیش و آرام سے محروم ہو جانے سے بھی دریغ نہیں کرتے لیکن اس دوسرے گروہ کے بارے میں رب کریم نے ارشاد فرمایا دیا۔ان جعلنا الشیاطین اولیاء الذین لایو منون اولیاء اللہ ایسے عہد میں ہوتے ہیں، جبکہ حق وصداقت محدود اور باطل عام ہوتا ہے ۔ تاریکی پھیلنے لگتی ہے، اور گوشہ ٔروشنی سے محروم ہونے لگتے ہیں، اس وقت میں دست قدرت چمکتا ہے جو تاریکیوں سے نکال کر نورانیت کی طرف متوجہ کرتا ہے عالم اسباب میں رب کریم بندگان خدا کی ہدایت ورہنمائی کے لئے اولیاء اللہ کو سبب ہدایت بناتا ہے۔

یہ اولیاء علم شریعت کے ماہر ہوتے ہیں اور طریقت کے بحر ناپید اکنار کے غواص بھی، یہ حضرات معرفت الٰہی کی اس صراط مستقیم کی طرف متوجہ ہیں جو مدینہ طیبہ سے ہو کر عرش اعظم تک جاتی ہے۔ اس راہ پر گامزن ہوئے بغیر راز الٰہی کو معلوم کرنا اور دربارِ الٰہی تک رسائی حاصل کرنا محال اور ناممکن، جس نے جو کچھ پایا ہے اور پانا ہے وہ اس راہ پر چل کر ممکن ہے اس راہ پر گامزن ہوئے بغیر راز و نیاز کے دعوی کھلی جہالت اور صریح ہلاکت۔

موجودہ دور میں بعض لوگوں نے انحراف شریعت اور استخفاف سنت کا نام طریقت رکھا اور یہ کہنے میں انہیں کوئی باک نہیں ہوتا ہے۔ کہ شریعت و طریقت الگ الگ دو جُدا راہیں ہیں حقیقت یہ ہے کہ وہ شریعت و طریقت کے مفہوم سے ہی واقف نہیں ان دونوں الفاظ کے درمیان جو فرق ہے اس کے متعلق نہ تو جانتے ہیں اور نہ جاننا چاہتے ہیں یہ تو صاحبان بصیرت ہی جانتے ہیں جنہیں ایک طرف تو علوم شریعہ پر پورا عبور ہے تو دوسری جانب طریقت کے رموز سے بھی واقف ہیں ان کے علم میں اصلاحات شریعت و طریقت ہیں انہیں یہ معلوم ہے کہ

اتباع کا نام شریعت ہے	تو انقطاع طریقت ہے
اطلاع حقیقت ہے	تو متاع معرفت ہے
بندگی شریعت ہے	ترک خودی طریقت ہے

گویا شریعت وہ ہے جس نے وجود باری کا درس دیا اس کی تلاش و جستجو کے اصول و قواعد بنائے مخلوق پرستی کے جال سے نکال کر بھٹکی ہوئی انسانیت کو خالق و مالک سے شناسا ہونے کی دعوت دی اس کے بانداز دِگر یوں کہیں کہ توحید الٰہی کی اساس اصل شریعت ہے اور طریقت شریعت کے فرمودہ اصولوں پر چلنے کا نام ہے لہٰذا شریعت پر چل کر کر طریقت کو حاصل کر کے حقیقت پر پہنچ سکے گا۔

ماضی کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہو گا کہ وہ تمام ہستیاں جن پر طریقت کی تعلیم کی ذمہ داری رہی ہے وہ تمام کے تمام ایک طرف تو قطب وقت اور غوث دوران رہے ہیں۔ تو دوسری طرف مسند تعلیم کو زینت بخشتے رہے ہیں۔ موجودہ زمانہ میں جو حضرات علم شریعت سے آگاہ تھے یا ہیں۔ اور انہوں نے راہ طریقت کو اپنایا تو اپنے علم کی روشنی سے جادہ طریقت کے لئے راہ تلاش کی ہے مجھے یہاں ایسے حضرات کی فہرست پیش نہیں کرنی بلکہ ایک ہستی کے بارے میں بتانا ہے۔ جو شریعت کی راہ پر گامزن رہے اور طریقت کی منازل سے دوسروں کو روشناس کراتے رہے۔ وہ شخصیت جناب محترم حضرت علامہ مولانا حافظ قاری محمد مصلح الدین صاحب صدیقی کی ہے۔ جس کی تفاصیل کو ضبط تحریر میں لانا چاہوں تو صفحات پر ہوتے چلے جائیں گے لیکن موضوع کی تشنگی باقی رہے گی۔ اس لئے اس صرف نظر کرتے ہوئے اصل موضوع کی طرف رجوع ہوتا ہوں۔

قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تقریباً تیس سال سے نیاز حاصل رہا۔

میں نے ان کا وہ دور بھی دیکھا جب وہ دار العلوم مظہر یہ جو جامع مسجد آرام باغ میں قائم ہوا تھا (لیکن بعض ناگفتہ بہ حالات کی وجہ سے بند ہوا) میں قرآن و حدیث کا درس دیتے تھے اس کے بعد دار العلوم امجد یہ میں درس کے فرائض انجام دیتے رہے قرآن و حدیث کے درس سے روحانی مدارج طے کرتے ہوئے جب طریقت کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہوئے اور ان کی روحانی مصروفیات اور رجوع خلق نے اتنی مہلت نہ دی تو صرف طریقت کی راہ اپنالی۔

اور اس میں بھی ایک جذبہ کار فرما نظر آتا ہے کہ عوام کو ایسے حضرات کے چنگل میں نہ جانے دیا جائے جو شریعت کے زینہ کو چھوڑ کر طریقت کی چھت پر جانا چاہتے ہیں۔ یہاں اس بات کے ثبوت میں ایک واقعہ خود ستائی اور تفاخر کے طور پر نہیں بلکہ اظہار حقیقت کے طور پر لکھنا نا مناسب نہ ہو گا۔

راقم الحروف کے پاس ایک صاحب تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ میرے پیر صاحب نے مجھے نماز عصر کے بعد دو رکعت نفل پڑھ کر اس وظیفہ کو پڑھنے کے لیے فرمایا ہے۔ یہ سنکر بے ساختہ میری زبان سے نکلا کہ وہ کون جاہل ہے۔ جس نے نماز عصر کے بعد آپ کو نفل پڑھنے کے لئے کہا ہے۔ تو ان صاحب نے مجھ سے فرمایا جب آپ جیسے مجاز و ماذون اس میدان میں آگے نہ آئیں گے تو عوام کا واسطہ ایسے ہی جہال سے رہے گا۔ میرے یقین کے مطابق قاری صاحب نے اس خار دار وادی پر اس لئے قدم رکھا تا کہ اصلاح حال میں دقت اور پریشانی نہ ہو۔

قاری صاحب نے شریعت و طریقت کی تعلیم کے لئے کراچی کی ایسی سنگلاخ وادی میں اپنا مرکز رشد و ہدایت قائم کیا جس پر انہیں جتنا بھی خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ پہلے اخوند مسجد کو مرکز تبلیغ ورشد و ہدایت بنایا اور طویل عرصہ تک وہاں طریقت و شریعت کی تعلیم دیتے رہے اس کے بعد کھوڑی گارڈن میں تعمیر شدہ مسجد کو مرکزی حیثیت دلائی اور اس کو علوم ظاہری و باطنی کی تعلیم کا گہوارہ بنایا۔

قاری صاحب کی زندگی کے ادوار پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نے انہیں پچاس کی دھائی میں دیکھا اور پھر اس نے ہی ۸۰ کی دھائی کے ابتدائی سال میں دیکھا تو ان کی سادگی رہن سہن انداز و اطوار میں صرف تفاوت عمر کے سوا اور کوئی فرق محسوس نہ ہوا ہو گا۔

قاری صاحب کی ایک خصوصیت جو انہیں اس منزل پر پہچانے میں ممد و معاون بھی ہے وہ عشق رسول ﷺ کا وہ بے انتہا جذبہ تھا۔ جو انکی ہر ادا سے ظاہر ہوتا تھا۔ کوئی گفتگو ایسی نہ ہوتی جس میں سرکار ابد قرار ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ عقیدتمندی اور رشتہ غلامی کے استحکام کا تذکرہ نہ ہوتا ہو سرزمین مدینہ طیبہ پر ان کی کیفیت قابل دید ہوا کرتی تھی یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک نعمت حاصل ہوئی ہے۔

زمانہ کی روش یہ ہے کہ ایسے مضامین کہتے وقت یا ایسے مواقع پر تقریروں میں خراج عقیدت پیش کرتے وقت ہر شخص ایسی شخصیت کے ساتھ اپنے روابط کا ذکر کرتا ہے اور ان کے بارے میں رطب اللسان ہونے کی بجائے اپنی قصیدہ خوانی کیا کرتا ہے مجھے اس موقعہ پر یہ کہہ کر کہ میرے تعلقات قاری صاحب سے ایسے تھے۔ مضمون کو طویل کرنا اور اپنی تعریف و توصیف کرنا مقصد نہیں میں اس سلسلہ میں صرف اتنا ہی عرض کرنا چاہوں گا کہ اس قحط الرجال کے دور میں ایسے افراد کم نظر آتے ہیں جو عام لوگوں کے اذہان پر بھی ایسا تاثر چھوڑتے ہیں جو نہ مٹائے مٹتا ہے اور بھلائے بھول میں پڑتا ہے۔ مجھے اس بات کا احساس ہے کہ قاری صاحب کے متعلقین اور مخلصین ان کی سیرت کے مختلف گوشوں پر تفصیلی روشنی ڈالیں گے اس لئے اعادہ کی ضرورت نہیں کرتا صرف اتنا ہی کہنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ ایک مرد مومن میں جو صفات ہونی چاہئیں۔ وہ قاری صاحب میں موجود تھیں لیکن شریعت و طریقت کی تعلیم و تبلیغ رشد وہدایت ان کی اضافی خوبیاں تھیں، جنکو انہوں نے بحسن وخوبی انجام دیا۔ اور اسی مشن کی تکمیل میں جانِ جان آفرین کی سپرد فرمائی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را۔

آخر میں اس امر کا اظہار کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ چند سطور قاری صاحب کے ایک مخلص کے اصرار پر قلم برداشتہ لکھ دیں ہیں ممکن ہے کہ میری بعض باتیں بعض طبع نازک پر گراں گزریں لیکن یہ جس شخصیت کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے لکھی گئی ہیں وہ حق گو اور حق شناس تھے۔ دینی معاملات پر بلا خوف وتردد حقیقت کا اظہار فرماتے تھے۔ اور عقیدہ کے معاملہ میں کسی مواہنت کو گوارا نہ کرتے تھے اس لئے میں نے بھی اس رنگ کو اختیار کرتے ہوئے جو کچھ بھی ان کے بارے میں ذہن میں آتا رہا اس کو صفحہ قرطاس پر منتقل کرتا رہا ہوں اگر اس کے باوجود کوئی خلش کسی قلب پر باقی ہو تو اس حقیقت گوئی پر معذرت نامناسب ہوتے ہوئے بھی معذرت خواہ ہوں۔

اخلاص نیت کا خاص انعام

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا و مولیٰصلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب مجھے یمن بھیج رہے تھے تو میں نے نصیحت کی درخواست کی، آپ نے ارشاد فرمایا، اپنے دین میں اخلاص پیدا کرو یعنی جو عمل بھی کرو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے کرو تو تھوڑا عمل بھی تمہاری نجات کے لئے کافی ہوگا۔ (الترغیب والترہیب، اخلص دینک یکفیک العمل، ۱ / ۲۲)

مولانا محمد حسن حقانی بیان کرتے ہیں

ملاقات: سراج الدین امجدی محمد ادریس قادری

مولانا محمد حسن حقانی موضع ٹانڈا ضلع فیص آباد میں ۱۹۳۰ء میں پیدا ہوئے۔ جہاں آپ کے والد ماجد مفتی عبد الحفیظ مدرس تھے ابتداء میں قرآن حکیم حفظ کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوسکے والد ماجد کے قیام آگرہ اور امر تسر کے زمانہ میں درس نظامی کی کتابیں پڑھتے رہے۔ مولوی، عالم اور ۱۹۵۱ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۵۴ء میں انٹر پاس کیا ۱۹۵۵ء میں والد ماجد کے ہمراہ پاکستان آئے اور انوار العلوم ملتان میں والد ماجد مفتی عبد الحفیظ ، مفتی سید مسعود علی، مفتی امیر علی اور علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی سے کتابیں مکمل کیں دورہ حدیث کر ہی رہے تھے کہ والد ماجد کا انتقال ہو گیا چنانچہ ۱۹۵۸ء میں کراچی آے دار العلوم امجدیہ میں دورہ حدیث کیا، فراغت کے بعد اسلامیہ سیکنڈری اسکول لیاقت آباد میں ماسٹر ہو گئے اور ساتھ ہی مکرانی مسجد پیر الہی بخش کالونی میں امامت کرتے رہے۔ دار العلوم امجدیہ سے انتظامی وابستگی بھی رکھی، ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں صوبائی اسمبلی سندھ کے ممبر منتخب ہوئے اور ملک و ملت کے لئے بیش بہا خدمات انجام دیں۔ ۱۹۷۷ء میں قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے آج کل مدنی مسجد گلشن اقبال میں امامت کر رہے ہیں اور دار العلوم امجدیہ سے انتظامی وابستگی بھی ہے آپ حضرت قاری مصلح الدین صدیقی کے اہم تلامذہ میں سے ہیں۔

سوال: آپ کی حضرت قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمتہ اللہ علیہ سے پہلی ملاقات کب، کہاں اور کیسے ہوئی تھی؟

جواب: حضرت قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے پہلی ملاقات کا شرف غالباً ۱۹۵۵ء میں کراچی آرام باغ میں ہوا۔ اور اس ضمن میں تفصیل یہ ہے کہ والد ماجد ۱۹۵۵ء میں جب کراچی آئے تو حضرت مفتی مظہر اللہ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مرید کی ایماء پر آرام باغ کراچی کی مسجد میں دار العلوم مظہر یہ والد صاحب کی نگرانی میں قائم ہوا۔ اور والد صاحب یہاں صدر مدرس کی حیثیت سے تھے جب کہ حضرت قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمتہ اللہ علیہ یہاں بحیثیت مدرس والد صاحب کے ہمراہ تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے۔ اور جب قاری صاحب علیہ الرحمتہ کا تقرر ہوا۔ تو میں مدرسے کے اوپر ہی قیام پذیر تھا۔ لہٰذا پہلی ملاقات قاری صاحب سے ہوئی اور یہ پہلی ملاقات بعد میں قربتوں میں تبدیل ہو گئی اور قاری صاحب سے فن تجوید و قرآت کی شاگردگی کا بھی شرف حاصل ہوا۔

سوال: کیا حضرت قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمتہ اللہ علیہ نے پاکستان آنے کے بعد اپنی تدریسی زندگی کا دوبارہ سلسلہ دار العلوم مظہر یہ آرام باغ سے شروع کیا؟

جواب: اگر چہ حضرت قاری محمد مصلح الدین رحمتہ اللہ علیہ میرے آنے سے پہلے ہی پاکستان تشریف لا چکے تھے اور ۱۹۴۷ء میں دار العلوم امجد یہ آرام باغ میں اس معنوں میں تو قائم ہو چکا تھا کہ مفتی ظفر علی نعمانی خود ہی تدریسی خدمات انجام دیتے تھے۔ اور تنہا ہی دار العلوم کی خدمت کر رہے تھے لیکن جب ۱۹۵۸ء میں با قاعدہ دار العلوم امجد یہ میں درس و تدریس کا آغاز ہوا۔ جب کہ نومبر ۱۹۵۷ء میں کراچی کی نامناسب آب وہوا اور غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی صاحب کے مسلسل اصرار پر والد صاحب دار العلوم انوار العلوم ملتان تشریف لے گئے اور اس قلیل عرصے میں دار العلوم مظہر یہ بھی صحیح معنوں میں قائم بھی نہ ہو سکا تھا لیکن باوجود اس کے حضرت قاری مصلح الدین رحمتہ اللہ علیہ اور بدایوں کے مولانا غلام یٰسین صاحب کچھ دنوں تک دار العلوم مظہر یہ میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے لیکن جب ۱۹۵۸ء میں دار العلوم امجد یہ میں شیخ الحدیث علامہ عبد المصطفیٰ ازہری صاحب و دیگر اساتذہ کرام کی با قاعدہ تقرری ہوئی تو پھر حضرت قاری محمد مصلح الدین رحمتہ اللہ علیہ کا امجد یہ میں تقرر ہو گیا۔

اور ۱۹۶۸ء کے آخر میں جب دار العلوم امجد یہ میں دورۂ حدیث کا طالب علم تھا۔ تو قاری صاحب بحیثیت مدرس دار العلوم امجد یہ میں خدمت انجام دے رہے تھے۔ لیکن یہ صحیح یاد نہیں کہوہ دار العلوم مظہر یہ سے دار العلوم امجد یہ میں کب بحیثیت مدرس تشریف لائے ویسے یہ درمیانی مدت زیادہ سے زیادہ چھ ماہ کی ہو گی۔

سوال: تو کیا حضرت قاری مصلح الدین رحمتہ اللہ علیہ سے قربت اور شاگردی کا اعزاز امجد یہ میں حاصل ہوا کچھ اس کی تفصیل!

جواب: جی ہاں دار لعلوم امجد یہ میں حضرت قاری محمد مصلح الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ شروع میں فن تجدید و قراءت بھی پڑھایا کرتے تھے اور میں نے اسی زمانے میں مکرانی مسجد پیر الہیٰ بخش کالونی میں امامت شروع کی تھی کچھ تجوید میں نے پہلے پڑھی تھی لیکن کئی ماہ تک قرآت کی مشق حضرت قاری محمد مصلح الدین رحمتہ اللہ علیہ سے کی اور اسی نسبت سے وہ میرے اساتذہ میں سے ہیں۔

سوال: حضرت قاری محمد مصلح الدین رحمتہ اللہ علیہ کی ابتدائی زندگی کے بارے میں آپ کو کیا معلومات ہے؟

جواب: ابتدائی زندگی کے بارے میں تو زیادہ علم نہیں ہے البتہ لوگوں کے ذریعے اور خود حضرت قاری مصلح الدین رحمتہ اللہ علیہ کے بیان کردہ واقعات کے مطابق دار العلوم اشرفیہ مبارکپور سے تعلیم حضرت نے مکمل کی اور بعد میں غالباً ناگپور تشریف لے گئے اور ناگپور میں قیام کے بعد ہی شاید آپ پاکستان تشریف لائے۔ لیکن یہ نہیں معلوم کے

کون سے سن میں آپ پاکستان تشریف لائے۔ مفتی ظفر علی نعمانی، حضرت کے ساتھ پڑھنے والوں میں سے ہیں۔ زیادہ تفصیلی حالات وواقعات مفتی صاحب کے علم میں ہوں گے لیکن حضرت قاری مصلح الدین رحمتہ اللہ علیہ اساتذہ کے احترام میں یکتا تھے اور خود فرمایا کرتے تھے کہ ان کے اساتذہ نے بالخصوص حضرت حافظ ملت نے انہیں بڑی شفقت اور محبت سے پڑھایا ہے۔اور اکثر اپنے اسباق وغیرہ کا بھی ذکر فرمایا کرتے تھے۔

سوال: حضرت قاری محمد مصلح الدین رحمتہ اللہ علیہ اپنے مرشد گرامی ودیگر بزرگان دین سے کتنی محبت وعقیدت رکھا کرتے تھے۔

جواب: حضرت قاری محمد مصلح الدین رحمتہ اللہ علیہ اپنے پیرومرشد حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی رحمتہ اللہ علیہ سے بے حد عقیدت ومحبت اور دلی لگاؤ رکھتے تھے اور ان کی تعظیم وتکریم میں بھی اپنی مثال آپ تھے اور اسی نسبت سے مرشد کے صاحبزادگان کا بھی بڑا احترام فرماتے تھے اور اپنے اکابر میں مرشد گرامی کے بعد حضرت محدث اعظم رحمتہ اللہ علیہ اور ان سے نسبت رکھنے والے تمام بزرگانِ دین اور اسلاف سے بے حد عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔

سوال: حضرت قاری مصلح الدین رحمتہ اللہ علیہ کی حیات کے بارے میں مجموعی طور پر آپ کی کیارائے ہے؟اورآپ کے حضرت سے تعلقات کیسے تھے؟

جواب: حضرت قاری محمد مصلح الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بڑے نیک پارسا اور بہت متقی،اور پرہیز گاری کا یہ عالم تھا کہ کوئی سبق بغیر وضو کے نہیں پڑھاتے اور نہ بے وضو رہتے۔ صبح خالی پیریڈ میں دار العلوم امجدیہ میں چاشت کی نماز کی ادائیگی آپ کا معمول تھی میرے ساتھ قاری مصلح الدین رحمتہ اللہ علیہ بڑی شفقت فرماتے تھے کیونکہ وہ بڑے شریف الطبع اور حلم وبربادی کے مالک تھے۔ گوکہ ظرافت اُن میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ بہت کم گو تھے۔ ان کے تمام معاملات میں سنجیدگی اور متانت تھی اور ظرافت بھی فرماتے تو معمولی سا تبسم فرماکر ظرافت کا اظہار فرماتے۔ذاتی طور پر حضرت بڑی خصوصیات کے مالک تھے اپنے معمولات کو انہوں نے ہمیشہ بڑی خوبصورتی سے نبھایا ہے وہ ایک زمانے میں کثرت بھی فرماتے تھے اور اسی ضمن میں ایک واقعہ آپ کے حادثہ کا ہے آپ کی ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی تو فرمایا کہ کثرتی جسم ہونے کی بناپر تھوڑی سے ٹوٹ کر رہ گئی ورنہ چور چور ہو جاتی ویسے بعد میں حضرت کو چلنے میں تکلیف ہوتی تھی۔ جبکہ انہوں نے تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ امامت وخطابت اور بندگان خدا کی خدمت مسلسل انجام دی ہیں اور اس سلسلے میں اکثر اور بسا اوقات خاص مواقعوں پر نقش اور دعا وغیرہ کے لئے میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا اور حضرت کی عنایت تھی کہ میں ہمیشہ بفضلہ تعالیٰ فیضیاب ہوا ہوں حضرت سے تعلقات اس اعتبار سے بڑے خصوصی قسم کے تھے۔ اور حضرت کا برتاؤ میرے ساتھ ہمیشہ مشفقانہ رہا ہے اور

بہت سارے معاملات میں وہ بلا تکلف بھی فرما دیا کرتے تھے حضرت کی دار العلوم امجدیہ سے روانگی کا معمول روزانہ ہونے کا ۱۲ بجکر ۵۵ منٹ پر رہا ہے، تاکہ ظہر کی نماز آسانی سے پڑھا سکیں اور یہ ان کی وضعداری تھی کہ باوجود اس کے کہ بہت نیک آدمی تھے۔ مریدی کا سلسلہ تھا۔ لیکن معمول کے مطابق بس میں سفر فرمایا کرتے تھے اور جب سی پی برار سوسائٹی میں مکان بنوا لیا تھا۔ تو کبھی کوئی آکر لے جاتا تھا کبھی رکشے میں یا کبھی بس سے دھوراجی کے اسٹاپ تک تشریف لے جاتے اور پھر وہاں سے پیدل سفر کرتے تھے۔

سوال: حضرت قاری محمد مصلح الدین رحمتہ اللہ علیہ نے دار العلوم امجدیہ میں جو تدریسی خدمات انجام دیں اس کی تفصیلات شاگردوں کی تعداد اور تفصیلات پر کچھ روشنی ڈالیں؟

جواب: اتنے کم وقت میں قاری صاحب کی طویل تدریسی زندگی کا احاطہ ممکن نہیں لیکن دار العلوم امجدیہ میں آپ کی تدریسی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ دار العلوم امجدیہ میں ابتدائی کتب سے لیکر بڑی کتب تک کے درس دیئے اور امجدیہ کے ابتدائی دور میں شعبہ تجوید اور چند کتابیں قاری صاحب پڑھاتے رہے لیکن ۱۹۶۸ء یا ۱۹۶۹ء میں جب قاری خیر محمد چشتی صاحب کا تقرر کیا گیا تو قاری صاحب سے شعبہ تجوید و قرات لیکر کتب میں اضافہ کر دیا گیا۔ حضرت منطق اور فلسفے سے زیادہ شغف نہیں رکھتے تھے لیکن کچھ مضامین ایسے بھی تھے جن کو پڑھانے کے لئے خود خواہش ظاہر فرمایا کرتے تھے۔ اور ان کتب میں دو کتابیں خاص طور پر پڑھانا پسند کرتے تھے۔ اس میں سے ایک تفسیر جلالین اور دوسری مشکوٰۃ شریف ہے اور ۱۹۶۴ء سے ۱۹۷۴ء تک تفسیر جلالین اور مشکوٰۃ شریف باقاعدگی سے پڑھائیں۔ جبکہ اصول فقہ کی کتابیں بھی آپ پڑھاتے تھے۔ اور اصول شاشی اور شرح وقایہ، شرح کامل اور ہدایتہ اولین جو فقہ کی آخری کتاب ہے پڑھاتے تھے۔

اور جن طلباء نے حضرت سے تعلیم حاصل کی ہے انہوں نے تعلیم تو حاصل کی ہی کی تربیت بھی حاصل کی ہے قاری صاحب کا رویہ اپنے شاگردوں کے ساتھ بڑا مشفقانہ ہوتا تھا اور دوران تعلیم ہی وہ طلباء کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی سیرت و کردار پر بھی خصوصی توجہ دیا کرتے تھے۔ اس اعتبار سے ان کے شاگردوں کو دو چیزیں ملیں علم اور تربیت، ۱۹۵۹ء میں جب امجدیہ نے مکمل طور پر تعلیمی سرگرمی کا آغاز کیا تو اس اعتبار سے دیکھا جائے تو قاری صاحب کے شاگردوں کی تعداد سینکڑوں میں نہیں بلکہ ہزاروں میں کہی جاسکتی ہے۔ کیونکہ امجدیہ کے ہر طالب علم نے درجہ ثانیہ اور ثالثہ کے بعد قاری صاحب سے ضرور پڑھا ہے۔ اس وقت جو نام میرے ذہن میں ان کے تلامذہ کے ہیں اور وہ جہاں خدمات انجام دے رہے ہیں اس کی مختصر تفصیل بتاتا چلوں۔

۱۔ مولانا عبد الباری صدیقی لیکچرار اسلامیہ کالج کراچی

۲۔ مولانا احمد میاں برکاتی مہتمم دار العلوم احسن البرکات حیدر آباد

۳۔ مولانا عبد العزیز حنفی مدرس دار العلوم امجدیہ امام وخطیب مسجد فاروق اعظم مسجد۔

۴۔ مولانا حبیب احمد مدرس دار العلوم امجدیہ و ٹیچر سیکنڈری اسکول۔

۵۔ قاری مقصود الاسلام مدرس دار العلوم امجدیہ خطیب وامام وارثی جامع مسجد حسرت موہانی کالونی۔

۶۔ مولانا شاہدین اشرفی خطیب وامام قوت الاسلام مسجد لیاقت آباد

۷۔ مولانا مختار احمد قادری مدرس دار العلوم امجدیہ (سانحہ نشتر پارک میں شہید ہو گئے)

۸۔ مولانا افتخار احمد مدرس دار العلوم امجدیہ کراچی (سابق شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ)

۹۔ مولانا محمد فاروق القادری مدرس دار العلوم امجدیہ کراچی۔

۱۰۔ مولانا محمد اسماعیل مدرس دار العلوم امجدیہ کراچی۔ (موجودہ شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ)

۱۱۔ مولانا حافظ احمد میاں دہلوی جو انتقال کر گئے۔

۱۲۔ مولانا عبد الستار اشرف مدرس و منتظم دار العلوم امجدیہ

۱۳۔ مولانا محمد قاسم بروہی حال ہی میں بلوچستان میں مدرسہ قائم کیا ہے اور حضرت قاری صاحب کے مرید خاص بھی ہیں۔ تبلیغ دین کا شوق رکھتے ہیں قلات کے ایک گاؤں نیمرغ میں مدرسہ قائم کیا ہے۔ اور اس میں علوم اسلامیہ کی تدریس کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ترقی و عروج عطا فرمائے ہماری دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔

اطاعت رسولصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرمایہ آخرت ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن نبی اکرمصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے تو فرمایا، لوگو! بیٹھ جائو، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن لیا (آپ اس وقت مسجد میں داخل ہو رہے تھے) تو آپ مسجد کے دروازے پر ہی بیٹھ گئے (کہ مبادا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ہو اور کہیں وہ نافرمانی کے مرتکب ہو جائیں)، رسول اللہصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو فرمایا، اے عبد اللہ بن مسعود آجائو (یعنی یہ فرمان تمہارے لئے نہیں تھا)۔

(ابو داود، کتاب الصلوۃ، باب الامام یکلم الرجل فی الخطبۃ، ۱/ ۴۰۵، حدیث: ۱۰۹۱)

گلشن رضویہ کے دو پھول

سیدی قطب مدینہ علیہ الرحمہ اور حضرت مصلح اہلسنّت علیہ الرحمہ

سید محمد مبشر قادری

دین مصطفیٰ ﷺ کے چمن کی آبیاری کرنے والے مخلصین باغبانوں میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا مقام و مرتبہ یہ ہے کہ باغبانی کرتے کرتے اپنے جمالیاتی ذوق و شوق کا گلشن اسلامیان عرب تا ہند مہکایا اور اسی گلشن رضویہ کے دو پھول قطب مدینہ قدس سرہ دنیائے عرب میں مہکتے رہے جبکہ قاری مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ نے پاک و ہند کے جوار و دیار میں بسنے والوں کی مشام جاں کو معطر کیا۔

حضرت مصلح اہلسنّت علیہ الرحمہ کی سیدی قطب مدینہ علیہ الرحمہ سے پہلی ملاقات ۱۹۵۴ء کے سفر حج میں ہوئی جہاں آپ نے مدینہ منورہ میں سیدی قطب مدینہ کی زیارت کی جس کا ذکر آپ خود اس طرح فرماتے ہیں کہ

”حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ سے ۱۹۵۴ء میں جب یہ فقیر پہلی مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری کے لیے گیا تو مکہ مکرمہ کی حاضری کے بعد مدینہ منورہ پہنچے تو پہلے ہی سے یہ معلوم تھا کہ اعلیٰ حضرت کے نہایت ہی معمر خلیفہ مدینہ منورہ میں موجود ہیں، لہٰذا ان کی خدمت میں حاضری دی، پہلی حاضری میں حضرت کی شخصیت اور حضرت کی بزرگی کا دل پر اس قدر گہرا اثر پڑا کہ صبح و شام آپ کی بارگاہ میں حاضری ہوتی رہتی“۔ (خطاب ۱۹۷۴ء، بحوالہ انوار قطب مدینہ صفحہ ۳۲۹)

حضرت مصلح اہلسنّت علیہ الرحمہ مدینہ منورہ قیام کے دوران حاضری دربار رسالت مآب ﷺ کے بعد سب سے زیادہ وقت سیدی قطب مدینہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں دیتے اور سیدی قطب مدینہ علیہ الرحمہ کی خانقاہ ہی میں قیام کرتے۔

ایک روز حضرت مصلح اہلسنّت علیہ الرحمہ نے سیدی قطب مدینہ علیہ الرحمہ سے عرض کیا کہ ہمیں اپنے ساتھ سرکار ﷺ کے دربار میں حاضری کا شرف بخشیں! سیدی قطب مدینہ علیہ الرحمہ نے ان کی درخواست کو قبول فرمایا اور اپنے ساتھ لے کر سرکار ﷺ کے روضہ انور پر حاضری دی، بارگاہ رسالت میں ہدیہ صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کے بعد امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حضور نذرانہ عقیدت و سلام پیش کیا، اس کے بعد بقیع شریف گئے۔ (تذکرہ مصلح اہلسنّت، علامہ بدر القادری، صفحہ ۱۷)

سیدی قطب مدینہ علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں جو بھی اکتساب فیض کے لیے آتا تو حضرت ان سے بڑی محبت وشفقت سے پیش آتے اور انہیں اپنے مکان جنت نشان میں کھانے کی دعوت کے ساتھ ساتھ بعد عشاء روزانہ بلاناغہ ہونے والی محفل میلاد میں شرکت کی دعوت دیتے۔ حضرت مصلح اہلسنّت علیہ الرحمہ بھی دوران قیام محفل میلاد میں شرکت کی دعوت دیتے۔ حضرت مصلح اہلسنّت فرماتے ہیں کہ !" ۱۹۵۴ء میں اس فقیر کو حاضری کا موقع ملا تو حضرت فرماتے ہیں! قاری صاحب ہم کو راحت پہنچایئے اور قرآن کی تلاوت کیجئے یا حضور تاجدار مدینہ ﷺ کی نعت پڑھیے۔" (خطاب ۱۹۷۴ء، بحوالہ انوار قطب مدینہ صفحہ ۶۹)

سیدی قطب مدینہ علیہ الرحمہ اپنی مجالس میلاد میں حضرت مصلح اہلسنّت علیہ الرحمہ سے زیادہ نعت سماعت فرماتے تھے۔ حضرت مصلح اہلسنّت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ "قطب مدینہ علیہ الرحمہ کو خصوصیت کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی نعت سننے کا بڑا اشتیاق تھا، چنانچہ جب بھی آپ کی خدمت میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا تو آپ ہمیشہ فرمائش کرتے تھے۔"

جمیل ملت حضرت علامہ جمیل احمد نعیمی ضیائی مدظلہ العالی اپنے ایک خطاب میں فرماتے ہیں کہ "۱۹۸۰ء کا ایک واقعہ ہے کہ جب زیارت حرمین شریفین کا شرف اس فقیر کو بھی حاصل ہوا اور میرے پیر و مرشد حضرت علامہ ضیاء الدین صاحب قطب مدینہ علیہ الرحمہ کے یہاں جیسا کہ معمول تھا نماز عشاء کے بعد محفل میلاد ہوا کرتی تھی۔ آندھی آئے... طوفان آئے... گرمی ہو... سردی ہو... حرارت ہو... برودت ہو... کسی قسم کی کوئی صورت ہو... لیکن حضرت کے یہاں میلاد شریف کا کبھی ناغہ ان آنکھوں نے نہیں دیکھا۔ حضرت قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ بھی وہاں تشریف لائے، حضرت علامہ شیخ الحدیث والتفسیر مولانا سید احمد سعید صاحب کاظمی علیہ الرحمہ اور بریلی شریف اور ہندوستان سے تشریف لائے ہوئے بعض علماء اور پاکستان سے بعض علماء جو تشریف لے گئے تھے، جب قاری صاحب علیہ الرحمہ سے فرمائش کی گئی تھی اور انہوں نے حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ کے مکان میں وہ نعت شریف پڑھی جس کا مطلع یہ ہے۔

دل درد سے بسمل کی طرح لوٹ رہا ہو   سینے پہ تسلی کو تیرا ہاتھ دھرا ہو

تو نہ صرف یہ کہ ہندوستان اور پاکستان کے علماء ان کی نعت شریف کو... ان کے انداز کو ان کی والہانہ کیفیت کو... ان کی اس وارفتگی کو دیکھ کر حیرت زدہ تھے بلکہ شام کے علماء اور مصر کے جو علماء تھے وہ بھی حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ کی آواز سے متاثر ہو کر عشق رسول میں سبھی تڑپ اور مچل رہے تھے۔" (تذکرہ مولانا قاری مصلح الدین صدیقی، ڈاکٹر جلال الدین، صفحہ ۵۶)

حضرت مصلح اہلسنّت علیہ الرحمہ نے ۱۹۷۰ء کے حج کے مبارک ایام بھی سیدی قطب مدینہ علیہ الرحمہ کے ہمراہ گزارے جس کا ذکر حضرت مصلح اہلسنّت خود فرماتے ہیں کہ !" ۱۹۷۰ء میں یہ فقیر حاضر ہوا تھا تو بھائی حاجی انور توکل کے ساتھ ہم مولانا کو اپنی گاڑی میں لے کر مکہ مکرمہ بھی گئے... وہاں سے منیٰ و عرفات بھی گئے... تمام مقامات مقدسہ کی زیارت کی... اس موقع پر مولانا کو شب و روز دیکھنے کا موقع ملا... مولانا کی خوبیاں کیا بیان کی جائیں کہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ وظائف میں مصروف رہتے... یا ذکر قلبی میں مصروف ہوتے تھے... اور اگر چپ بھی بیٹھتے تو یوں لگتا کہ آپ کا قلب ذکر الٰہی میں مشغول ہے اور وہ اللہ اللہ کر رہا ہے... مزدلفہ کی رات بھی عجیب رات تھی مولانا باوجود کمزوری کے بڑھاپے میں کمبل کے کندھے تک اوڑھ کر ذکر الٰہی میں مصروف رہے اور زار و قطار آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے... منی میں محفل پاک منعقد ہوتی تھی اور وہاں بہت سے لوگ نعت پڑھنے کے لیے آتے... مولانا کی تشریف آوری کا سن کر دور دور سے لوگ آتے اور مولانا کی خدمت میں حاضر ہو کر جاتے تھے۔

(خطاب ۱۹۷۴ء، بحوالہ انوار قطب مدینہ صفحہ ۳۷۱)

سیدی قطب مدینہ علیہ الرحمہ کو بھی حضرت مصلح اہلسنّت سے بڑی محبت تھی، حضرت مصلح اہلسنّت فرماتے ہیں کہ حضرت ضیاء الملت علیہ الرحمہ اپنے کرم خاص سے فرماتے کہ " میرے تمام مریدین آپ کے ہیں۔"
(تذکرہ مصلح اہلسنّت، علامہ بدر القادری، صفحہ ۱۷)

سیدی قطب مدینہ علیہ الرحمہ حضرت مصلح اہلسنّت علیہ الرحمہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ !" بکھرے ہوئے ذہنوں کو خوب قابو کرنا جانتے ہیں" (سیدی قطب مدینہ، جلد ۲، صفحہ ۳۵۶)

نیز فرماتے ہیں کہ:" حضرت قاری مصلح الدین صاحب، اسم با مسمیٰ ہیں" (تذکرہ مصلح اہلسنّت، علامہ بدر القادری، صفحہ ۲۹)

بقول نثار میمن صاحب کہ سیدی قطب مدینہ علیہ الرحمہ کے دربار میں بارہا دیکھا کہ کوئی مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ سے شرف بیعت کے لیے آتا تو آپ قاری صاحب سے اسے بیعت کروا دیتے اور فرماتے کہ میرے سب مرید قاری صاحب کے مرید ہیں۔

سیدی قطب مدینہ کے خاص خادم و خلیفہ مولانا ابو القاسم قادری ضیائی بیان کرتے ہیں کہ قطب مدینہ فرمایا کرتے تھے کہ "جو میرا مرید ہے وہ قاری صاحب کا مرید ہے اور جو قاری صاحب کا مرید ہے وہ میرا مرید ہے۔"

حضرت مصلح اہلسنّت علیہ الرحمہ... نہایت دیندار... صوفی باصفا... باادب... سادہ طبیعت... اور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی تربیت کے طفیل، سیدی قطب مدینہ علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں بڑا اقرب حاصل رہا اور سیدی قطب مدینہ علیہ الرحمہ نے آپ کو اجازت و خلافت سے بھی نوازا۔

حضرت مصلح اہلسنّت علیہ الرحمہ نے سیدی قطب مدینہ علیہ الرحمہ کی حیات طیبہ میں بھی ان کی خدمات کا ذکر گاہے بگاہے کیا… ۱۹۷۴ء میں آپ نے ایک خطاب کیا جس میں سیدی قطب مدینہ علیہ الرحمہ ہی کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی اور اپنے سفر حج کی روئیداد اور سیدی قطب مدینہ کے ساتھ گزرے وہ مبارک لمحات بیان کئے… جس کے چند اقتباسات سطور گذشتہ میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ حضرت مصلح اہلسنّت علیہ الرحمہ نے اپنے اس خطاب کے اختتام پر یہ بیان فرمایا کہ! فقیر نے جو کچھ معلومات تھی عرض کر دی تاکہ یہ نئے ہمارے رضوی جو ہمارے بھائی ہیں ان کی مولانا کی شخصیت سے تھوڑا سا تعارف حاصل ہو جائے تو میں نے اپنی معلومات کے مطابق یہ چند کلمات کہے ہیں۔" (خطاب ۱۹۷۴ء، بحوالہ انوار قطب مدینہ صفحہ ۳۷۳)

حضرت مصلح اہلسنّت علیہ الرحمہ کی وابستگی و محبت کا اظہار سیدی قطب مدینہ علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد بھی یوں ملتا ہے کہ سیدی قطب مدینہ علیہ الرحمہ کا پہلا عرس ۲۲ ستمبر ۱۹۸۲ء کو جبل احد سے متصل اور حضرت سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے دامن میں دانیال ہال میں منعقد کیا گیا اور اس پر وقار تقریب میں حضرت مصلح اہلسنّت علیہ الرحمہ کا بڑا رقت انگیز عالم میں خطاب ہوا۔ جس میں وہ سیدی قطب مدینہ علیہ الرحمہ کے حالات زندگی اور ان کی کرامات بیان فرماتے رہے۔ (تذکرہ مولانا قاری مصلح الدین صدیقی، ڈاکٹر جلال الدین، صفحہ ۱۰۲)

قارئین محترم! ان سطور کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت کی تعلیمات… ان کے افکار و نظریات اور مسلک اعلیٰ حضرت کا پرچار کرنا حضرت مصلح اہلسنّت علیہ الرحمہ کی خدمات جلیلہ کا ایک اہم باب ہے جس پر گفتگو کرنے کے لیے دفتر درکار ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقے و طفیل تمام وابستگان و حاملین اہلسنّت (کہ یہی ملت اسلامیہ ہے) کو اپنے اکابرین و اسلاف کے تذکرے پڑھ کر ان کے فیوضات سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

برائی سے روکنا نہایت ضروری ہے

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو فرماتے سنا، بے شک جب لوگ کوئی بات خلاف شرع ہوتی دیکھیں اور اسے نہ مٹائیں تو عنقریب اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

(ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی نزول العزاب… الخ، ۴/ ۶۹، حدیث: ۲۱۷۵)

ہندوستان کا ایک سفر

حاجی محمد یوسف قادری

جنوری ۱۹۸۰ میں حضرت پیرو مرشد کے ساتھ ہندوستان جانے کی سعادت حاصل ہوئی اس وقت ہندوستانی سفارت خانے سے لوگوں کو دو یا تین شہروں کا ویزا دیا جاتا تھا جبکہ پیرو مرشد نے پانچ شہر کے ویزے کی خواہش ظاہر کی تھی آپ کا پاسپورٹ اور ویزا فارم لیکر جب انڈین قونصلیٹ کے پاس پہنچا اور اسے کہا کہ ہم ہندوستان میں مقدس مقامات کی زیارت کے لئے جانا چاہتے ہیں جس میں پانچ شہروں کے ویزے ہمیں لازمی چاہئیں جس میں احمد آباد۔ بریلی۔ بمبئ۔ گل برگہ۔ نانددھیڑ شامل ہیں اس پر انڈین قونصلیٹ نے یہ کہا کہ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ یہ بزرگ ہندوستان تشریف لے جائیں اور میں کوئی خدمت کر سکوں اس نے پانچ شہروں کے ویزے ہی نہیں دیئے بلکہ ایک سفارشی خط ہندوستان کے ریلوے سپرینڈنٹ کے نام لکھ کر دیا جس سے ہندوستان کے کسی بھی شہر میں جانے کے لئے ریل گاڑی کی سہولتیں مل جائیں اور ساتھ ہی ایک خط اور دیا کہ اگر آپ ان شہروں کے علاوہ کسی اور مقام پر جانا چاہیں اور کوئی تکلیف پیش آئے تو یہ خط دکھا دینا۔

چنانچہ سفر کی پہلی منزل لاہور میں داتا دربار کی حاضری تھی۔ اور حضرت نے پاکستان سے باہر جب بھی سفر کیا تو پہلے حضرت داتا دربار پر بھی حاضری دیتے تھے لاہور شہر میں دو روز قیام کے بعد واہگہ چیک پوسٹ سے ہوتے ہوئے امر تسر جانا تھا۔ واہگہ چیک پوسٹ پر تمام سامان سوزوکی میں رکھا ہوا تھا۔ بارڈر کراس کرایا گیا۔ یہ پہلا واقعہ تھا کہ کسی مسافر کا سامان گاڑی میں ہو اور اس گاڑی کے ساتھ گارڈ ہندوستان کے بارڈر تک جائے۔ ۳۰ قدم ہندوستان کی بارڈر میں جا کر سامان گاڑی سے اتار دیا گیا۔ ہندوستان کے بارڈر میں آکر محافظوں نے سامان لیا۔ اور لائن میں کھڑے ہو کر اپنا سامان چیک کرانے لگے میں فوراً ن کے بڑے افسر کے پاس گیا جو ایک لیڈیز تھی۔ اس کو میں نے وہ خط دیا جس پر اس نے فوراً ہی کلیوں کو اپنے پاس بلایا اور سامان چیک کرائے بغیر ٹیکسیوں میں رکھوایا اور خود بھی ٹیکسی ڈرائیور کے پاس آکر ہدایت کی کہ وہ کرایہ مقررہ سے ایک پیسہ بھی زیادہ نہیں مانگے اور سامان حفاظت کے ساتھ امر تسر کے ریلوے اسٹیشن تک پہنچائے اور ٹکٹوں کا انتظام ہونے کے بعد آکر وہ اسے اطلاع دے ٹیکسی ڈرائیور نے امر تسر میں ساتھ جا کر ٹکٹیں دلائیں اور یہ وعدہ لیا کہ واپسی میں آپ میری گاڑی سے ہی جائیں گے جس تاریخ کو آپ کی واپسی ہو گی میں آپ کا انتظار کروں گا۔ ہم جس روز ہندوستان سے امر تسر آئے۔ تو ڈرائیور وہاں ہمارا انتظار کر رہا تھا۔

ہندوستان کے سفر میں سب سے پہلی منزل ہماری احمد آباد شہر ہے احمد آباد شہر کو مدینۃ الاولیاء کہا جاتا ہے۔ ہندوستان میں سب سے زیادہ مزارات احمد آباد اور اورنگ آباد میں ہیں۔ پروگرام کے مطابق احمد آباد شہر میں صرف آٹھ روز کا قیام تھا۔ اور اس کے بعد دوسرے شہروں میں جانا تھا۔ لیکن احمد آباد سے روانگی سے ایک روز پہلے احمد آباد کی مشہور درگاہ گنج شہدا کے نام سے مشہور ہے۔ جب حاضری دینے کے لئے وہاں گئے تو گیٹ پر میرے ذہن میں خیال آیا کہ حضرت سے سوال کیا کہ آج کل احمد آباد کی ولایت کس کے پاس ہے۔ حضرت نے تبسم فرمایا اور کہا بیٹا مزار کی چوکھٹ سے پہلے جو پٹھان مجاور بیٹھا ہے اور جو لوگوں کی جوتیاں ٹھیک کرتا ہے اس سے دعا کے لئے کہنا مزار کی چوکھٹ اور دروازے کے درمیان تقریباً تین سو قدم کا راستہ ہے۔ دروازے پر پہنچے تو پٹھان مجا ور کو میں نے لوگوں کی جوتیاں ایک طرف رکھتے ہوئے دیکھا۔ میں نے حضرت کی جوتیاں اٹھائیں اور اپنے ہاتھوں سے ان کے پاس ایک طرف رکھ دی اور انہیں نہیں اٹھانے دیں۔ میں نے ان سے جب چوکھٹ میں داخل ہونے سے پہلے مصافحہ کیا۔ اور دعا کے لئے کہا۔ انہوں نے کہا کہ بیٹا دعا تو وہ آج ہمارے لئے کریں اور کہا واپس بھی احمد آباد آپ کو آنا ہے اور کہا کہ ابھی حاضری ایک دفعہ اور آپ کی یہاں لکھی ہے۔ مزار پر حاضری دے کر جب ہم واپس آئے تو پٹھان مجاور نے حضرت صاحب سے فارسی اور پشتو میں کلام کیا اور حضرت کے کہنے پر ہمارے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا کی جب کہ ہمارا آج یہ آخری دن تھا۔ چونکہ دوسرے دن صبح آٹھویں روز حیدرآباد دکن جانے کے لئے ٹکٹیں منگوالی تھی اور ویزے میں یہ انٹری کرالی تھی کہ احمد آباد واپس نہیں آنا ہے۔ اب حیدرآباد دکن سے ہوتے ہوئے گھوسی میں حضرت علامہ مولانا امجد علی اعظمی کے مزار شریف پر حاضری دی اور وہاں سے مبارکپور روانہ ہوئے اور مبارکپور میں سارا دن ٹھہرے مبارکپور سے شام کو واپسی پر ایک رکشہ میں بیٹھ کر اسٹیشن جانے کے لئے روانہ ہوئے رکشہ والا بار بار ہماری طرف دیکھتا تھا اور اوپر بیٹھ کر وہ رکشہ چلانے کے لئے تیار نہیں تھا۔ جب رکشہ مبارکپور یونیورسٹی پر رکا اور ہم نے وہاں حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے مزار پر حاضری دی۔ جب واپس آئے تو رکشہ والے سے حضرت نے کہا کہ آپ بیٹھ کر رکشہ کیوں نہیں چلاتے۔ تو اس نے کہا کہ میں جب رکشہ کی طرف مڑ کر دیکھتا ہوں تو مجھے سواری نظر آتی ہے اور آگے جب چلاتا ہوں تو رکشہ خالی محسوس ہوتا ہے۔ اب میں آپ کو اپنے گھر دعا کے لئے لے جانا چاہتا ہوں چونکہ میری بیٹی کو داماد نے چھوڑ دیا ہے۔ لیکن اس کا تمام سامان رکھا ہوا ہے۔ اور وہ ہمیں مارنے کی دھمکی دیتا ہے برائے مہربانی آپ ہماری اس سے جان چھڑا دیں۔ رکشہ والا ہندو تھا۔ حضرت نے اس کی بات سن کر اس سے کہا کہ گاڑی کا وقت ہو چکا ہے۔ دیر ہونے کی صورت میں گاڑی چھوٹ گئی تو ہمیں صبح تک انتظار کرنا پڑے گا۔ جس پر رکشہ والوں نے ہندی میں کہا کہ گرو مہاراج آپ کے بغیر گاڑی چلے گی ہی نہیں اس کے بے حد اصرار پر حضرت نے اس کے گھر کے قریب رکشہ رکوا کر دعا کی اور اس کو اسٹیشن پہنچ کر تعویذ دیا اور ساتھ ہی بمبئی شہر کا پتہ بھی دیا اور کہا کہ وہ

اس پتہ پر خط لکھ کر آگاہ کرے ہمارے بمبئی پہنچنے سے پہلے دیئے ہوئے پتے پر اس کا خط موجود تھا۔ اس میں اس نے تحریر کیا تھا کہ میری بیٹی کا سامان مل گیا ہے۔ اور میری بیٹی کو رشتے کے لئے بات بھی آئی ہے۔ آپ جب کبھی مبارکپور آئیں تو میرے یہاں ایک وقت کا کھانا ضرور کھائیں اور آخر میں اس نے اپنا سلام لکھا تھا۔

مبارکپور سے ہم گلبرگہ شریف کے لئے روانہ ہوئے جہاں پر حضرت بندہ نواز گیسو دراز کا مزار تھا۔ جہاں حضرت کے ماموں اور ممانی رہتے تھے گلبرگہ شریف کے تمام مزارات پر حاضری دی اور یہاں ایک مزار ایسا ہے۔ جس کے صحن میں ایک درخت ہے۔ اس درخت کا عرق جب زمین پر گرتا ہے اور عرس کے موقعہ پر یہ عرق شکر کی مانند ہو جاتا ہے۔ ہم عرس ختم ہونے کے دو روز بعد ہی مزار پہنچے تھے اور ہم نے بھی وہ شکر اٹھا کر کھائی تھی۔

گلبرگہ سے ہم ضلع ناندھیر گئے ناندھیر سے ہم حضرت کے آبائی شہر قندھار گئے۔ جہاں حضرت صاحب کا مکان ہے۔ اور حضرت کے عزیز اور رشتہ دار آج بھی رہتے ہیں۔ قندہار کی سب سے بڑی جامع مسجد میں حضرت نے جمعہ کی خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ جس کا اعلان نماز سے آدھے گھنٹے پہلے کیا گیا تھا۔ قندہار کی تمام مسلمان آبادی مسجد کی طرف آگئی اور لوگ یہ کہتے تھے کہ آج حافظ صاحب کی تقریر سنیں گے اور مصافحہ کریں گے حضرت نے نماز پڑھائی دعا کی اور تقریر کے بعد وہاں کی مشہور مزار شریف پر حاضری کے لئے چلے مزار شریف کے پاس لوگوں کا ایک ہجوم جمع تھا۔ جس میں ہندو، سکھ مرد، عورت بچے وغیرہ تھے۔ مزار کے اندر داخل ہونے کے لئے راستہ ملنا مشکل تھا۔ اور ہمیں آدھے گھنٹے کے بعد شہر چھوڑنا تھا۔ اس حالات کو دیکھ کر میں پریشان ہو رہا تھا۔ کہ کس طرح حاضری دیکر واپس جائیں گے کہ اچانک حضرت نے میرا ہاتھ پکڑا اور اور کہا آؤ میں آج بھی حیران ہوں کہ دو منٹ میں مزار کے اندر موجود تھا دعا کے بعد جب مزار سے باہر نکلنے لگا تو قبلہ پیرو مرشد نے صاحب مزار کی بڑی تعریف کی اور کہا کہ یہاں سے مجھے بہت ہی فیض ملا ہے اور میں نے یہاں اپنا قرآن شریف حفظ کیا ہے۔ اور یہاں پر تراویح میں بھی سنایا ہے۔

قندہار سے واپسی کے بعد ہم قصبہ بھوکھرا اور تامشہ گئے یہاں بھی ایک ایک دن قیام کیا اور وہاں بھی حضرت کے عزیز و رشتہ دار آج بھی رہتے ہیں اس کے بعد وہاں سے واپس حیدرآباد دکن آئے حیدرآباد دکن کی مشہور مکہ مسجد میں نماز پڑھی اور وہاں کے مشہور اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری دی حیدرآباد دکن سے پچاس میل دور ایک مقام پہاڑی شریف ہے۔ وہاں کے بزرگ کے مزار پر حاضری دی اس کے بعد حیدرآباد دکن سے واپس احمد آباد اچانک آگئے حیدرآباد آنے کے بعد ہونجا کے مقام پر حضرت سید سیداں علی داتا کے مزار شریف پر حاضری کا پروگرام بنایا حضرت کے عزیز کی گاڑی میں ہم نے سفر کیا جب حاضری دے کر واپس آنے کے لئے گاڑی والے سے کہا کہ چلیے تو اس نے بڑی عجیب بات کہی کہ حضرت مجھے رات کے وقت دکھائی نہیں دیتا لہٰذا میں گاڑی چلانے سے

معذور ہوں۔ پہلے تو حضرت سوچتے رہے اور پھر کہا کہ بھئی آپ گاڑی چلائیں ہم آپ کے ساتھ آگے بیٹھ کر راستہ دکھائیں گے۔ اور حضرت نے انگریزی الفاظ میں کہا کہ اگر ہم یہ کہیں کہ لیفٹ تو آپ لیفٹ سائڈ پر گاڑی موڑنا اور رائٹ سائڈ کہیں تو رائٹ سائیڈ پر موڑنا ورنہ سڑک کے درمیان جو پٹی بنی ہوئی ہے اس کے ساتھ ساتھ چلانا انشاء اللہ تعالی ہم باحفاظت وقت مقررہ پر پہنچ جائیں گے۔ جبکہ احمد آباد سے میراں علی داتار کے مزار کا فاصلہ ہم نے دن کے وقت میں ساڑھے تین گھنٹے میں طے کیا تھا اور واپسی کے حالات میں پونے تین گھنٹے میں ہم احمد آباد آئے تھے۔ جبکہ گاڑی والے صاحب خود بھی حیران تھے کہ وہ گاڑی کس طرح چلا کر لایا جبکہ اسے رات کے وقت بیس قدم کے فاصلے پر کھڑا ہوا شخص بھی نظر نہیں آتا۔

احمد آباد آنے کے دوسرے روز احمد آباد شہر کے مشہور اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری دی۔ حضرت شاہ قطب عالم کے مزار پر حاضری دی آپ کے مزار کے ساتھ مسجد میں ایک تخت رکھا ہوا ہے اس تخت کے نیچے کھڑے رہ کر دو رکعت نماز نفل پڑھ کر جو بھی دعا مانگی جائے۔ وہ قبول ہوتی ہے۔ یہ بات پیرو مرشد نے کہی اور آپ نے کہا کہ ہم نے اپنے پیرو مرشد کے ساتھ یہاں حاضری دی تھی۔ اور حضرت صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت آپ نے کیا دعا مانگی تھی۔ تو حضرت کے پیرو مرشد نے کہا کہ ہم تمام عمر حج کرتے رہیں اور دنیا شاہد ہے۔ کہ یہ دعا قبول ہوئی ہے اور میں (یعنی محمد یوسف قادری) نے حضرت قاری صاحب قبلہ سے یہ دریافت کیا کہ حضرت آپ نے کیا دعا مانگی تھی تو حضرت قاری صاحب نے فرمایا کہ ان دنوں ہمارے حالات کچھ بہتر نہیں تھے۔ اور دیگر پریشانیاں بھی تھیں اس کے لئے دعا مانگی ہم جب گھر پہنچے تو ایک شخص نے آکر ہماری وہ پریشانی دور کر دی تھی اب آج ۱۹۸۰ کو حاضری دیتے وقت حضرت سے ہم نے کہا کہ حضرت آپ دعا کریں کہ ہماری دعا قبول ہو جائے چونکہ میں نے حضرت سے نہیں کہا تھا کہ میں کیا دعا مانگ رہا ہوں لیکن پاکستان آنے کے بعد حضرت نے خود کہا کہ یوسف ہمارے ساتھ حج کو چلنا ہے۔ جب کہ میں نے وہاں پر یہی دعا مانگی تھی اور میں نے حضرت کے ساتھ اسی سال کیا۔

احمد آباد میں حضرت کمال شاہ کے مزار مبارک کے پاس ایک مجذوب جنکا نام عرب صاحب تھا کیونکہ وہ عرب ممالک سے آئے ہوئے تھے اس لئے عرب صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ ان کی عمر تقریباً سو سال سے اوپر وہاں کے لوگوں نے بتائی وہ اپنے جسم پر صرف ٹاٹ باندھ کر سوتے اٹھتے بیٹھتے تھے۔ وہ کسی سے کبھی کلام نہیں کرتے تھے اور نہ ہی کسی سے مصافحہ کرتے تھے۔ ان کی شہرت کا سن کر ان سے ملنے کا اشتیاق ہوا۔ تو قبلہ پیرو مرشد کے پاس جا کر ان کا ذکر کر کے ملاقات کے لئے اجازت چاہی جب میں ان کے پاس ان کی جھونپری میں پہنچا تو لوگوں کا باہر ہجوم تھا۔ اور لوگ صرف دعاء کے لئے عرض کرتے اور چلے جاتے جب میری باری آئی تو میں نے اپنے مرشد کا نام لیکر انہیں سلام کیا اور مرشد کا واسطہ دے کر کہا کہ آپ مجھے مصافحہ کرنے دیں کیونکہ میں پیرو مرشد کی اجازت لے

کر آپ سے ملنے کے لئے آیا ہوں خدام نے مجھے واپس جانے کے لئے کہا جیسے ہی میں جانے کے لئے کھڑا ہوا تو آپ نے اشارے سے خادم کو کہہ کر مجھے بٹھایا اور اپنی بچی ہوئی چائے پلائی اور اپنا ہاتھ بڑھا کر عربی زبان میں مخاطب ہو کر پیر و مرشد کا نام لیکر دعا کی وہاں موجود لوگوں نے میرے ہاتھ چومنا شروع کر دیئے اور کہا کہ ہم نے پچیس تیس سال سے یہاں آتے ہیں آج تک نہ ہم نے کسی سے بات چیت کرتے ہوئے دیکھا اور نہ مصافحہ کرتے دیکھا اور یہ میری خوش نصیبی تھی کہ حضرت صاحب کے نام کی برکت سے مجھے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

جب ہم احمد آباد پہنچے تو میری پھوپھی کے گھر قیام تھا ہم ناشتہ سے جیسے ہی فارغ ہوئے تو میری پھوپھی نے مجھ سے کہا کہ میں مرید ہونا چاہتی ہوں اس پر میں حیران تھا کہ میں نے انہیں یہ بھی نہیں بتایا کہ میرے ساتھ کون ہیں اور ہمیں آئے ہوئے صرف ۲۰ یا ۲۵ منٹ ہوئے تھے۔ اس پر میں نے کہا کہ میں حضرت سے بات کرکے آپ کو وقت بتادوں گا۔ جس پر پھوپھی نے کہا کہ میں اب اور انتظار نہیں کر سکتی کیونکہ حضرت کی زیارت میں کئی بار خواب میں کر چکی ہوں مگر میری مرید ہونے کی تمنا تھی اور میں اکثر شاہ عالم کے مزار پر جاکر دعا کیا کرتی تھی کہ مجھے غوث پاک کے سلسلے میں بیعت کروانا یہ سارا واقعہ جب میں نے حضرت کو بتایا تو آپ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ جمعرات کو نماز عصر کے بعد ہم اس مکان میں محفل نعت منعقد کریں گے اور پھر اہل خانہ کو قادری سلسلے میں بیعت کریں گے اس طرح تمام گھر والے حضرت کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔

بمبئی میں واڑہ رحمت بلڈنگ میں محمد اقبال کے گھر پر قیام فرمایا۔ وہیں ان کے پڑوس میں ایک شخص علی بابا رہتا ہے جس کا پارٹنر ویر.جی مہاراج (ہندو ہے) اس سے علی بابا نے حضرت کے بارے میں گفتگو کی اور حضرت کی ملاقات کے لئے مجھ سے کہا کہ میں حضرت سے ملاقات کا وقت طے کروادوں کیونکہ سفر میں تمام پروگرام حضرت کے میں ہی ترتیب دیتا تھا۔ دراصل ویر.جی مہاراج کی بیٹی چنچل کو جادو کیا ہوا تھا چنچل بہت بڑی لیڈی ڈاکٹر ہے اور اس کا شوہر بھی ڈاکٹر ہے اور کلینک بھی چلاتے ہیں۔ انہوں نے سب سے پہلے چنچل کا معائنہ بمبئی کے مشہور جے جے ہسپتال میں کروایا جہاں ڈاکٹروں کی رپورٹ کے مطابق انہیں کوئی مرض نہیں لیکن چنچل کا دل بیٹھتا تھا اور وہ یہ محسوس کرتی تھی کہ کوئی میرا خون چوس رہا ہے جب وقت طے کرکے انہیں حضرت کے پاس بلایا تو حضرت نے پہلی ہی نگاہ میں دیکھ کر کہا کہ ان پر کالا جادو کیا ہوا ہے۔ انہیں تعویذ ہم اس صورت میں دیں گے کہ یہ پاک وصاف رہ کر ہماری بتائی ہوئی بات پر عمل کرے انہوں نے حضرت کی تمام باتیں مان لیں جس پر حضرت نے انہیں ایک تعویذ جو کہ "قادری کارتوس" کہلاتا ہے۔ وہ دیا اور ایک فلیتہ (یعنی جلانے والا تعویذ) دیا اور کہا کہ یہ تعویذ روزانہ بعد نماز مغرب یا کوئی بھی ایک وقت مقرر کرکے روزانہ وقت مقررہ پر اسے جلانا ہوگا اور جب جلائے تو اس کے سامنے بیٹھ کر

شعلے کو دیکھے اور ڈرے نہیں اور جو بھی نظر آئے اس کے بعد ہمیں اطلاع دیں پہلے ہی روز لیڈی ڈاکٹر چنچل کو خوفناک خواب نظر آیا اور اسے کسی نے کہا کہ ہم تجھے جان سے ماردیں گے اور اگر تم نے یہ علاج جاری رکھا لیکن وہ ڈری نہیں اس نے اپنے والد ویر.جی مہاراج اور اپنے شوہر سے کہا کہ حضرت صاحب کو ٹیلیفون کرو کیونکہ میری جان خطرے میں ہے۔ حضرت صاحب نے ان سے کہا کہ آپ فکر نہ کریں۔ انشاء اللہ سب ٹھیک ہوجائے گا اس کے بعد جب انہوں نے فلیتہ جلانا شروع کیا تو تیسرے روز فلیتے کے شعلے میں ایک شکل ہیولا سادھو کی نظر آئی جس کے ہاتھ میں ننگی تلوار اور خود برہنہ تھا اور فلیتے کے شعلے میں وہ چیختا اور چلاتا ہوا نظر آرہا تھا لیڈی ڈاکٹر اور ان کے والد نے اس سادھو کو پہچان لیا۔ اور حضرت سے آکر اپنی حفاظت کے لئے تعویذ مانگا کیونکہ یہ سادھو بمبئی میں سب سے بڑا جادوگر تھا۔ اس نے خود آکر لیڈی ڈاکٹر کو دھمکی دی اور کہا کہ گلے سے تعویذ اتار دو ورنہ میں تمہارے سارے خاندان کو جلا کر راکھ کر دوں گا۔ لیکن انہوں نے حضرت صاحب کی بتائی ہوئی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے تعویذ کو گلے سے نہیں اتارا اسی دوران ویر.جی مہاراج حضرت صاحب کی بڑی عزت کرتے تھے ایک روز انہوں نے حضرت صاحب سے کہا کہ میری ایک بلڈنگ زیر تعمیر ہے جس کی کسی بھی دکان کی بکنگ نہیں ہوئی اگر اس ماہ کی بیس تاریخ تک آدھی بکنگ نہیں ہوئی تو مجھے اور علی بابا کو تقریباً پچاس سے ساٹھ لاکھ روپے کا نقصان ہوجائے گا۔ لہٰذا آپ مجھ سے یہ وعدہ کریں کہ سولہ تاریخ کو میرا کام ہونا چاہیئے اس نے حضرت کے پیر پکڑ لئے اور وعدہ لینے کے بعد ہی چھوڑے اور یہ کام سولہ تاریخ ہی صبح دس اور بارہ بجے کے درمیان پورا ہوا جس پر اس نے کہا کہ میں حضرت کی خوبی جانتا تھا اس لئے میں نے وعدہ لیا تھا نہ کہ تعویذ کیونکہ وہ اس کام کے سلسلے میں اپنے مذہب کے تعلق رکھنے والوں سے ملا تھا۔ مگر اس میں کامیاب نہیں ہوا تھا۔ آج بھی اگر کوئی حضرت کی نسبت لے کر اس کے پاس جائے تو وہ ان لوگوں کی بہت ہی عزت اور خدمت کرتا ہے۔

بمبئی سے ہم بریلی شریف آئے اور وہاں سے مارہرہ شریف مزارات پر حاضری کیلئے گئے مارہرہ شریف میں مزارات اولیاء کرام پر حاضری دینے کے بعد بدایوں آئے اور یہاں پر بڑی سرکار کی مزار ہے۔ جہاں پر پاگل اور آسیب زدہ لوگوں کو مزار کے سامنے صحن میں باندھ دیا جاتا ہے۔ جب تک وہ ٹھیک نہیں ہوتا اسے باندھ کر رکھتے ہیں۔ ہم جس وقت مزار پر پہنچے تو نماز مغرب کا وقت تھا۔ جماعت ختم ہوئی ہم نے وضو کیا اور باجماعت حضرت کے ساتھ نماز ادا کی اور فاتحہ کے لئے صاحب مزار کے دربار میں حاضر ہوئے اس وقت وہاں ایک چراغ جل رہا تھا۔ اور کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ یہاں کے پیڑے بڑے مشہور ہیں وقت نہیں ہے کہ بازار سے ہم خرید سکیں کیونکہ ہمیں بریلی پہنچنا تھا جیسے ہی فاتحہ پڑھ کر ہم چوکھٹ سے باہر آئے تو مزار کا مجاور اپنے کمرے

سے باہر آیا اور ہم سے دریافت کیا کہ پاکستان سے کون آیا ہے۔ اس پر میں نے اس کی ملاقات حضرت صاحب سے کروائی تو اس نے ٹھہرنے کو کہا بعد میں وہ اپنے ہاتھ تبرک، ایک چادر شریف اور مٹھائی کا ڈبہ جس میں پیڑے تھا لایا اور کہا کہ میں کھانا کھارہا تھا کہ مجھے کسی نے آواز دے کر کہا کہ ہمارے مہمان آئے ہیں اور تم اپنی روٹی کھارہے ہو جلد کرو۔ ان کی امانت انہیں دے آؤ۔ یہ سب چیزیں صبح گیارہ بجے مجھے ملیں تھی مجھے دینے کے لئے کہا تھا مہمان پاکستان سے آئیں گے انہیں دے دینا۔ میں آپ لوگوں کا مغرب کی نماز سے پہلے تک انتظار کرتا رہا کیونکہ یہاں روشنی کا انتظام نہیں تھا۔ لہٰذا میں سمجھا کہ اب کوئی نہیں آئے گا۔ اس لئے میں اپنے گھر جا کر روٹی کھارہا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ میں نے آپ کی امانت آپ کی پہنچادی اور حضرت سے مصافحہ کیا اور دعا کروائی جب میں کار میں بیٹھنے لگا تو حضرت نے پیڑے میری طرف دیتے ہوئے کہا کہ یہ تمہارا حصہ ہے۔

بدایوں سے واپس بریلی آئے اور بریلی سے ہم پیلی بھیت گئے، جہاں پر ہم نے حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ امانت رسول صاحب قبلہ کے گھر پر قیام کیا۔ وہاں ہم نے شیر بیشہ اہلسنت مولانا حشمت علی خان صاحب کے عرس میں شرکت کی اور حضرت کی صدارت میں ایک محفل نعت منعقد ہوئی اور جس میں حضرت صاحب نے خطاب کیا اور حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب کے مزار پر حاضری دی اور بعد مغرب پڑھ کر ہم وہاں سے بریلی کی طرف روانہ ہوئے اور بریلی سے ہوتے ہوئے ہم دلی آئے اور دلی میں حضرت بختیار کاکی علیہ الرحمہ کے مزار پر حاضری دی اور خواجہ نظام الدین اولیاء کے مزار پر گئے امیر خسرو اور وہاں کے دوسرے اولیاء کرام کی مزارات پر حاضری کے لئے روانہ ہوئے نئی دہلی میں اشوک کی یادگار کے ساتھ ایک باغ ہے اس باغ کے دوسرے حصے میں ایک پرانی سی مسجد تھی جس کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ جنات کی مسجد ہے یہ علاقہ بڑا اسنسان تھا۔ ہم نے وہاں نماز عصر ادا کی۔ جیسے ہی مسجد سے باہر نکلے تو ایک شخص سے ملاقات ہوئی ہمیں بڑی حیرت ہوئی کہ یہ شخص کہاں سے آیا ہے کیونکہ مسجد میں ہم تین افراد تھے سلام پھیرتے ہی اسے اپنے ساتھ نماز ادا کرتے دیکھا اس نے ہمیں بتایا کہ باغ کے اس حصے میں ایک بہت ہی جلالی بزرگ کا مزار ہے۔ آپ لوگ وہاں ضروری حاضری دیں ہم نے اس سے راستہ دریافت کیا تو اس نے مزار کی طرف جانے کو راستہ بتایا۔ اور خود غائب ہو گیا جیسے ہی ہم پر مزار پر پہنچے تو وہاں ایک بوڑھی عورت بیٹھی تھی چراغ جلا کہ اس نے ہمیں مزار کے اندر آنے کو کہا جب ہم فاتحہ پڑھ کر باہر آئے تو وہاں کوئی بھی نہیں تھا اب ہمیں پریشانی ہوئی کہ ہم اب کس طرح واپس پہنچیں گے کیونکہ راستہ بھول گئے تھے۔ جیسے ہی ہم اپنا راستہ ڈھونڈتے ہوئے چلے تو وہی عورت ہمیں آگے کی طرف جاتی ہوئی نظر آئی حضرت نے کہا اب اسی کے پیچھے پیچھے خاموشی سے چلو۔ ہم جیسے ہی اپنے تانگہ کے قریب پہنچے تو وہ عورت پھر غائب ہوگئی تانگہ جیسے ہی باغیچے سے

نکل کر سڑک پر آیا تو وہی آدمی ہمیں الوداع کہہ رہا تھا۔ واپس آکر میں نے حضرت سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ تھا۔ تو حضرت نے فرمایا کہ یہ مزار جنات کے والی کا تھا وہ آدمی ایک جن تھا اور وہی بوڑھی عورت کے روپ میں آیا ہوا تھا۔

اور دوسرے دن ہم بذریعہ ٹیکسی پانی پت گئے جہاں حضرت بو علیشہ ہ قلندر کے مزار پر حاضری دی پورے پانی پت میں حضرت بو علیشہ ہ کے مزار کے ارد گرد ہی مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے اور وہیں حضرت قبلہ پیر و مرشد نے نماز جمعہ کی امامت فرمائی اور بعد میں ہم دلی سے ہوتے ہوئے بمبئی آئے اور بمبئی آکر جیسے ہی ہم گھر پہنچے تو ویر جی مہاراج ہمارے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے تمام واقعہ سنایا جو ہمارے جانے کے بعد پیش آیا تھا۔ اور تعویذ غائب ہو جانے کی بات بھی بتائی جس پر حضرت صاحب ناراض ہوئے اور کہا کہ آپ نے حفاظت کیوں نہیں کی جبکہ ہم نے اسے رکھنے کی تاکید کی تھی بعد میں میرے اصرار پر حضرت نے انہیں دوسرا تعویذ دیا۔ اور جلانے کے لئے تعویذ دیا۔ اس کے بعد سے آج تک لیڈی ڈاکٹر کی طبیعت ٹھیک ہے اور اس نے کئی خط لکھے اور آئندہ اپنے گھر قیام کرنے کی دعوت دی جس کے لئے انہوں نے اپنا نیا مکان بنوا کر رکھا تھا۔

حکیمانہ نصیحتیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول معظم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا اے ابن آدم میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی بندہ عرض کرے گا الٰہی میں تیری عیادت کیسے کرتا تو سارے جہانوں کا رب ہے، فرمائے گا کیا تجھے علم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا اور تو نے اسکی عیادت نہ کی اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا، اے انسان! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے نہ کھلایا، عرض کرے گا الٰہی میں تجھے کیسے کھلاتا تو سارے جہانوں کا رب ہے، فرمائے گا کیا تجھے علم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا اور تو نے اسے نہ کھلایا اگر تو اسے کھلاتا تو آج میرے پاس پاتا، اے انسان میں نے تجھ سے پانی مانگا اور تو نے مجھے نہ پلایا، عرض کرے گا الٰہی میں تجھے کیسے پلاتا تو سارے جہانوں کا رب ہے، فرمائے گا کیا تو نہیں جانتا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا اور تو نے اسے نہ پلایا اگر تو اسے پلاتا تو آج میرے پاس پاتا۔

(مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل عیادۃ المریض، ص:۱۳۸۹، حدیث:۲۵۶۹)

کامل پیر و مرشد کی کرامت

عبد العزیز انصار قادری صاحب

میں فقیر راقم الحروف عبد العزیز انصاری قادری مجھے اپنے اوپر بڑا فخر اور ناز ہے کہ ایک کامل ولی، پیر طریقت حضرت الحاج الحافظ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے گھر کے فرد کی طرح ان کی صحبت میں اور ان کی خدمت میں حاضر رہنے کا مجھے شرف حاصل رہا۔

حضرت مجھ سے بہت محبت فرماتے، آپ پرہیز گار صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ خوش مزاج، بہت ملنسار، بہت زیادہ مہمان نواز، چھوٹا ہو یا بڑا سب سے خندہ پیشانی سے ملتے۔ آپ نے پوری زندگی دین اسلام کی تبلیغ، عشق رسول ﷺ، عشق غوث اعظم اور مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمت کی۔ ہم اپنے محلے گئوگلی میٹھادر میں نوجوانوں کی محفل نعت کا پروگرام رکھتے تھے اور میں حضرت کو صدارت کی دعوت دیتا تھا آپ خوشی کے ساتھ قبول فرماتے اور اس محفل میں شرکت فرماتے صدارت کی مسند پر اسٹیج پر جلوہ افروز ہوتے۔ اور نوجوان نعت خواں حضرات کو اعلیٰ حضرت کی نعتیں پڑھنے کی خواہش ظاہر کرتے دوران نعت ان کی اصلاح فرماتے۔ حضرت کی خصوصی نگاہ کرم میٹھادر اور کھارادار کے لوگوں پر تھی یہی وجہ ہے کہ ممتاز نعت خواں زیادہ تر آپ کو میٹھادر اور کھارادر کے ملیں گے میرا دعویٰ ہے کہ یہ حضرت کا فیض اور نظر خاص کا نتیجہ ہے۔

میں ۱۹۸۱ میں میٹرک کا امتحان پاس کر چکا تھا اور مزید تعلیم بھی جاری رکھے ہوا تھا ارادہ تھا کہ نوکری بھی ساتھ ساتھ کروں ایک روز صبح کے وقت حضرت کے گھر پر بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت معمول کے مطابق تعویذ تحریر فرما رہے تھے فارغ ہونے کے بعد میرا احوال پوچھا اور حسب عادت میرے تمام گھر والوں کا فردا فردا نام لے کر پوچھا اور اس کے بعد آخر میں مجھ سے پوچھتے ہیں کہ آپ کے دوست (صاحبزادہ مصباح الدین صدیقی جو کہ میرے بچپن کے دوست ہیں) کا کیا حال ہے اور مسکرائے۔ حضرت کو تمام احوال بتانے کے بعد میں نے عرض کی نوکری تلاش کر رہا ہوں، دعا کی درخواست کی حضرت نے مسکرا کر کہا نوکری مل جائے گی۔

اس کے بعد حضرت عمرہ کی ادائیگی کے لئے اپنی اہلیہ کے ساتھ روانہ ہوگئے اور مجھے نوکری کے لئے ڈومیسائل بنانا تھا تو میں ڈومیسائیل کے دفتر سے واپسی کے لئے بس پر سوار تھا کہ بس کے اندر ایک صاحب ”جنگ اخبار“ کا مطالعہ کر رہے تھے اندر کے حصے پر ایک خبر یہ تھی کہ مسجد نبوی ﷺ کے لئے لیبر سپر وائزر کی ضرورت ہے اور ایجنٹ کا نام اور پتہ تحریر تھا۔ میں راستے میں اتر کر ایجنٹ کے دفتر گیا تو دیکھتا ہوں کافی مجمع لگا ہوا تھا۔ میں بھی

لائن میں لگ گیا اور ایک سعودی شخص سب کا انٹرویو لے رہا تھا کوئی دو گھنٹے بعد میری باری آئی تو اس نے میرا انٹرویو لیا مجھے کامیاب قرار دیتے ہوئے دوسرے روز پاسپورٹ جمع کرانے کیلئے کہا گیا تو میں پریشان ہو گیا کیونکہ میرے پاس صرف شناختی کارڈ تھا پاسپورٹ بنا ہوا نہیں تھا۔ تو میں نے سعودی شخص سے کہا کہ میرا پاسپورٹ بنا ہوا نہیں ہے تو اس نے اسی وقت اپنے جیب میں ہاتھ ڈال کر پاسپورٹ کی ارجنٹ فیس اور میڈیکل اور معلم سرٹیفکیٹ کے پیسے مجھے خود اپنی جیب سے دیے اور کہا کہ آپ ارجنٹ کام کروا کر لائیں اور اس کے بعد شام کو فارغ ہو کر فوراً اپنے گھر والوں کو تمام بات بتائی گھر والوں نے خوشی خوشی اجازت دے دی اور دوسرے دن ارجنٹ پاسپورٹ بنا کر ایجنٹ کو جمع کرانے گیا تو اس وقت میری عمر ۱۹ سال تھی اور سعودی حکومت کے قانون کے مطابق ۲۱ سال کے شخص کو ملازمت کا ویزا ملتا ہے۔ اس کے باوجود ایجنٹ نے میرا پاسپورٹ سعودی قونصلیٹ میں جمع کرا دیا۔ میں بہت خوش نصیب تھا کہ اتنی کم عمری میں سعودی قونصلیٹ نے بغیر کسی اعتراض کے میرا ویزا لگا دیا۔ میں سات روز کے اندر اندر بغیر کسی خرچہ کے مدینہ منورہ پہنچ گیا۔

اس دوران قاری صاحب اپنی اہلیہ کے ساتھ مدینہ منورہ میں موجود تھے۔ اور میں اپنی پہلی حاضری کے لئے حضور ﷺ کے روضہ اقدس کی طرف مسجد نبوی کے اندر بڑھ رہا تھا کہ دیکھتا ہوں کہ قاری صاحب مسجد نبوی کے اندر روضہ اقدس سے صحن کی طرف آ رہے ہیں میری ملاقات ان سے عین گنبد خضریٰ کے سائے تلے ہوئی میں نے بڑے ادب سے حضرت کو سلام کیا اور دست بوسی کی حضرت خوشی کے ساتھ بہت مسکرا رہے تھے اور فرمایا کہ "نوکری مل گئی" یہ ہے میرے پیر کی کرامت کہ مجھ غریب و حقیر کو کس مقام پر پہنچا دیا کہ نوکری بھی دلاتے ہیں تو حضور رحمت عالم ﷺ کے در کی جن کے در سے بادشاہ اور شہنشاہ اور تاجدار پلتے ہیں۔

حضور ﷺ کے دربار میں حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ کی خاص مقبولیت کی نشانی یہ ہے کہ آج بھی حضرت کے مریدین کی بڑی تعداد مسجد نبوی ﷺ اور مدینہ منورہ میں ملازمت اور اپنا کاروبار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور آپ کے تقریباً ہر مرید کو حضور ﷺ کے روضہ اقدس کی حاضری نصیب ہوئی۔

آپ کے پردہ فرمانے کے بعد بھی آپ کے مزار پر انوار سے فیوض و برکات اور مریدین اور متوسلین اور چاہنے والوں کو جو فیض حاصل ہو رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں آپ کے مزار پر انوار پر لوگ جوق در جوق آتے ہیں اور اپنی مرادیں اور جھولیاں بھر کر لے جاتے ہیں۔ ۳۵ سال گزر جانے کے بعد بھی یہ سلسلہ دن بدن بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ دعا ہے رب العزت سے کہ وہ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے حضرت کے درجات کو بلند فرمائے، آپ کے مزار پر انوار کو رحمت و رضوان کے پھولوں سے بھر دے۔ آمین۔۔۔

کراماتِ پیر و مرشد

خوشی محمد قادری

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کو وصال فرمائے دوسرا سال پورا ہو رہا ہے مگر آپ کی یاد پہلے سے زیادہ دلوں میں موجود ہے۔ یہ اللہ والوں کی شان ہے کہ ان کے تصرفات بعد از انتقال بڑھ جاتے ہیں اور وہ اپنے ارادت مندوں اور غلاموں کی مدد اور دستگیری ویسے ہی فرماتے ہیں جیسے اپنی ظاہری حیات میں فرماتے تھے۔

حضرت قاری صاحب کا شمار بھی ان خاصان خدا اور عارفان باللہ میں ہوتا ہے جن کا فیض دن رات بٹتا ہے اور بھکاری حسب استطاعت اپنا حصہ پاتا ہے حضرت قاری صاحب کی شان اقدس میں کچھ کہنا اہل علم و دانش کا کام ہے مجھ جیسے کم مایہ انسان کی اتنی جرأت اور ہمت کہاں کہ سرکار کی شان میں کچھ لکھوں۔

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس حقیر پر تقصیر سے جو محبت تھی اس کا اظہار ان چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں کر رہا ہوں اس امید پر کہ شاید میرے یہ الفاظ میرے لیے توشۂ آخرت بن جائیں کیوں کہ اللہ والوں سے محبت رحمت باری تعالیٰ کا سبب بنتی ہے۔

حضرت قاری صاحب کی مبارک محفل میں مارچ ۱۹۷۸ء سے آرہا ہوں۔ تقریباً پانچ برس تک مجھے حضرت کی اقتدا میں نماز جمعہ اور ۱۲ ربیع الاوّل میلاد النبی ﷺ کی محافل میں شرکت نصیب ہوئیں۔ اس کے علاوہ بھی حضرت کے آستانہ عالیہ پر جو پروگرام حضرت کی زیر سرپرستی ہوتے اکثر و بیشتر ان میں حاضر ہوا کرتا تھا۔

حضرت صاحب کی محفل میں ہر آنے والا یہ محسوس کرتا تھا کہ سرکار دو عالم ﷺ کی نگاہ کرم حضرت صاحب پر کس قدر ہے آپ کا حسن اخلاق ہمیں ادب سکھاتا تھا، عشق مصطفیٰ ﷺ کی راہ دکھاتا تھا۔ آپ کی نگاہ کرم ہر خاص و عام پر ہوتی تھی بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ ہم غریبوں پر حضرت زیادہ کرم فرماتے اپنے پاس بیٹھاتے دعائیں دیتے تھے۔

آپ نے نوجوان نسل کی اصلاح پر خاص طور پر توجہ فرمائی اور ان کی تربیت فرمائی میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں جس طرح آپ نے نوجوان کی حالت تبدیل فرمائی وہ دیگر آستانوں پر کم ہی نظر آتی ہے آپ کے اکثر مرید با شرع پابند صوم و صلوۃ ہیں بہت سے شب بیدار بھی ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عاشق مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ آج کی نوجوان نسل گانے بجانے میں مصروف نظر آتی ہے لیکن اسی ماحول میں اسی معاشرہ میں ایسے بھی نوجوان ہیں جو نعت مصطفیٰ ﷺ پڑھتے ہیں۔ خود بھی یاد مصطفیٰ ﷺ میں روتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی رلاتے ہیں اس سے بڑی اور کون سی

کرامت ہو گی۔ آج قاری صاحب کتنے خوش ہوتے ہوں گے جب وہ اپنی روحانی اولاد کو نغمہ حبیب ﷺ گاتے سنتے ہوں گے۔

حضرت قاری صاحب رحمت اللہ تعالیٰ علیہ ایک صاحب کرامت بزرگ تھے آپ کی بے شمار کرامات ہیں یہاں میں چند ایک کا ذکر کرتا ہوں جن کا تعلق میری ذات اور مشاہدے سے ہے۔

ایک عیب کو ختم کرنا:

مجھ میں ایک خرابی تھی جسے آپ گناہ سے قریب تر کہہ سکتے ہیں۔

مجھ سے چھوڑی نہیں جا رہی تھی میں نے اس کا تذکرہ کسی سے نہیں کیا حضرت صاحب وصال فرما چکے تھے۔ ان کی شب سوئم تھی۔ حضرت نے کرم فرمایا اور خواب میں اپنی زیارت کا شرف بخشا (حضرت ظاہری حیات میں بھی مجھ سے بہت محبت فرماتے تھے) انہوں نے بڑے پیار سے میری کوتاہی یا خرابی کی طرف میری توجہ دلائی اور آئندہ کے لئے منع فرمایا۔ آج میں نے اس عیب سے نجات حاصل کر لی ہے۔

اہل علم حضرات اس کرامت سے بہت کچھ سمجھ سکتے ہیں اشارۃً صرف اتنا کہتا ہوں جب پیارے مصطفیٰ ﷺ کے غلاموں کے علم غیب کی یہ حالت ہے تو خود والی کائنات ﷺ کے علم کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

سر کی بیماری دور ہونا:

میرے دوست احباب سب جانتے ہیں۔ میں ہر ماہ اپنے سر پر اُسترا پھروایا کرتا تھا، کیوں کہ سر کے بالوں کی وجہ سے مجھے شدید سر درد ہوتا تھا۔ میں نے اس کا علاج بھی کروایا۔ مگر بیماری ختم نہ ہوئی کوئی پانچ ماہ پہلے کی بات ہے میں ایک محفل میں شرکت کے لئے گیا اور اتفاقاً اسی دن نائی سے تازہ استرا پھروایا تھا۔ ایک منتظم لڑکے نے مجھے پکڑ کر میرا تعارف چاہا کیونکہ میرے ساتھ عام طور سے یہ ہو جاتا تھا اجنبی محفل میں مجھ پر شک وشبہ کیا جاتا تھا۔ لیکن اس دن جس طرح اس لڑکے نے مجھے جھڑ کا مجھے بہت دکھ ہوا۔ خیر محفل میں شرکت کے بعد واپس آ گیا۔ اس واقعہ کے ایک ماہ بعد نماز ظہر پڑھ کر میں سو گیا اور میری قسمت جاگ گئی حضرت قاری صاحب رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے مزید کرم فرمایا خواب میں زیارت نصیب ہوئی حضرت نے آتے ہی میرے ماتھے پر زور سے پھونک ماری (چھو) آپ کی پھونک کی ٹھنڈک باخدا اس دنیا کی ٹھنڈک سے مختلف اور دل کو بھانے والی تھی۔ پھونک کے اثر سے میں نے یہ محسوس کیا کہ سر سے کوئی چیز نکل کر حلق اور پھر اور نیچے سینے کی طرف جا رہی ہے۔ اور اسی وقت میری آنکھ کھل گئی۔ بیداری کے کافی دیر تک میں اس عجیب وغریب ٹھنڈک کو محسوس کرتا رہا۔ اور اپنی قسمت پر ناز بھی۔

حضرت نے ماتھے پر پھونک مار کر میرے سر کی بیماری کو دور فرما دیا۔ آج میں نے سنت کے مطابق زلفیں رکھی ہوئی ہیں۔

یہ واقعات فقط اللہ والوں کی عظمت اور ان کے تصرفات کے اظہار کے لئے لکھے ہیں۔ جو لوگ بعد از انتقال اللہ کے ولی کے تصرفات کو نہیں مانتے اس واقعہ کر پڑھ کر اگر ایک بھی قائل ہو جائے تو میرے لکھنے کا مقصد پورا ہو جائے گا۔

اب آخری بات لکھ کر میں اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

حضرت قاری صاحب نے اپنی سجادگی اولاد رسول ایک گوہر نایاب حضرت سیدی و مرشدی علامہ سید شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم العالیہ کے سپرد فرمائی حضرت سید صاحب کی دینی اور ملی خدمات روز روشن کی طرح سب پر عیاں ہیں آپ اہلسنت کے مخدوم ہیں اور رہتی دنیا تک اہلسنت آپ پر نازاں رہیں گے۔ آپ کے اوصاف حمیدہ کو کون لکھ سکتا ہے میں فقط ایک واقعہ لکھ رہا ہوں صرف اور صرف اس لئے کہ میرا نام اولاد رسول کے غلاموں میں لکھا جائے۔

”میرے ایک دوست صوفی نذیر حسین صاحب جن کا آبائی وطن بورے والا پنجاب ہے۔ ملازمت کے سلسلے میں کراچی آئے ہیں صوفی صاحب قبلہ باشرع اور پابند وصوم صلوۃ ہیں۔ پچھلے چند سال سے میری ان کے ساتھ رفاقت ہے کچھ عرصہ پہلے تک وہ آستانہ عالیہ قاری صاحب پر کبھی نہیں آئے تھے۔ ایک جمعہ اچانک صوفی صاحب میرے غریب خانہ پر تشریف لائے اور فرمایا۔ جہاں تم جمعہ پڑھتے ہو مجھے بھی وہاں لے چلو۔ وقت مقررہ پر ہم قاری صاحب کی مسجد میں پہنچ گئے وہاں پہنچ کر صوفی صاحب کی میں نے عجیب حالت دیکھی وہ مسجد کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے جیسے ان کو کسی خاص مقام کی تلاش ہو۔ میں نے کچھ نہیں پوچھا اب تو ہر جمعہ کو صوفی صاحب نے شاہ صاحب کی محفل میں باقاعدگی سے آنا شروع کر دیا۔ اور کئی دفعہ اپنی ڈیوٹی سے چھٹی لیکر بھی پہنچ جاتے تھے۔

ایک دن مناسب موقع جان کر میں نے پوچھ ہی لیا کہ اب آپ یہاں باقاعدگی سے کیوں آتے ہیں۔ پہلے تو انہوں نے کچھ پس پیش کیا۔ پھر پورا واقع سنایا جو میں من و عن نقل کر رہا ہوں۔ صوفی صاحب فرماتے ہیں ایک رات میرے بخت کا ستارا چمکا اور میں رسالت مآب ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ پیارے مصطفیٰ ﷺ نے مجھے فرمایا تم ان کی مسجد میں نماز جمعہ پڑھا کرو۔ آپ ﷺ کا اشارہ مبارک حضرت قطب زمان قاری محمد مصلح الدین صدیقی قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف تھا۔ آپ ﷺ اس جگہ کھڑے تھے۔ جس جگہ حضرت کا مزار شریف ہے۔ اور آپ کی مبارک انگلی مسجد کی طرف تھی جس جمعہ کو صوفی صاحب مسجد میں وہ خاص مقام تلاش کر رہے تھے وہ مزار شریف والی ہی جنت نظیر جگہ تھی۔ اس کے بعد پیارے مصطفیٰ ﷺ نے اپنے اس خوش نصیب امتی صوفی نذیر حسین پر مزید کرم فرمایا اور ایک رات دوبارہ زیارت سے مشرف فرمایا اس رات پیارے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ پیارے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صوفی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر اپنے مبارک سینے سے لگایا۔ اور چلتے چلتے قاری صاحب کے آستانہ عالیہ پر رونق افروز ہوئے اور حضرت قبلہ سیدی مرشدی علامہ شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم العالیہ کی طرف اشارہ فرمایا تم ان کے پاس آتے رہا کرو“

اس سے زیادہ میں کچھ نہیں لکھنا چاہتا اہل دل حضرات میرے آقا سیدی و مرشدی علامہ شاہ تراب الحق قادری "سجادہ نشین دربار عالیہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی قادری" کے مقام کا خود ہی تعین فرمالیں اور میرے جیسے حقیر پر تقصیر انسان کے لئے فائدہ اسی میں ہے آپ کے دربار گوہر بار سے وابستہ رہے اس امید پر کہ یہ اللہ والے بوریا نشیں بڑے وجاہت والے ہوتے ہیں اپنے اللہ کے دربار میں انشاء اللہ تعالیٰ کل روز قیامت ہمیں اپنے دامن کرم میں چھپا کر دستگیری فرمائیں گے۔ کتنا سستا سودا ہے پر کوئی آخرت کا خریدار ہو۔ خوشی محمد قادری (سگ بارگاہ رضویہ)

نجدی فتنہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ (نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ) ایک نجدی شخص (ابن ذوالخویصرہ تمیمی) آیا جسکی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی، پیشانی ابھری ہوئی، داڑھی گھنی، گال پھولے ہوئے اور سر منڈا ہوا تھا۔ اس نے کہا اے محمد (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) اللہ سے ڈرو۔ نبی مکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کون کرتا ہے اگر میں اس کی نافرمانی کرتا ہوں حالانکہ اس نے مجھے اہل زمین کے لئے امین بنایا ہے اور تم مجھے امین نہیں مانتے۔ صحابہ میں سے ایک شخص نے اسے قتل کرنے کی اجازت مانگی غالباً وہ خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے انہیں منع فرمادیا جب وہ شخص چلا گیا تو غیب بتانے والے آقا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا، اس شخص کی نسل سے ایسی قوم پیدا ہوگی کہ وہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن انکے حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے وہ بت پرستوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کو قتل کریں گے اگر میں انہیں پاؤں تو قوم عاد کی طرح انکو قتل کردوں۔

(بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ: والی ثمود۔۔۔ الخ، ۲/۴۱۸، حدیث: ۳۳۴۴)

جید عالم دین

محمد اسلم راھی

سابق صدر کتیانہ میمن جماعت

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو اور تمہیں خدا یاد آجائے تو جان لو کہ وہ شخص مومن ہے۔ حضرت قاری مصلح الدین صدیقی صاحب جب کبھی بھی کسی محفل یا مسجد میں رونق افروز ہوتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ جیسے کوئی اللہ کے برگزیدہ بندہے شریف فرماہیں آپ نے اپنی حیاتِ مبارکہ کو سرکارِ مدینہ ﷺ کی سیرت کے مطابق ڈھالنے کی سعی فرمائی۔ آپ کا اٹھنا، بیٹھنا اور چلنا پھرنا سیرتِ طیبہ ﷺ کے مطابق تھا۔ آپ جید عالم دین، عظیم المرتبت صوفی اور راہِ طریقت کے پیر ہدیٰ تھے آپ کی ذات اوصاف حمیدہ اور اخلاقِ حسنہ کا مجموعہ تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ انسان شہرت کے پیچھے بھاگتا ہے تو شہرت اس سے دور بھاتی ہے۔ اور جب انسان شہرت سے دور بھاگتا تو شہرت اس کا پیچھا کرتی ہے۔ حضرت قاری صاحب کی حیات مبارکہ پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ قول کتنا صادق نظر آتا ہے کہ حضرت نے ہمیشہ شہرت و دنیاداری سے اپنے آپ کو دور رکھا لیکن عزت و شہرت کا یہ عالم تھا کہ ہر روز آپ کے چاہنے اور ملنے والے عقیدت مندوں کا حلقہ وسیع ہوتا جارہا تھا اپنے تو اپنے اغیار بھی آپ کی علمی بصیرت اور ولایت کے معترف تھے آپ کی تقاریر کا موضوع ہمیشہ عشق رسول ﷺ، خوف خدا اور آخرت میں جو ابدہی وغیرہ عنوان پر ہوتا تھا۔ آپ کا بیان لطیف شیرین انداز اور سبق آموز ہوتا تھا۔ آپ نے اپنے عالمانہ وعظ ونصیحت کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں عشق رسول ﷺ اجاگر فرمایا، آپ کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ آج کراچی شہر کے بیشتر علاقوں خصوصاً اولڈ ٹاؤن، کھارادر، جوڑیا بازار، نانک واڑہ، نیا آباد، کھڈہ، موسیٰ لین، لیاری میں نوجوان نسل نہ صرف صوم وصلوٰۃ کی پابند ہے بلکہ دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہے۔

آپ فرماتے تھے۔ جس طرح انسان کو زندہ رہنے کے لئے غذا کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح روحانیت کو زندہ رکھنے کے لئے ذکرِ الہیٰ و نعت رسول مقبول ﷺ از حد ضروری ہے۔ آپ اکثر مسجد میں محفل نعت کا انعقاد فرماتے۔ بعد نماز جمعہ اپنے حجرہ مبارکہ میں محفل نعت کا انعقاد ہمیشہ کا معمول تھا۔ اور جب کبھی کوئی نعت خواں اچھے اشعار پڑھتا۔ تو آپ جھوم جھوم کرُاسے داد دیتے ، بسا اوقات محفل نعت میں آپ پر رقت طاری ہو جاتی۔ آپ کی پسندیدہ نعتوں میں کعبہ کے بدر الدجے تم پر کروڑوں درود... سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی... زمین و زماں تمہارے لئے مکین و مکان تمہارے لئے... واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا، کے علاوہ سرکار غوث الاعظم کی شان میں منقبت

وغیرہ شامل ہیں آپ تلاوت ودعا بڑی دھیمی، رقت آمیز آواز میں فرماتے۔ خصوصاً بارہ ربیع الاوّل کو صبح بہاراں کے وقت اور رمضان المبارک کی ۲۷ ویں شب کو آپ کی رقت انگیز دعاؤں اور عارفانہ تقاریر سے فیض یاب ہونے کے لئے کھوڑی گارڈن میمن مسجد میں دور دراز سے لوگ بڑی تعداد میں شرکت کرتے حضرت قاری صاحب آج بظاہر ہم میں موجود نہیں لیکن اُن کی سیرت مبارکہ، اُن کا شاندار کردار اُن کے اخلاق حمیدہ ہمارے سامنے ہیں حضرت قاری صاحب سے محبت کا صرف اور صرف ایک طریقہ ہے کہ ان کے اوصاف کو ہم اپنالیں، اپنے اپنے دلوں کو خوف خدا اور عشق رسول ﷺ واولیائے کرام کی محبت سے منور کرلیں، قول وفعل کا تضاد ختم کرکے سیرت طیبہ ﷺ کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالیں اور یہی طریقہ ہماری دنیا وآخرت میں فوزوفلاح کا ذریعہ ہے۔

اے خداوند کریم جب تک تیرے چاند سورج کی چمک ودمک باقی رہے حضرت قاری صاحب کے مزار پرانوار پر اپنی رحمتوں اور رضوان کی بارشیں برسا حضرت قاری صاحب کے فیض کرم کو جاری وساری فرما اور ہمیں حضرت قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے فیوض وبرکات سے مالامال فرما۔ آمین۔

اسلامی ضابطہ حیات

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طویل روایت میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا دوسرے نے کہا میں ہمیشہ دن کا روزہ رکھوں گا، کبھی افطار نہیں کروں گا تیسرے نے کہا میں عورتوں سے الگ رہوں گا، کبھی نکاح نہ کروں گا پھر نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا، تم لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے خبر دار رہو، خدا کی قسم! میں تم سب میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا اور تقویٰ والا ہوں لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں افطاری بھی کرتا ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں سوتا بھی ہوں بیویوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں۔

(بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ۳/۴۲۱، حدیث:۵۰۶۳)

پیرومرشد کا آخری پیغام

محمد فاروق قادری

پیر طریقت، رہبر شریعت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی قادری رضوی رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں آپ ایک باعمل عالم دین، ممتاز روحانی پیشوا اور باکرامت ولی تھے ویسے تو آپ کی کرامات بے شمار ہیں لیکن آپ کی سب سے بڑی کرامت سنتِ مصطفیٰ ﷺ کی پابندی تھی کسی بھی طرح سے اتباع مصطفیٰ سے روگردانی نہ فرماتے تھے اور جو شخص بھی آپ کا پُرنور چہرہ دیکھتا وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ دیکھا گیا ہے کہ آپ کے یہاں بے نمازی آیا تو نمازی بن گیا۔ بے ریش آیا تو باریش ہو گیا اور بے عمل آیا تو باعمل بن گیا، یہ حقائق ایسے ہیں کہ جس کے سیکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد میں آج بھی عینی شاہد بقید حیات ہیں جنہوں نے یہ انقلاب دیکھا ہے بلکہ یوں کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ حضرت قاری محمد مصلح الدین رحمتہ اللہ علیہ پر یہ جملہ صادق آتا ہے کہ " ولی کامل وہ ہے جسے دیکھ کر خدائے وحدہ لاشریک یاد آجائے۔

علامہ مصلح الدین رحمتہ اللہ علیہ کے نقش اور عملیات بے حد پُر اثر اور تیر بہدف ہوا کرتے تھے اور سینکڑوں بندگانِ خدا اپنی پریشانیوں اور مشکلات سے چھٹکارا حاصل کرتے تھے ان نقوش اور عملیات سے مستفیض ہونے والے افراد کے ان گنت واقعات ہیں ایک مرتبہ فیڈرل بی ایریا میں ایک مکان سے سونے کے زیورات چوری ہو گئے متاثرین نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر نقش حاصل کیا اور دو دن کے بعد آپ کی خدمت میں آکر زیورات کی بازیابی کی اطلاع دی

علامہ مصلح الدین صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی دین متین کی خدمت کے لئے وقف تھی تہجد گزار تھے اوراد و وظائف کی پابندی کا خصوصی خیال رکھتے تھے۔ مریدین معتقدین اور متوسلین کے لئے خصوصی دعائیں کرنا آپ کا معمول تھا۔

علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کو اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ سے اور آپ کے خلفاء سے بڑی عقیدت و محبت تھی۔ آپ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید، شاگرد اور خلیفہ تھے اور حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ کے بھی خلیفہ اور شیخ العرب علامہ ضیاالدین مدنی رحمتہ اللہ علیہ کے تمام سلاسل کے خلیفہ مجاز تھے۔

بار گاہ نبوت میں حاضری اور زیادہ سے زیادہ وقت مدینہ طیبہ میں گزارنا سفر حج کا خاص معمول ہوتا تھا اور سفر سے قبل داتا دربار میں حاضری دیتے۔

حضرت قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۲ مارچ ۱۹۸۳ء کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس کے موقع پر جو پیغام دیا وہ یہ ہے کہ اپنی صورت اور اپنی سیرت کو اسوۂ رسول اکرم ﷺ میں ڈھالو اور دین مصطفیٰ ﷺ کو مضبوطی سے تھامے رکھو اسی میں نجات کا سامان ہے اور یہ ہی ذریعہ نجات ہے

آپ کا یہ تاریخی پیغام نہ صرف مریدین و عقیدت مندوں کیلئے بلکہ مسلمانانِ عالم کو عمل کی جانب دعوت دیتا ہے۔ ہمیں اس پیغام کی روشنی میں اپنی منزل اور مقصد حیات کا تعین کرنا چاہتے۔

والدین کے حقوق

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہسے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم! والدین کا اولاد پر کیا حق ہے ؟ فرمایا، وہ دونوں تیری جنت یادوزخ ہیں (یعنی انکی رضا میں جنت اور انکی ناراضگی میں دوزخ ہے)۔

(ابن ماجہ، کتاب الادب، باب بر الوالدین، ۴/ ۱۸۶، حدیث: ۳۶۶۲)

والدین کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، یہ کام کبیرہ گناہوں میں سے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی کو قتل کرنا، جھوٹی قسم کھانا۔

(بخاری، کتاب الادب، باب عقوق الوالدین من الکبائر، ۴/ ۹۵، حدیث: ۵۹۷۷)

ایک عہد ساز شخصیت

محمد رئیس قادری

حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ جیّد عالم دین، عظیم المرتبت صوفی، اور سالکان راہ طریقت کے رہبر تھے جہاں آپ علم و عمل میں یکتائے روز تھے، وہیں آپ کی ذات زہد و تقویٰ، فقر و استغنا، جود و سخا، حلم و بردباری، احسان و ایثار، طہارت و پاکیزگی، صبر و رضا، ایمان و ایقان اور حسن اخلاق کا حسین ترین مرقع تھی علم و عمل، فضل و کمال غرضیکہ جملہ محاسن کا نام قاری محمد مصلح الدین صدیقی تھا۔

آپ اپنی وجاہت کی بدولت تمام علماء کرام میں ممتاز اور نمایاں نظر آتے، انسان کی زندگی کا اصل جوہر اس کے اچھے خصائل و عادات ہیں ایک باکمال شخصیت کے اندر ان اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے۔ حضرت قاری صاحب کی شخصیت بھی ان عادات کی آئینہ دار تھی اس لئے آپ کی زندگی کا ہر پہلو تابناک ہے۔

آپ ۱۱/ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ بمطابق ۱۹۱۷ء کو قندھار شریف ضلع نانڈھیڑ حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا غلام جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے قرآن حکیم حفظ کیا تقریباً سترہ برس کی عمر میں اپنا وطن چھوڑ کر مدرسہ مصباح العلوم مبارکپور اعظم گڑھ میں علوم اسلامیہ کی تحصیل کا آغاز کیا آٹھ برس میں تکمیل کی اور حضرت حافظ ملت، حافظ عبدالعزیز محدث مبارکپوری علیہ الرحمہ آپ کو صدرالشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا حکیم محمد امجد علی اعظمی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے۔ وہاں آپ حضرت صدرالشریعہ سے بیعت ہوئے اور پھر کچھ عرصہ بعد حضرت صدرالشریعہ نے آپ کو تمام سلاسل طریقت میں اجازت و خلافت بھی عطا فرمائی۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان تشریف لائے اور مختلف مقامات پر تبلیغ دین کے بعد اخوند مسجد کھارادر میں خطیب و امام رہے آپ یہی چاہتے تھے کہ کسی چھوٹی مسجد میں رہ کر دین کی کچھ خدمت کی جائے مگر پھر لوگوں کے بے حد اصرار پر آپ جامع میمن مسجد کھوڑی گارڈن تشریف لائے۔ یہاں آپ کے پاس سینکڑوں عقید تمندوں اور حاجتمندوں کا ہجوم رہنے لگا اور آپ نے اسے رضائے الٰہی سمجھ کر اسی جگہ مستقل قیام فرمایا۔

آپ کے ہاں روحانی محفل کا یہ عالم تھا کہ بے شمار لوگ حاضر خدمت ہوتے اور یہاں سے فیضیاب ہو کر جاتے تھے آپ نے زندگی میں بارہ مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ حضرت صدرالشریعہ کے علاوہ آپ کو حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مصطفی رضا خان رحمتہ اللہ علیہ اور خلیفۂ اعلیٰ حضرت قطب مدینہ حضرت علامہ مولانا شاہ ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ اشرفیہ شاذلیہ معمریہ محمدیہ میں سند خلافت

حاصل تھی ۔ آپ کا بزرگان دین سے بڑا گہرا تعلق تھا اور اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ سے تو والہانہ عشق تھا۔ بسا اوقات آپ اعلیٰ حضرت کی نعتیں گنگنایا کرتے اور وعظ میں بھی اکثر اعلیٰ حضرت کے اشعار پڑھا کرتے ۔ حضرت قاری صاحب قبلہ بڑے خوش لباس تھے ۔ کرتا، پاجامہ، صدری، شیروانی، عمامہ آپ کا مخصوص لباس تھا۔ روزانہ پنج وقتہ نماز عمامہ کے ساتھ ہی ادا کرتے تھے۔

آپ دوسری صفات حمیدہ کی طرح ظاہری حسن و جمال میں بھی یکتائے روزگار تھے۔ قد اوسط، پیشانی چوڑی، چشم پاک سرمئی، ناک درمیانی، چہرہ کشادہ، رنگ گندمی ملیح، شگفتہ جاہ و جمال کی کھلی تصویر، بھویں گھنی، بال کان کی لو تک رہتے تھے، دست پاک نہایت ہی نرم یہ ہے اس ماہتاب ولایت کا مبارک حلیہ۔

پیر طریقت حضرت علامہ مولانا قاری مصلح الدین صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کا دین کے لئے ایثار کمال درجہ کا تھا آپ کی داد و دہش کا یہ عالم تھا کہ حاجتمندوں کی حاجت اپنی ضرورت پر مقدم جانتے تھے اور حاجت روائی اس طرح کرتے کہ کسی اور کو کچھ پتہ نہ چلتا اور حاجتمند اپنی جھولی بھر کر خوشی سے چلا جاتا۔ یہ انداز حضرت قاری صاحب کی عالمانہ شان و وقار اور دین دوستی کا بین ثبوت ہے اور ہمارے اسلاف کرام کا یہی معمول رہا ہے۔

حضرت قاری صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ چرخِ اسلام کے مہر درخشاں، اتباع سنّت کی سرزمین کے آسماں، مومنین کا امن واماں، کعبہ روحانیاں، قبلہ ایمانیاں، اقلیم طریقت و شریعت کے تاجدار، ملت کی آبرو، سنّیوں کی آرزو، بے قراروں کا قرار اور حق یہ ہے کہ حق کا معیار تھے۔ آپ کے توسط سے بے شمار افراد دامن حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے وابستہ ہوئے۔آپ کے مریدین کی کثیر تعداد صرف پاکستان میں ہی نہیں بلکہ دیگر کئی ممالک میں پھیلی ہوئی ہے ۔

آپ ۷/ جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ بمطابق ۲۳/ مارچ ۱۹۸۳ء بدھ کے روز ساڑھے چار بجے وصال فرما گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جب پردہ فرمایا تو دنیائے سنیت چیخ پڑی۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق بیس ہزار افراد کا جم غفیر ہر طرف سے جمع ہو گیا۔ آپ کی نماز جنازہ نائب مفتی اعظم ہند نبیرہ اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان الازہری مدظلہ نے پڑھائی اور حضرت علامہ سیّد شاہ تراب الحق قادری مدظلہ' آپ کی روحانی رفعتوں کے امین اور جانشین ہوئے غرضیکہ اہل پاکستان ایک جیّد عالم دین اور ایک ولی کامل سے محروم ہو گیے ۔

کھوڑی گارڈن جہاں آپ کا مزارِ مقدس واقع ہے بلدیہ عظمیٰ کراچی کی جانب سے آپ کی خدمات کے اعتراف کے طور پر اس کا نام مصلح الدین گارڈن رکھ دیا گیا۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کے مزار پر انوار پر رحمتوں کی بارش فرمائے۔ آمین

کردار کے غازی

غلام دستگیر افگانی

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ارض ہند میں معرفت اور حقیقت کا چراغ روشن کرنے والے صوفیائے کرام میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی وہ نفوس قدسیہ ہیں جنہوں نے شب و روز معرفت طریقت کی ترویج و اشاعت میں صرف کئے اور قلیل مدت میں کثیر افراد کو آشنائے معرفت بنالیا۔

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ مولانا قاری مصلح الدین قادری رحمتہ اللہ علیہ کا شمار ان نابغۂ روزگار اور غازیان کردار میں ہوتا ہے کہ جنہوں نے شمع طریقت کی روشنی سے معرفت کا چراغ جلارکھا تھا حضرت قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت شریعت اور طریقت کی جامع تھی۔ برصغیر میں اسلام کی شمع روشن کرنے والے علمائے کرام میں مرد مجاہد حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی، امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلوی، خلیفۂ اعلیٰ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی رحمتہ اللہ علیہ وہ ذواتِ عالیہ ہیں جنہوں نے اپنی زندگی اسلام کی خدمت اور آقائے نامدار ﷺ کی محبت میں صرف کی۔

پیر طریقت حضرت قاری محمد مصلح الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بھی اپنے ان اسلاف کے مشن کو لے کر چلے تھے اور ایک بڑے حلقے کو علم کی روشنی اور معرفت کی چاشنی پہنچانے میں کامیاب ہوئے۔

قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ ایک گوشہ نشین صوفی تھے وہ نہ شہرت کے متمنی تھے اور نہ ہی کسی انعام و اکرام کے متلاشی، حقیقت یہ ہے کہ ان کی خاموشی بھی دین کی تبلیغ تھی۔ وہ صرف گفتار کے غازی نہ تھے بلکہ کردار کے مجاہد بھی تھے۔ انہوں نے نہ اپنی زبان سے کسی کو ایذا پہنچائی۔ اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے کسی کو نقصان پہنچایا اور حدیث میں مومن کی یہی علامت بتائی گئی۔

وہ ایک طرف اگر پیر طریقت تھے تو دوسری طرف وہ ایک جید عالم دین بھی تھے۔ شریعت اور طریقت کا یہ حسین امتزاج ایک مومن کے لئے وجہ امتیاز ہے، شریعت کا مآخذ علم ہے اور علم ہی ایک ذریعہ ہے جس کے باعث خالق و مخلوق میں رابطہ قائم ہے، علم ہی وہ صفت کمال ہے جو انسان کے تمام کمالات پر حاوی اور محیط ہے اور علم تمام صفات کی منشاء انکشاف ہے۔

گویا انسان کی شرافت و جلالت، عروج و برتری کی علت کاملہ یہی صفت علم ہے جس کی تابانیوں سے انسان کو دائمی ابدی زندگی ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے حضرت آدم علیہ السلام کو کمالات علمی کی بناء پر اپنا خلیفہ بنا کر فرشتوں پر ان کی عظمت ظاہر فرمائی اور وہ مسجود ملائکہ بنائے گئے۔

حضرت خضر علیہ السلام علم لُدنی کی برکت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کے استاد بنائے گئے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو وسعت علمی کے باعث ساری کائنات پر تصرف حاصل ہوا۔ غرضیکہ ہر وصف اپنی ایجاد و تکمیل میں علم کا محتاج اور علم پر موقوف ہے۔ قال رسول اللہ ﷺ **من جاءہ الموت وھو یطلب العلم یحیٰ بہ الاسلام فبینہٗ و بین النبین درجۃ واحدہ**۔ شکوۃ شریف رسول اکرم ﷺ نے فرمایا وہ شخص جس کو موت آئے اس حال میں کہ وہ علم طلب کرتا ہو تاکہ زندہ رکھے اس کے ساتھ اسلام کو پس اس شخص اور انبیاء میں جنت کے اندر فرق صرف ایک درجہ کا ہوگا۔ اور وہ درجۂ نبوت ہے جو صرف انبیاء کے لئے مخصوص رکھا گیا ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ **فضل العلم خیر من فضل العباد** علم کی زیادتی عبادت کی زیادتی سے افضل ہے بہترین دین تمہاری پرہیز گاری ہے قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی علم کی خدمت میں بسر کی، دار العلوم امجدیہ میں ہم دونوں بحیثیت مدرسین ایک عرصہ تک کام کرتے رہے ہیں اس عرصہ، میں نے آپ کو ایک مخلص ساتھی۔ اور دین دار صوفی کی صورت میں پایا۔ مجھے یاد نہیں کہ آپ نے اشراق کی نماز کبھی قضا کی ہو۔

آپ کی خوش مزاجی خندہ پیشانی۔ زندگی بھر یاد رہے گی۔

موجودہ زمانہ میں علم اور علما کی کمی نہیں۔ لیکن زہد و تقویٰ مفقود ہے۔

بس قاری صاحب کا طرۂ امتیاز ہم عصر علما میں یہی تھا کہ آپ ایک ممتاز عالم دین، حافظ، قاری ہونیکے علاوہ تہجد و اشتراق گزار صوفی بھی تھے۔

تصوف آپ کی زندگی کا بہترین سرمایہ تھا تصوف کو قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ذریعہ معاش نہیں بنایا، میں نے بارہا خود دیکھا کہ انہوں نے تعویذ والوں کا نذرانہ قبول کرنے سے انکار فرمایا۔ حالانکہ اس میں کوئی شرعی قباحت نہ تھی لیکن عموماً قاری صاحب نے رخصت کی جگہ عزیمت کو اختیار فرمایا۔ جو ہمارے اسلاف کی ایک بہترین سنت ہے، ایک مومن کے لئے سب سے بڑا اعزاز ہے کہ ایک ہاتھ میں علم شریعت کی تلوار اور دوسرے ہاتھ میں علم معرفت کی ڈھال ہو۔ ایسا شخص دنیا و آخرت میں مراد کو پہنچا۔ اس دار الفنا میں شان شوکت والے آئے، تخت و تاج، بخت وراج والے آئے جانے کے بعد ان کا نام و نشان تک نہ رہا۔ لیکن جن کے قلوب نور معرفت سے منور تھے ۔ علم ظاہر سے آراستہ تھے۔ ان کا نام رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔ ان کی تعلیمات اہل ایمان کے لئے نشان منزل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا۔

"کہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرتا رہوں گا"

قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس دنیا سے رخصت ہوئے عرصہ ہوا۔ لیکن ان کے علمی فیوض اور روحانی برکات ہمیشہ رہیں گی۔ وہ جسمانی طور پر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

لیکن انہوں نے ہمارے لئے علم و معرفت کا ایسا اثاثہ چھوڑا جو تا قیامت ان کے لئے یادگار رہے گا۔

مورخہ ۷ جمادی الثانی ۱۴۰۳ء کو ان کی وصال پر جب حاضری دی۔ اور چمکتا ہوا روشن چہرہ دیکھا۔ تو شاعری مشرق کا ایک شعر یاد آیا جس میں ایک حدیث شریف کی ترجمانی کی گئی ہے کہ

نشان مردِ مومن باتو گویم
چو مرگ آید تبسم برلبِ اوست

سلام کیا کرو

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے دریافت کیا، اسلام میں کونسا عمل اچھا ہے، فرمایا: اللہ تعالیٰ کے بندوں کو کھانا کھلائو اور مسلمان کو سلام کرو خواہ جانتے ہو یا نہیں۔

(بخاری، کتاب الاستئذان، باب السلام للمعرفۃ۔۔۔ الخ، ۴/۱۶۷، حدیث:۶۲۳۶)

* * * * *

سلام کرنا باعث برکت ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول معظم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا، اے بیٹے! جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جائو تو انہیں سلام کرو یہ تمہارے لئے بھی برکت کا باعث ہو گا اور تمہارے گھر والوں کے لئے بھی۔

(ترمذی، کتاب الاستئذان، باب ماجاء فی التسلیم۔۔۔ الخ، ۴/۳۲۰، حدیث:۲۷۰۷)

زائر حرمین

جناب سکندر لکھنوی

قاری محمد مصلح الدین صاحب قادری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام نامی زبان پر آتے ہی میری نظروں میں ایک پاکیزہ باوقار اور نورانی چہرہ اجاگر ہو جاتا ہے اور دل میں ان کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ موصوف قاری صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ انتہائی خلیق، ملنسار، راست گو اور خوش خلق شخصیت تھے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق اور جملہ صحابہ کرام اہلبیت اطہار کے محب تھے۔ جملہ مشائخ عظام کے عقیدت مند بالخصوص خواجہ ہند الولی اور سلطان بغداد حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے سچے فدائی تھے۔ بردباری اور سنجیدگی کے ساتھ ساتھ خوش مزاجی اور تواضع ان کی نمایاں خصوصیت تھی۔ سلطان مدینہ کی محبت ان کی روح میں پیوست تھی۔ اس لئے حضور کی ثناء خوانی کو روح غذا سمجھتے تھے۔ طاعت الٰہی اور محبت محبوب خدا ان کے ہر فعل اور گفتگو میں نمایاں مقام رکھتی تھی۔

اس فقیر کی پہلی ملاقات کھوڑی گارڈن کی جامع مسجد (جو اب مصلح الدین گارڈن کہلاتی ہے) میں اتفاقاً ہو گئی۔ اور پہلی ہی ملاقات میں اندازہ ہو گیا کہ خداوند کریم نے اپنے محبوب کے اس عاشق صادق کو خصوصی انعامات سے نوازا ہے۔ قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے کراچی کے علاوہ بھی سندھ اور پنجاب کے اکثر مقامات پر ملاقات ہوتی رہی ہے۔ جن میں حیدر آباد، ملتان اور لاہور شامل ہیں۔

قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ ملتان میں حضرت قبلہ احمد سعید شاہ صاحب کاظمی دامت برکاتہم کے مدرسہ انوار العلوم کے سالانہ جلسے میں اکثر تشریف لے جاتے تھے۔ وہاں بھی مجھے ملاقات کی سعادت حاصل ہو جاتی تھی کیونکہ یہ عاجز بھی پابندی کے ساتھ اس جلسہ میں شرکت کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ جب حج اور عمرے کے قصد سے مدینہ منورہ تشریف لے جاتے تھے تو وہاں بھی متعدد بار حضرت سے شرف نیاز حاصل ہوا مدینہ میں ان کا حال قابل دید ہوتا تھا روزانہ قطب مدینہ حضرت علامہ مولانا ضیاء الدین قادری مدنی رحمتہ اللہ علیہ کے دولت خانے پر محفل میلاد اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناء اور مدحت شریفہ کی تقریب ہوتی تھی۔ قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ قیام مدینہ میں روزانہ حضرت مدنی صاحب کی ان محافل میں شرکت فرماتے تھے اور اس محفل مبارکہ میں اس عاجز کو ایک مداح رسول اور ثنا گو کی حیثیت سے بارہا شرف ملاقات اور اس محفل میں شرکت کی سعادت حاصل ہو چکی ہے۔ قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی صرف ایک شب کی محفل سے سیری نہیں ہوتی تھی اور وہ ان کو بھی مختلف عقیدتمندوں اور خود اپنی قیام گاہ پر ان نورانی محافل کا انعقاد فرماتے

تھے اور مدینہ میں جب یہ فقیر بھی حاضر ہوتا تو خصوصی طور پر ارشاد فرما کر مجھے بلاتے تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو نعت خوانی مرغوب تھی اور نعت خوانی میں عشق کی حد تک ان کو دلچسپی تھی۔ اس لئے نعت خوانی بڑی محبت اور عقیدت کے ساتھ سماعت فرماتے تھے۔ مدینہ منورہ کی محافل میں ان کے کیف وشعور میں ایک وجدانی کیفیت رونما ہو جاتی ہے اور جب کسی شعر پر ان کو کیف آجاتا تھا تو ان کے اشکوں کی روانی شدت اختیار کر لیتی تھی یہی وجہ تھی کہ ان کو حضور کے ثناء خوانوں سے خاص محبت تھی اور نعت شریف کے دوران ان کے پاس جو کچھ بھی ہوتا تھا نعت خوانوں کی نذر کر دیتے تھے۔

قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کیونکہ قادری سلسلے سے منسلک تھے سلسلہ قادریہ کے ممتاز بزرگ تھے اور مولانا ضیاء الدین صاحب مدنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جو اعلیٰ امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی کے خلیفہ تھے ۔اس نسبت سے قاری صاحب مدنی صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی بہت عزت کرتے تھے اور ان کی محفل میں ادب کا خاص لحاظ رکھتے تھے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ دونوں بزرگ اس فقیر کو سلطان مدینہ کا ثناء گو اور دیار پاک کا سائل سمجھ کر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ میری در رسول پر حاضری کیلئے دعا گو رہتے تھے۔

آج یہ دونوں حضرات ہم سے جدا ہو کر بارگاہِ خداوندی میں پہنچ چکے ہیں اور ان بزرگوں کی یاد اس عاجز کو تڑپا رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی لحدوں کو جنت کی کیاریاں بنادے اور ان کی لحدوں اور سلطان مدینہ کی آرام گاہ کے درمیان جو حجابات حائل ہیں ان کو دور کر کے اپنے محبوب کا خصوصی قرب عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

خاکپائے اولیاء

سکندر لکھنوی

نظر کی حفاظت

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے (کسی نامحرم عورت پر) اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق سوال کیا تو حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مجھے نظر پھیر لینے کا حکم دیا۔

(مسلم، کتاب الادب، باب نظر الفجأۃ، ص:۱۱۹۰، حدیث:۲۱۵۹)

عارف حقیقت

مولانا محمد اشفاق صدیقی

انسان بھی کتنا گریزپا ہے، برق رفتاری سے اپنے کام سرانجام دینے کے بعد اپنے وطن اصلی کو کوچ کر جاتا ہے ۔ حضرت مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی ان عارفان حقیقت میں سے ایک تھے۔ جنہوں نے اپنی حیات فانی کے ایک ایک لمحے کو اپنے مقصد آفرینش کی تکمیل میں صرف کیا اور ہر لمحہ عروج وصعود کے زینے پر بڑھتے چڑھتے رہے۔

حضرت مولانا قاری محمد مصلح الدین علیہ الرحمتہ کے میرے والد ماجد حضرت مولانا غلام حبیب صدیقی سے بڑے قریبی مراسم تھے۔ مہر و محبت کا تعلق تھا۔ میں شروع میں تعلیمی مشاغل اور بعد میں تبلیغی و دینی مصروفیات کے باعث حضرت قاری صاحب کے قریب نہ ہو سکا۔ ایک بار حج کے موقع پر مکتہ المکرمہ اور دوسری بار مدینہ منورہ میں روضہ سرور عالمیاں ﷺ پر ملاقات کا اتفاق ہوا۔ امیر و غریب اور صغیر و کبیر سے اُنس و الفت کے ساتھ پیش آتے جو بھی آپ سے ملاقاتی ہوتا فوراً گرویدہ ہو جاتا۔ مدینہ منورہ میں نعت کی محفلیں ہوتی اہل محبت کا اجتماع ہوتا، قاری صاحب پر وجد کی سی کیفیت طاری رہتی آنکھوں سے موتیوں کی لڑی جاری رہتی۔ مسجد نبوی میں ان کی نگاہیں نیچی اور روضہ اقدس پر سر نیاز خم دکھائی دیتا اور فرقت میں چشم نم سے دل کے غم کو ہلکا کرتے۔ بڑے ادب احترام سے رہتے۔

کراچی میں قاری صاحب خاموشی سے دین کی خدمت میں لگے ہوئے تھے اخباری شہرت جس سے آج کل ہر بونا قد نکالنے کی کوشش میں ہوتا ہے بڑی نفرت تھی اور یہ ہی اسلاف کا طریقہ رہا کہ وہ شہرت سے نفرت کرتے اور شہرت ان کے قدم چومتی ۔ حضرت قاری صاحب اپنے اسلاف کی طرح اپنی نیکیوں اور اچھائیوں کی نمائش نہیں کرتے تھے انہیں اپنے مشائخ سے والہانہ عشق تھا۔ اپنی مجلسوں میں ان کا ذکر کرتے اور لوگوں کی عقیدت اور محبت کا رخ ادھر موڑنے کی کوشش کرتے، آپ کی تبلیغی جدوجہد کی مثالیں نفس الامر میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ کھارادر اور میٹھادر کی گلی گلی اور گھر گھر میں نعت کی محفلوں اور ذکر کی مجلسوں کا انعقاد اور دینی کاموں میں شوق و ذوق آپ کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ اور ثمر ہے حضرت مولانا سید شاہ تراب الحق قادری آپ کے جانشین ہوئے اور خوب ہوئے شاہ صاحب آپ کے پیغام کو وسعت دے رہے ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضور پرنور ﷺ کے صدقے آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور آپ کے علم و عمل میں دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

مصلح اہلسنت سے چند یادگار ملاقاتیں

مولانا محمد اسلم نعیمی

مجھے خوب یاد ہے۔ سن ۶۳ء کا زمانہ تھا، مخدوم و محترم محمد سلطان علی خاں برکاتی صاحب کی رہائش گاہ واقع ملیر میں اکثر دینی روحانی نشستیں منعقد ہوتی تھیں، موصوف کی چونکہ خاندان رضویت سے خاص نسبت بھی ہے لہذا بریلی شریف سے ہر آنے والے بزرگ کی زیارت انہی کے دولت کدہ پر ہوتی تھی۔ میسر از مانہ طالب علمی تھا کراچی کے علماء کرام سے بھی شرف ملاقات اسی جگہ سے نصیب ہوئی تھی۔ چنانچہ میری ملاقات بھی پہلی قبلہ قاری مصلح الدین صدیقی مرحوم سے ملیر میں اسی مقام پر ہوئی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت پیر طریقت ولی نعمت زینت القراء عاشق رسول اللہ، فنافی اللہ حضرت قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمتہ اللہ علیہ اس مجلس روحانی و نورانی میں جلوہ افروز تھے ۔ کہ آغازِ محفل تلاوت کلام کریم سے ہوا۔ مجھے بچپن میں نعت رسول مقبول ﷺ کا شوق تھا۔ میری نعت کے بعد حضرت قاری صاحب موصوف کی تقریر دلپزیر کا اعلان ہوا۔ مجمع ہمہ تن گوش ہو گیا۔ آپ نے حمد و صلوۃ کے بعد امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی نعت کے چند اشعار اپنی روح پرور سوز و گداز والی آواز میں پڑھی کہ محفل پر وجد طاری ہو گیا۔ بعدہٗ آپ نے فضائل اولیاء پر سیر حاصل خطاب کیا اور اپنے علم و فضل کی روشنی میں معجزہ و کرامت کا فرق عالمانہ فاضلانہ انداز میں بیان فرمایا۔ وہ آج بھی ذہن نشین ہے حاضرین مجلس اس خطاب سے بے حد متاثر اور مستفید و مستفیض ہوئے تھے۔

آپ کی ذاتِ اخلاق ، سیرت مصطفوی کی جامع تھی۔ امیر المومنین حضرت مولا علی کرم اللہ وجہ الکریم کا ارشاد ہے۔ ولی کامل وہ ہے کہ جس کو دیکھنے سے خدا یاد آجائے حضرت قاری صاحب بھی ایسے باخدا انسان تھے کہ ان کو دیکھنے سے خدا یاد آتا تھا۔ آپ تمام دم حیات رشد وہدایت کا درس دیتے تھے خود بھی عمل کرتے اور معتقدین کو بھی سنتِ رسول ﷺ پر چلنے کی تلقین فرماتے تھے۔

آپ جب تقریر کا آغاز کرتے تو قرآن عظیم سے آیت کو موضوع بناتے اور اس کی علمی تفسیر بیان کرتے اور اسی کے تحت احادیثِ مصطفوی اور ارشاداتِ فقہاء کرام اور واقعات بزرگان دین کی روشنی میں بصیرت افروز خطاب فرماتے تھے۔ دورانِ خطابت آپ کی آنکھیں سرخ اور پرنم ہو جاتیں، انتہائی ادب و احترام سے نام نامی اسم گرامی ﷺ لیتے اور جب نعت رسول مقبول پڑھتے تو ایک وجدانی کیفیت ہو جاتی تھی۔ بلا مبالغہ میں یہ کہوں گا کہ ان کی اشکبار نگاہوں میں جلوۂ جمال یار ہوتا تھا۔ اور وہ اپنی مجلس میں فضائل و خصائل بیان کرتے جاتے تھے۔

دار العلوم امجدیہ میں ملاقات:

جب میں دار العلوم امجدیہ کراچی میں ۷۴ء میں دورہ حدیث کا طالب علم تھا اور قبلہ قاری صاحب موصوف اُس زمانہ میں دار العلوم ہذا کے جلیل القدر اور فاضل استا دتھے۔ ہفت واری تقریر و نعت پڑھنے کے لئے طلباء کے لئے مفید پروگرام جملہ اساتذہ کرام کے سامنے ہوتا تھا یوں تو میں اس پروگرام میں دلچسپی نہیں لیتا تھا۔ لیکن جب قبلہ قاری صاحب مرحوم کے سامنے طلباء میں میرا نام ہوتا۔ تو راقم پہلے ہی ادب و احترام کے ساتھ دوزانوں ہو کر بیٹھ جاتا تھا۔ آپ مسند تدریس پر براجمان ہوتے، سب طلباء کی تلاوت، نعت، تقریر سن کر بہت خوش ہوتے اور دل کی گہرائیوں سے دعائیں دیتے تھے۔

آپ طلباء سے حد درجہ محبت و شفقت فرماتے تھے بعد فراغت پروگرام ہمیں آدابِ مجلس، آداب تقریر، آداب تدریس سکھاتے اور گرانقدر نصیحتیں بھی فرماتے تھے۔

اپنی کہاں مجال کے ان تک پہنچ سکیں
ہم زرہ ہائے خاک ہیں وہ آفتاب تھے

مدینہ منورہ میں ملاقاتیں:

راقم ۱۲ ستمبر ۸۲ء کو کینیاء افریقہ سے مکہ مکرمہ عمرہ کی سعادت حاصل کرتے ہوئے دیار رسول مقبول ﷺ میں حاضر ہوا، حضرت ضیاء الملت والدین الحاج مولانا ضیاء الدین مدنی رحمتہ اللہ کے آستانہ عالیہ جو کہ مسجد نبوی کے سامنے جوار رسول میں واقع ہے۔ اس آستانہ پر حضرت قبلہ قاری مصلح الدین صدیقی رحمتہ اللہ علیہ سے پاکستان کے حالات پر گفتگو ہوئی اس مجلس میں مولانا فضل الرحمان مدنی مدظلہٗ و دیگر علماء بھی تھے۔ اس مجلس میں حضرت موصوف نے فضائل رسول پر روشنی ڈالی۔

۲۲ ستمبر کو حضرت شیخ العرب والعجم مولانا ضیاء الدین مدنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا پہلا عرس مبارک جو جبل احد سے متصل اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کے دامن میں دانیال ہال میں منعقد کیا گیا۔ اس پر وقار تقریب سعید میں قبلہ قاری صاحب مرحوم کا آخری خطاب سنا اور یہ حضرت موصوف کا بھی مدنی صاحب کے پہلے عرس میں آخری خطاب تھا۔ بڑے رقت انگیز عالم میں وہ خطاب تھا وہ مدنی صاحب مرحوم کی کرامات بیان فرمارہے تھے بعد خطاب مدینہ والوں کی طرز پر عربی مولود شریف پڑھا گیا اور صلوٰۃ والسلام کے بعد دعاء خیر ہوئی لنگر عام تقسیم کیا گیا۔

سنہری جالیوں کے سامنے ملاقات:

اسی روز بعد نماز عشاء مواجہ شریف کے سامنے بھی ملاقات ہوئی۔ آج چونکہ ظاہری طور پر ان کی بھی آخری ملاقات تھی، کیونکہ صبح ہوتے ہی حج کی آخری سعادت بھی حاصل کرنے کے لیے مکۃ المکرمہ پہنچنا تھا چنانچہ گنبد خضرا اور سنہری جالیوں کے سامنے آخری زیارت کا منظر میرے لئے نا قابل بیان ہے۔

البتہ اتنا جانتا ہوں کہ ان کے کراچی کے دو مرید ان کی معیت میں تھے۔ اور وہ روضۂ رسول ﷺ میں استغاثہ پیش کر رہے تھے قاری صاحب کی بہر کیف طبیعت عشق و مستی میں مخمود حالت، ہجر رسول میں اشکبار اور غمناک سرخ آنکھیں۔ کیوں نہ کہوں کہ وہ دبی زبان میں کچھ التجائیں پیش کر رہے تھے۔ بلکہ میرا ایمان ہے کہ وہ حاضر دربار تھے۔ اور ان کو بارگاہ رسول میں حضوری حاصل تھی۔

آخری ملاقات:

کراچی ائیر پورٹ پر ۷ جنوری ۸۳ء کو ہوئی جبکہ حضرت قاری صاحب مرحوم اپنے داماد و خلیفہ، جانشین، علامہ، خطیب اہلسنت مولانا سید شاہ تراب الحق قادری زید مجدہ اور پروفیسر شاہ فرید الحق مدظلہ کو جنوبی افریقہ ڈربن، کے لئے رخصت کرنے تشریف لائے تھے۔ مجھ سے افریقہ میں تبلیغ اسلام کے حوالہ سے گفتگو فرمائی اور فرمانے لگے اسلم میاں اب ہمارا تو وقت آخر ہے اب یہ تبلیغ اسلام کا فریضہ تم نوجوان علماء کے سپرد ہے اور فرمانے لگے مجھے بیرون ممالک سے میرے عقید تمندوں کی جانب ہمہ وقت دعوتیں موصول ہوتی رہتی ہیں لیکن فقیر عارضۂ قلب کا مریض ہے۔ خواہش ہے کہ زندگی کے آخری لمحات بھی اپنے بچوں اور قریب کے عقید تمندوں میں گذاروں۔

مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ میری آخری ملاقات اور ان کے آخری الفاظ ہوں گے، چنانچہ ۷۲ (بہتر) ایام کے بعد اس دار فناء سے دار بقاء کی طرف کوچ فرمایا اور خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

نیک دل بزرگ

حافظ محمد سلیم جہانگیر اعوان

حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی سلسلہ قادریہ رضویہ کے ایک معروف روحانی پیشوا تھے۔ میری ملاقات حضرت کے ایک خاص مرید محمد یونس قادری جو ایک بینک میں اعلیٰ عہدہ پر فائز ہیں کے ذریعے سے ہوئی۔ محمد یونس قادری نے میرا تعارف کرایا حضرت سے مل کر جو دلی سکون ملا وہ ناقابل بیان ہے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ آج آپ بھی نعت شریف سنائیں لہٰذا حضرت کے ارشاد پر بندہ نے نعت پڑھنے کا شرف حاصل کیا بندہ نے بہت سی محافل میلاد اور نعت خوانی کی محفلوں میں نعتیں سنائیں ہیں لیکن حضرت کی محفل میں نعت پڑھ کو جو روحانی کیف ملا وہ کسی محفل میں نصیب نہیں ہوا۔ جس طرح کراچی میں حضرت کی زیر صدارت جو محافل نعت منعقد ہوئیں تھی بالخصوص کھوڑی گارڈن میں اسی طرح مدینہ منورہ میں بھی حضرت کی صدارت میں منعقد ہونے والی محفلیں ایک منفرد حیثیت رکھتی تھیں۔ مدینہ منورہ میں حضرت کے معتقدین اور مریدین کثیر تعداد میں موجود ہیں سارا سال لوگ انتظار کرتے تھے کہ حضرت تشریف لائیں۔ تاکہ حضرت سے فیوض وبرکات حاصل کئے جا سکیں، بندہ کو بھی سرکار مدینہ نے حاضری کا شرف بخشا۔

۱۹۸۱ء میں بندہ جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اس سال حضرت دو مرتبہ حرمین شریف کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے پہلے عمرہ کی غرض سے دوسرا فریضہ حج بیعت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے لئے حضرت جس عجز و انکساری کے ساتھ سرکار کی بارگاہ میں حاضری دیتے تھے وہ بیان سے باہر ہے بندہ پر ایک خاص کرم فرمایا کہ حضرت کی روحانی محفلوں میں شرکت کے نتیجے میں ہی بندہ کو حج بیت اللہ کی سعادت اور حضور کے در کی حاضری نصیب ہوئی اور بندہ کو تقریباً ایک سال تک مدینہ شریف میں قیام کا موقعہ ملا۔ یہ حضرت کی ہی نظر عنایت تھی۔

حضرت صاحب ایک شفیق مہربان اور نیک دل بزرگ تھے۔ حضرت کی تقریر کا انداز منفرد تھا۔ حضرت کی تقریر جامع اور مختصر ہوتی جو کہ ہر آدمی کے دماغ میں محفوظ ہو جاتی تھی حضرت نے مسلمانوں کے دلوں میں بالخصوص نوجوانوں میں جو عشق رسول پیدا کیا اس کی نظیر نہیں ملتی حضرت کا ہر قدم شریعت وطریقت سے آراستہ ہوتا تھا۔ آپ نے مسلک اہلسنت کی اشاعت کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں اللہ تعالیٰ حضرت ے درجات بلند فرمائے اور مریدین کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

بانئ بزم رضا

حاجی احمد قادری گاڈت

پیر طریقت ولی نعمت حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین رحمتہ اللہ علیہ ایک باکمال شخصیت کے مالک تھے اور حُسن اخلاق کے نورانی پیکر تھے۔

فقیر نے آپ کے دست حق پرست پر بروز جمعہ ۱۳۸۸ھ یکم ماہ رمضان کو بیعت کی آپ اس وقت اخوند مسجد میں امامت فرماتے تھے۔

حضرت کے آخوند مسجد میں آنے سے قبل جماعت اسلامی اور اسلامی جمعیت کا کافی زور تھا۔ حضرت نے تشریف لاتے ہی سب سے پہلے بچوں اور نوجوانوں پر خصوصی توجہ دی اور انہیں جلد ہی ان شیطانی جماعتوں کے چنگل سے آزادی دلائی۔

حضرت بچوں اور نوجوانوں کی منعقدہ محافل میلاد میں بطور خاص شرکت فرما کر ان کی حوصلہ افزائی فرماتے اور ان کی ایسی خاص نہج پر تربیت فرماتے کہ ان میں کئی مغربی ممالک میں سالہا سال گزارنے کے باوجود مسلک حقہ اہلسنت پر سختی سے عمل پیرا ہیں۔

چند احباب نے حضرت کے مشورہ و ایماء پر رضا عرس کمیٹی قائم کی اس کا پہلا جلسہ ۲۸ ذی الحج ۱۳۹۲ھ میں یوم فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موقع پر منعقد کیا گیا۔ اور مختصر عرصے میں مختلف کتابچے، رسائل اردو اور گجراتی زبانوں میں شائع کئے گئے جن سے مسلمانوں کے دلوں میں دین کی رغبت، پیارے رسول ﷺ کی الفت و محبت مستحکم ہوئی نیز حضرت ہی کے مشورہ پر اس کا نام ۱۳۹۵ھ میں بزم رضا رکھا گیا جو آج تک مصروف عمل ہے اور حضرت علامہ قاری مصلح الدین کا مشن جاری رکھے ہوئے ہے، یہ سب علامہ قاری صاحب کی دعاؤں کی برکت ہی ہے۔ حضرت کے ساتھ کئی مرتبہ سفر کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت سفر میں بھی کبھی تہجد ترک نہ فرماتے تمام نمازیں باجماعت ادا فرماتے حضرت اپنے تمام پروگرام کو اس طرح ترتیب دیتے کہ نماز راستہ میں باجماعت ادا ہو سکے۔ ہم لوگ ایک دفعہ داتا دربار عرس کے موقعہ پر مزار پر انوار کی حاضری کے لئے قاری صاحب کے ساتھ لاہور جا رہے تھے۔ ریلوے پلیٹ فارم پر ایک صاحب ملے وہ اسی ڈبہ میں سفر کر رہے تھے۔ جس میں ہمیں جانا تھا۔ جب انہوں نے قاری صاحب کو ڈبہ میں آتے دیکھا تو آپس میں کہنے لگے یار یہ صوفی صاحب ہمارے ساتھ بیٹھے تو سارا مزہ کرکرہ ہو جائے گا کیونکہ وہ لوگ تاش اور گانے بجانے کا سامان ساتھ لئے ہوئے تھے جونہی قاری صاحب بیٹھے وہی

صاحب جو قاری صاحب کی آمد پر ناراض ہوئے تھے، آکر قاری صاحب سے بڑے تعظیم اور خلوص سے ملے اور تمام سفر دین کی اور پیارے رسول ﷺ کی باتیں سن سن کر جھومتے رہے اور اپنے سابقہ رویہ پر شرمندہ ہوئے۔

میری دکان ناظم آباد چورنگی پر تھی میں نے ارادہ کیا کہ وہیں قریب ہی میں ایک مکان میں منتقل ہو جاؤں جب حضرت سے مشورہ کے لئے حاضر ہوا تو حضرت نے شفقت سے فرمایا کہ ہم سے دور ہو جاؤ گے اور جس علاقہ میں آپ گھر لے رہے ہیں۔ وہاں پر تو وہابیوں کا بہت زور ہے کہیں وہ آپ کے اور بچوں کے ایمان کو نہ خراب کریں چنانچہ قاری صاحب ہی کے مشورہ پر قریب ہی میں دکان لے لی جو حضرت کے فیضان نظر سے ہی چل رہی ہے۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت کے تمام مریدوں میں آپس میں الفت و محبت کو قائم رکھے اور ان کی توفیق دے کہ وہ آپ کے خلیفہ علامہ سید شاہ تراب الحق دامت برکاتہم عالیہ کی سرکردگی میں حضرت کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں۔ آمین

ہر ایک نگہبان ہے

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اسکی رعایا کے متعلق سوال ہو گا، حاکم وقت نگراں ہے اور اس سے اسکی رعایا کے متعلق سوال ہو گا، ہر شخص اپنے اہل و عیال کا نگراں ہے اور اس سے اسکی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا، ہر عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا اور خادم اپنے آقا کے مال میں نگراں ہے اور اس سے اسکے متعلق سوال ہو گا، تم میں سے ہر ایک حاکم و نگہبان ہے اور اس سے اسکی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا۔

(بخاری، کتاب لجمعۃ، باب الجمعۃ فی القری والمدن، ۱/۳۰۹، حدیث:۸۹۳)

یادرفتگاں ایک یادگار تقریر

حضرت علامہ مفتی محمد سلیمان رضوی صاحب

پیر طریقت حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ نے 1956ء۔۔۔1958ء میں راولپنڈی کی مرکزی جامع مسجد میں خطاب فرمایا تھا، سامعین میں حضرت علامہ مفتی محمد سلیمان رضوی صاحب، موجودہ شیخ الحدیث دارالعلوم انوار رضاراولپنڈی بھی تھے، اس یادگار علمی تقریر میں جو حضرت علامہ کو یاد رہا آپ نے بکمال مہربانی قارئین ماہنامہ مصلح الدین کے لیے اسے لکھ کر ارسال فرمایا ہے، ادارہ ان کا ممنون ہے۔

مرور زمانہ کا عمل ازل سے شروع ہے اس کے لیل ونہار نے کئی منازل گزاریں، کئی شخصیتیں دیکھیں جن میں تمام شعبہ ہائے زندگی کے اونچے قد کاٹھ کے لوگ شامل ہیں۔ حکمراں، طاقتور، امراء، اہل علم، اصحاب مناصب، کہیں ادائے کلیمی ہے تو کہیں گدڑی ابوذر، کہیں عشق بلال ہے تو کہیں رفاقت ابو بکر، قربانی یاسر، غرض یہ کہ اس دار فنا میں بھی سبھی آئے اور گئے، گو آنے جانے کا عمل ہر کسی کا اپنا اپنا انداز رکھتا ہے۔اس لئے کچھ نہ آکر بھی آئے۔ اور کچھ جاکر بھی نہ گئے، کچھ عالم دنیا میں رہتے ہوئے عالم برزخ سے باخبر اور کچھ برزخ میں جاکر عالم دنیا کے مشکل کشا ٹھہرے، البتہ یہ کہ جانے والوں میں یاد چھوڑنے والے اور مدتوں بقا کی صفت سے موصوف اگر ہوئے تو اہل علم، اس لیے کہ علم صفت ازلی ہے۔ لہٰذا اس سے جو بہرہ ور ہوا اس کا ذکر اس کی یاد مدتوں رہی اور رہے گی۔

دنیا میں آکر جانے والوں میں وہ جاکر بھی نہ جانے کے برابر اور اپنی امت سے ہر لحظہ باخبر رہنے والے ﷺ کے بارے میں قرآن مجید نے بتلایا کہ **وعلمک مالم تکن تعلم** (سورۃ نساء آیت ۱۳۱) لہٰذا جو مدخول لم تکن تعلم کا، وہی مدخول قرار پائے گا علم نتیجتاً اس علم الٰہی سے مستفاد و مستنیر اس شان سے گئے کہ نہ گئے۔

مولائے کائنات، رازدار نبوت، سادات کے جد امجد کرم اللہ وجہہ الکریم علم کے اس درجہ کے حامل کے سات سالہ عمر میں بھی شجر و حجر کی بولیوں سے آشنا اور ان کے درود و سلام پڑھنے کی خبر دینے والے، سلونی ماشئتم کے مصداق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اہل علم میں امام اعظم ابو حنیفہ، امام رازی، اور امام غزالی کی یادیں مدتوں نہیں بلکہ قیامت تک باقی رہیں گی۔

اسی گلستان میں گذشتہ صدی میں بہار لانے والی شخصیت جنہوں نے "۵۱" علوم میں گیارہ سو سے زیادہ کتابیں لکھیں جن میں عربی، فارسی، اردو کو اس روانی سے لائے کہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ زبانیں کسی کے قلم کی منتظر تھیں مختلف عنوان بشمول تفسیر، حدیث علوم متداولہ سے ہٹ کر نادر الوجود علوم کو نیا وجود بخشا، میری

مر اد اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ ہیں، جن کے علوم کو دنیا کے عظیم فلاسفر نے تسلیم کیا اور علامہ اقبال جیسے لوگوں نے انہیں اپنے دور کا ابو حنیفہ قرار دیا۔

آپ کے فیضان سے فیض پانے والے یعنی حضور صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہ جنہیں فیضان علم اعلیٰ حضرت سے ملا ان سے فیضان علم، خرقہ خلافت پانے والے نابغائے روزگار، شہنشاہ خطابت جن کے خطاب میں (کلموا الناس علی قدر عقولھم) کے مطابق عوام الناس کے موتیوں سے جھولیاں بھرتے اور دیوانہ وار ان کے خطاب میں ہمہ تن گوش ہو کر سماعت فرماتے، وہاں آپ اپنے مذہب کی صداقت منوانے کے لئے اتنا وزنی علمی خطاب فرماتے کہ یگانے تو یگانے بیگانے بھی تسلیم کئے بغیر نہ رہتے اور سامعین یہ کیفیت لے کر جاتے کہ مذہب مہذب حق ہے تو صرف اہلسنت و جماعت ہے الحمد اللہ ثم الحمد للہ۔

جس زمانے میں غالبا ۱۹۵۶۔۱۹۵۸ کے درمیان کی بات ہے کہ آپ کو اہلسنت و جماعت بصد اسرار واہ کینٹ کی مرکزی جامع مسجد کی خطابت کے لئے لائے اس دوران آپ کا ایک خطاب مرکزی جامع مسجد راولپنڈی میں ہوا، یادگاری خطاب تھا۔ یا ایھا النبی انا ارسلنک شاھدا و مبشرا و نذیرا۔ کو عنوان خطاب بنایا۔ جب کہ "یا" حرف پر بحث شروع فرمائی گئی، کئی گھنٹے اسی پر گفتگو کرتے گزرے مثلاً یوں کہ اولاً ندا کی سترہ اقسام (جن سے بلاغت قرآن کا پہلو نکلتا ہے) بیان فرمائیں۔ اور وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ ندائے جنسی۔۔۔۔۔۔ (یا ایھا الانسان ماغرک بربک الکریم الذی خلقک۔۔۔ الخ) (سورہ انفطار، آیت ۶)

۲۔ ندائے نوعی۔۔۔۔۔۔ (یبنی اسرائیل الذکروا نعمتی التی انعمت علیکم۔۔۔ الخ) (سورہ بقرہ، آیت ۴۰)

۳۔ ندائے شخصیت۔۔۔۔ (یآدم اسکن انت وزوجک الجنۃ ۔۔۔ الخ) (البقرہ، ۳۵)

۔۔۔ (یا ابراھیم قد صدقت الرویاء۔۔۔ الخ) (سورہ الصافات، آیت ۱۰۴)

۔۔۔ (وما تلک بیمینک یموسی۔۔۔ الخ) (سورہ طہ۔ آیت ۱۷)

۔۔۔ (ینوح اھبط بسلام مناوبرکت۔۔۔ الخ)

۔۔۔ (یذکریا انا نبشرک بغلم۔۔۔ الخ) (سورہ مریم، آیت ۶)

۔۔۔ (یا) یوسف اعرض عن ھذا۔۔۔ الخ) (یا محذوف ہے) (یوسف، ۲۹)

۔۔۔ (یا یحی خذ الکتاب بقوہ۔۔۔ الخ) (سورہ مریم آیت ۱۲)

اس عنوان کو نقل کرتے ہوئے علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ:

ولم یقع فی القرآن الخطاب یا محمد بل یا ایھا النبی و یا ایھا الرسول تعظیماله و تشریفا و تحقیقا بذالک عما سواہ و تعلیما للمومنین الاینادوہ باسمہ۔ (الاتقان فی علوم القرآن ۳۵۷)

قرآن مجید نے انبیاء کرام کو اسم ذاتی پر یالا کہ پکارا بمقابلہ امام الرسول کے کہ انہیں یا محمد (ﷺ) کہہ کر نہ پکارا بلکہ اسمائے صفاتیہ پر یالا کر فرمایا۔ یا ایھا الرسول، یا ایھا النبی اور مومنین کو درس تعظیم نبوت دیا کہ نبی پاک کو اسم ذاتی سے نہ پکارو۔

تعظیم الرسول کا کتنا حسین پہلو ہے جسے علامہ سیوطی نے اس مضمون میں بیان کیا۔

۴۔ نداعام منادیٰ خاص۔۔۔(یاایھاالناس اتقوربکم۔۔۔الخ)(النساء، آیت ۱)

۵۔ نداعام منادیٰ عام (یاایھاالناس اعبدواربکم الذی۔۔۔الخ)(البقرہ،۲۱)

۶۔ نداخاص منادی عام (یاایھاالنبی اذا طلقتم النساء۔۔الخ) المائدہ،۲۷)

۷۔ نداخاص منادیٰ خاص (یاایھاالرسول بلغ ماانزل الیک۔۔۔۔الخ)(المائدہ،۳۵)

۸۔ نداللمدح (یاایھاالذین آمنوااتقوااللہ۔۔۔الخ)(سورۃ المائدہ، آیت ۳۵)

۹۔ ندللذم (ایاایھا الکفرون۔۔۔۔الخ)(سورہ الکافرون، آیت ۱)

۱۰۔ نداللملامت (یاایھاالمزمل، یاایھاالمدثر۔۔۔الخ)(لمزل،۱۔ المدثر،۱)

۱۱۔ ندا للجمع بلفظ المفرد (یاایھاالانسان ماغرک بربک الکریم۔۔۔الخ)(سورہ الانفطار، آیت ۶)

۱۲۔ نداللمفرد بلفظ الجمع (یاایھاالرسول کلوامن الطیبات۔۔۔الخ)(المومنون ۵۱)

۱۳۔ ندا للمعین ویرادبہ الغیر (یاایھاالنبی اتق اللہ ولاتطعی الکافرین۔۔۔الخ)(سورۃ الاحزاب، آیت ۱)

۱۴۔ نداللجمادات (یارج بلعی مائک ویاسماء اقلعی۔۔۔الخ)(ھود، آیت ۴۴)

۱۵۔ نداللاستعطاف (قل یعبادالذین اسرفواعلیٰ انفسھم لاتقنطوامن الرحمۃ اللہ۔۔الخ)(سورۃ الزمر)

۱۶۔ نداللتحبیب (یاابن ام لاتحذبلحیتی۔۔۔الخ) سورہ طٰہ، آیت ۹۴)

۱۷۔ نداللمعدوم بواسطۃ الموجود (یاایھاالناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا۔۔الخ) سورہ الاعراف، آیت ۱۵۸)

ندا کی فقہی اقسام:

۱۔ فرض: مقولۂ قول جبکہ امر من للہ ہو اس صورت میں قُل کا مامور بہ جیسے یا ایھا الکافرون کا مشتمل بر ندا غیر اللہ ہونے کی صورت میں یہ ندا فرض ہے بایں طور کہ امر کا قرینۂ صاف کے بغیر پایا دلیل وجوب ہے جبکہ وجوب اور فرضیت عملاً برابر ہیں نتیجۃ اس صورت میں ندائے غیر اللہ فرض ہو گی۔

۲۔ واجب: جیسے تشہد میں اسلام علیک ایھا النبی میں ندا اسلئے واجب کہ آخری قعدہ میں عند الاحناف قعدہ فرض تشہد واجب۔

۳۔ سنت: حیھل الصلوٰۃ، اذان میں جبکہ اذان سنت ہے حیھل ایت الی الصلوٰۃ گویا دین وجہ ندا للسام للمحفوظ ہے الجماعۃ۔

۴۔ مستحب: کسی فعل حسن کیلئے جیسے صوم وصلوٰۃ کے لیے کسی کو بلانا کہ آئیں نماز کو چلیں امر مستحسن ہے۔

۵۔ مباح: امر مباح کیلئے اباحت کے احیان میں بلانا مثلاً اکل و شرب کیلئے عام حالات میں مباح ہے گو اندیشۂ موت پر فرض ہو جائیگا مگر ہماری مراد شکل اول گویا اس میں بلانا درجہ اباحت قرار پائیگا۔

۶۔ حرام: فعل حرام وممنوع کیلئے سرقہ وغیرہ اسلئے عندالاصولیین مقدمہ الواجب واجب مقدمۃ الحرام حرام اور اسلئے بھی کہ لاتعاونوا علی الاثم والعدوان۔

۷۔ شرک: کسی کو معبود سمجھ کر پکارنا شرک ہے جو کہ متعدد آیات قرآنِ مجید میں مذکور ہے۔

شریعت محمدیہ میں ندا یعنی پکار:

۱۔ زندوں۔۔۔ کو یاایھا الرسول، ویاایھا الناس۔

۲۔ مردوں۔۔۔ کو ثم ادعھن یاتینک سعیا

۳۔ دور سے یاساریہ الجبل (الحدیث)

کہاں نہاوند، کہاں مدینہ منورہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد، اب چاہیں تو ابلاغِ عمر کو کرامت قرار دیں کہ انکی آواز کتنے دور پہنچتی۔ چاہیں تو ساریہ کی قوت سامعہ کی کرامت قرار دیں کہ کتنی دور سے کہی ہوئی بات کو آپ نے سن لیا۔

۴۔ قبل ازوجود: یعنی منادیٰ ابھی دنیا میں آیا ہی نہیں (گو اس کی خلق ہو چکی ہے مگر وجود خارجی حسی نہیں) جیسے قرآن مجید میں منسوب الی الرسول کہ "انی رسول اللہ الیکم جمیعاً" میں ساری مخلوق کی جانب رسول بن کر آیا۔ اس میں قیامت تک کے آنے والے شامل ہیں۔ جبکہ ابھی عالم دنیا میں وجود حسی سے محسوس نہیں ہو پارہے اس سے اور زیادہ ابلغ عنوان کہ اذن فی الناس بالحج ابراہیم علیہ السلام کو قیامت تک آنے والے وہ تمام لوگ جنکے مقدارت میں حج ہے انہیں پکار کر بتلایا گیا بقول مفسرین کے انہوں نے لبیک بھی کہا۔

اعتذار: قارئین گرامی مضمون میں اگر کہیں نوک پلک یا تراش خراش کی ضرورت محسوس فرمائیں تو آپکو اجازت ہے اسلئے کہ کئی عشرات (دھائیوں) پہلے سنا ہوا مضمون لفظ بلفظ منتقل کرنا ممکن نہیں پھر، یہ کہ اس وقت کی اپنی عمر اور صلاحیتیں اس قابل نہ تھیں کہ اتنے عظیم عالم، محدث مبلغ اور اسکالر کی بات کماحقہ سمجھ پاتا۔ جو میرے ذہن نے سمجھا ہے کاش میں وہ سمجھ پاتا جو حضرت قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ذہن میں تھا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان (رسول ﷺ) پاک طینت را

تاثراتِ قادری

مولانا غلام محمد قادری
ناظم اعلیٰ دار الکتب حنفیہ کھارادر کراچی

حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ حافظ قرآن تھے، استاذِ قرأ تھے، صوفی باصفا تھا، ولیِ کامل تھے، زائرِ حرمین تھے، پیرِ طریقت تھے، ولیِ نعمت تھے، حاملِ شریعت تھے، حامیِ سنت تھے، ماحی بدعت تھے، بقیہ سلف تھے، سرمایہ ءِ خلف تھے، اللہ کی رحمت تھے، ضیائے اسلام تھے، غواصِ بحرِ معرفت تھے، واقفِ حقیقت تھے، مرجعِ انام تھے، ماہتابِ رشد وہدایت تھے، خورشید علم و آگہی تھے، حسنِ اخلاق کے مجسم نمونہ تھے، آسمانِ ولایت کے آفتابِ نیم روز تھے، زہد و تقویٰ کے ماہِ نیم شب تھے، علم و عرفان کے بحر ناپیدا کنار تھے، فنِ خطابت کے شہسوار تھے، صبر و استقلال کے کوہِ گراں تھے، تسلیم و رضا کے نورانی پیکر تھے، عہد و وفا کے حسین مجسمہ تھے، آشنائے عرفانِ منزل تھے۔

مردِ مومن تھے، مومنِ کامل تھے، کردار کے غازی تھے، عاشقِ رسول تھے، مئوبِ سادات تھے، محب اہلبیت تھے، عظمتِ صحابہ کے پاسبان تھے، اولیاء کے جانثار تھے، اصفیاء کے مایہ ءناز تھے، علماء کے سر تاج تھے، اکابر کی راحت تھے، اہلسنت کے سرمایہ ءافتخار تھے، عوام کے رہبر تھے، فرزندان توحید کے لئے مینارہءِ نور تھے۔

غلام جیلانی کے نورِ نظر تھے، مخدوم بی کے لختِ جگر تھے، صلاح، مصباح و معین کے والد بزرگوار تھے، شاہ تراب الحق کے خسر شفیق تھے، سید حبیب اور اسعد صدیقی کے جدِ امجد تھے، قندھار کے ساکن تھے، مصباح العلوم کے طالب تھے، امجدیہ کے مدرس تھے، امام اعظم کے مقلد تھے، غوث و رضا کے مظہر تھے، داتا گنج بخش کے فدائی تھے، خواجہ ہند کے شیدائی تھے، ابو العلاء امجد علی کی امیدوں کے مرکز تھے، حجۃ الاسلام کے نقیب تھے، محدث پاکستان کے قرۃ العین تھے، حافظِ ملت کے شاگرد رشید تھے، مفتی اعظم ہند اور قطبِ مدینہ کے خلیفہ تھے، آخوند مسجد اور میمن مسجد کے امام و خطیب تھے، بزم رضا کے بانی تھے، انوار القرآن کے سرپرست تھے، سلسلۂ رضویہ کی یادگار تھے، ہمارے پیر و مرشد تھے۔

روئیداد
سالانہ عرس

بہترین مدرس

علامہ عبد المصطفیٰ الازہری علیہ الرحمہ

شہزادۂ صدر الشریعہ شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد المصطفیٰ الازہری علیہ الرحمہ نے حضرت مصلح اہلسنّت کے پہلے عرس منعقدہ ۱۹۸۴ء کے موقع پر جو تقریر فرمائی وہ نذرِ قارئین ہے۔(ادارہ)

حضرت مولانا قاری مصلح الدین رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے علم و فضل حاصل کرنے کا زمانہ ہمارے ضلع اعظم گڑھ کے دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور میں گزارا اور جب وہ اور ان کے ساتھی احباب جتنے بھی تھے وہ مولانا سید عبد الحق، مولانا مفتی ظفر علی نعمانی صاحب اور دوسرے دوست جب بخاری شریف ختم کر چکے تو آخر سال میں ان کو حضرت مولانا حافظ ملّت عبد العزیز مبارکپوری رحمتہ اللہ علیہ جو حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے جلیل القدر شاگرد تھے اور مولانا سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے استاد بھائی اور ہم سبق تھے یہ بڑی بزرگ طلباء کی جماعت تھی جو بعد میں اکابر علماء ہند و پاکستان ہوئی۔ حافظ ملّت حضرت علامہ حافظ عبد العزیز مبارکپوری رحمتہ اللہ علیہ ان حضرات کو لے کر کریم الدین پور ہمارے مکان پر تشریف لائے اور ایک سبق تبرکاً بخاری شریف کا والد صاحب سے ان کو پڑھوایا اور اس کے بعد انہوں نے ان حضرات کے لئے بیعت کی اجازت مانگی چنانچہ ان کو بیعت بھی عطا فرمائی اور ان حضرات کو اپنی خلافت سے بھی نوازا۔

حضرت مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ شروع سے ہی ایک خاص طریقہ پر رہتے تھے جن کو ہم اردو زبان میں کہتے ہیں "بہت لئے دیئے رہتے تھے" اور جب دارالعلوم امجدیہ میں درس و تدریس کا کام شروع ہوا تو قاری صاحب سے ہم نے پرانے تعلقات کی بناء پر گزارش کی کہ آپ اس دارالعلوم میں پڑھائیں چنانچہ وہ پڑھاتے رہے یہاں تک کہ ان کو بیماری کی تکلیف شروع ہوگئی اور انہوں نے پڑھانا چھوڑ دیا۔ بڑے خلوص و محبت کے ساتھ پڑھاتے تھے طلبہ کو، اور وقت کی پوری پوری پابندی کرتے تھے۔ جو آج کل بہت کم استادوں میں رہ گئی ہے۔ صبح سویرے آتے دو سبق پڑھانے کے بعد بیچ میں تھوڑا سا وقفہ ہوتا تھا تو تازہ وضو کرتے دو یا چار رکعتیں نماز ضحی کی پڑھا کرتے اس کے بعد طبیعت جب خراب ہوئی تو مدرسہ میں پڑھانے کا سلسلہ ختم کر دیا۔ والد صاحب کے عرس میں ہمیشہ تشریف لاتے اور انہوں نے ایک معمول بنایا ہوا تھا چونکہ میں والد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے لڑکوں میں جو موجود ہیں ان میں سب سے بڑا ہوں اور حضرت مولانا سردار احمد لائل پوری رحمتہ اللہ علیہ نے ان تمام حضرات کی موجودگی میں مجھے جانشین بنانے کا اعلان کیا تھا۔ تو وہ اس کا بڑا خیال رکھتے تھے اور عرس پر ہر سال حضرت علامہ قاری

محمد مصلح الدین صدیقی رحمتہ اللہ علیہ یکم ذیقعدہ کو تشریف لاتے ان کے دوست اور مریدین اور معتقدین بھی ساتھ ہوتے ایک عمامہ اور کچھ نذرانہ وہ ہر سال دیا کرتے تھے اور یہ سلسلہ اپنی زندگی بھر چلاتے رہے جو تعلق میرا یا مفتی ظفر علی نعمانی کا حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ سے ہے وہ بہت گہرا بڑا عمدہ اور بڑا زبردست تعلق ہے اور جیسا کہ میں نے بتایا کہ وہ ہمیشہ ایک خاص طریقے سے رہتے تھے اور اپنے معمولات کو انہوں نے خاص ترتیب سے رکھا ہوا تھا وہ ان معمولات پر تقریباً اپنے آخری دم تک قائم رہے۔ یہ تو اعلیٰ حضرت کا فیض اور ان کی برکت ہے کہ عشق مصطفی ﷺ انہوں نے اپنے ہر خلیفہ اور ہر مرید اور شاگرد کے دل میں کوُٹ کوُٹ کر بھر دیا۔

مصطفیٰ ﷺ کا نام لینے کا ادب سکھادیا

اہلسنّت کے سروں پر ہے یہ احسان رضا

یہ جو عشق اور محبت کی بات ہے 'عشق میں کبھی آنسو بھی نکل آتے ہیں، کبھی نہیں بھی نکلتے، پبلک میں آنسو نکلنا لوگ اس کو بڑا کمال سمجھتے ہیں۔ لیکن حدیث شریف میں اس کو کوئی کمال نہیں بتایا ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد فرمایا گیا۔ سات افراد ہیں جن کو ربّ کریم قیامت کے دن اپنے سائے میں لے گا جہاں سوائے ربّ کے سائے کے اور کوئی سایہ نہیں ہو گا دامن مصطفیٰ ﷺ کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہو گا، لواء الحمد کے سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہیں ہو گا جو لوگ اس سائے میں ہوں گے ان میں سے ایک وہ ہے جو تنہائی میں اللہ کا ذکر کرے اور پھر روئے۔ مجمع میں رونا سب کے سامنے رونا، میں رونے لگوں تو آپ رونے لگیں۔ آپ رونے لگیں تو میں رونے لگوں یہ بھی رونا ہوتا ہے اور اچھا ہی ہوتا ہے عمدہ ہی ہوتا ہے یوں بھی رولینا چاہیے روتے روتے ممکن ہے کہ کبھی اللہ کے لئے بھی رونا آجائے، رونے کی بھی مشق کرنی چاہیے لیکن اتنی نہیں جتنی پڑوسی کرتے ہیں اتنی مشق بھی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ قرآن شریف میں ایسا بھی آیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی رات میں عشاء کے وقت اپنے ابا جی کے پاس پہنچے اور بڑے زار و قطار رو رہے تھے۔ حالانکہ وہ بالکل جھوٹے اور مگرمچھ کے آنسو تھے تو ان کی میں بات نہیں کر رہا ہوں، سچے آنسوؤں کی بات کر رہا ہوں ٹھیک آنسوؤں کی بات کر رہا ہوں۔ پبلک میں اگر ٹھیک صحیح دل سے رولے تو وہ بھی اچھا ہے لیکن کوشش یہ کریں لوگ کہ اکیلے میں روئیں، اپنی خط یات پر روئیں اپنے گناہوں پر روئیں اور اس نعمت کے چھن جانے پر روئیں جو اللہ نے ہم سے لے لی۔ ولی کامل عالم باعمل کا موجود رہنا۔ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور یہ نعمت ہم سے بظاہر چھین لی گئی۔

یہ بڑی خوشی ہے مجھے اور آپ کو بھی ہے کہ حضرت قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے بچوں کے بجائے اپنے داماد کو جو شریعت کے ظاہری معاملات میں بڑے اچھے ہیں اور ان کا بھی بڑا پرانا تجربہ ہمارا ان کا سب ہی کا ہے

اور یہ دارالعلوم امجدیہ کے گویا غیر نامزد طلبہ میں سے ہیں۔ ہمارے مولانا سیّد شاہ تراب الحق قادری مدّ ظلہ العالی جن کی مٹی سے جناب سراج الحق صاحب بنے ہوئے ہیں تراب سے سراج بنتا ہے یہ تو مدرسے میں پڑھے تھے کچھ دنوں۔ لیکن ہمارے شاہ تراب الحق قادری، قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس نجی طور پر آپ ہی سے پڑھتے تھے اس لیے دارالعلوم امجدیہ کے اس حیثیت سے تلامذہ میں سے ہیں اور آج کل جتنے بھی ہیں۔ وہ علماء واکابر اور صوفیا اور بزرگان دین ہیں تو ماشاء اللہ بہت ہی اچھی بات ہے تو اس لئے میں نے بڑی مخلصانہ درخواست کی تھی کہ میں تو حاضر ہو ہی گیا ہوں اور مجھے تقریر کرنے کی خاص ضرورت بھی نہیں ہے اور کوئی دم خم بھی نہیں ہے اور طاقت بھی نہیں ہے۔ بیمار ہوں بس حاضری میں نے اپنے لئے غنیمت سمجھی لیکن فرمایا گیا کہ ابھی کرسی لاتے ہیں آپ کے لئے تو اس لئے میں نے چند منٹ آپ کے سامنے تقریر کر دی کہ کرسی کی لذت تو بہر صورت بڑی مزیدار ہوتی ہے بہر صورت قاری صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ کا اور ہمارا عقیدہ اہلسنّت کا یہ ہے کہ علماء شہداء اور انبیاء سب اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں علماء کی بڑی عظمت ہے۔ علماء کے دوات کی روشنائی یعنی سیاہی شہدا کے خون کے ہم وزن ہوتی ہے۔ اس لئے علماء کی بڑی وقعت اور عزت ہے اور ان کا بڑا مقام اللہ کے نزدیک ہے۔ ان کی عظمت کا ثانی کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔

علماء انبیاء کے وارث ہیں انبیاء کسی کو دینار اور درہم زمین اور باغوں کا وارث نہیں بناتے۔ یہ سب غلط خیال ہے انبیاء کا ورثہ صرف علم ہی ہوتا ہے جو اس کو حاصل کر لے وہ اس کا وارث ہے۔ اور یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہمارے حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری صاحب جو ہیں علامہ قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ ہونے کے ساتھ سید بھی ہیں تو ان کے حق بحق جانشین والی بات ہے سیدوں کے پاس اگر یہ چیز چلی جائے تو پھر سیدوں کا حق ہے انہیں کے پاس رہنا چاہیے ہم لوگوں نے تو اس وجہ سے لے لیا کہ یہ لوگ قبول نہیں کرتے، ہم نے کہا چلو ہم لے لیتے ہیں۔ آپ کو اگر پسند نہیں تو ہم کیوں چھوڑیں۔ وہ تو بات اور تھی اب یہ لے رہے ہیں تو ٹھیک ہے ہم کیوں چھینیں گے ان سے۔ بہر صورت ان کی سعادت ان کی قیادت ان کی تقریر ان کی خطابت ان کا جوش ان کا بیان ان کا تقویٰ ان کی طہارت ان کا ذکر ان کا فکر ہمارے لئے قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی بہت اچھی یادگار ہے اللہ تبارک تعالیٰ ان یادگاروں کو اور علماء کو قائم دائم رکھے۔ آمین

☆☆☆

باکرامت ولی

حضرت علامہ مفتی محمد حسین قادری علیہ الرحمہ

مصلح اہلسنت حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ کے شاگرد رشید حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حسین قادری (سکھر) نے حضرت قاری صاحب کے پہلے عرس کے موقع پر جو مختصر تقریر کی کیسٹ سے نقل کرکے اسے قارئین کی معلومات کے لئے پیش کیا جارہا ہے۔(ادارہ)

حضرات علماء کرام مشائخ عظام و معزز سامعین! یہ فقیر خوش قسمتی سے آج اس عرس پاک کی تقریب میں شمولیت کی سعادت حاصل کررہا ہے۔ صاحب عرس حضرت علامہ مولانا صوفی باصفاء الحاج قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں بیٹھنے والا محبوب کریم سید العالمین ﷺ کا عاشق ہو جاتا ہے اور محبوب کریم ﷺ کی شریعت مطہرہ کا اس قدر جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ جب نوجوان شکلیں سامنے آتی ہیں تو قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض وبرکات ان نوجوانوں کی شکل میں ہمیں دکھائی دے رہے ہیں۔

نئی نسل میں عشق مصطفی ﷺ کی جھلک اور پھر شریعت مصطفوی کی ایک خاص چمک نظر آتی ہے یہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کا فیض ہے چونکہ یہ فقیر بھی صرف خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے حاضر ہوا، اس وقت زیادہ لمبی تقریر کا وقت نہیں۔ چونکہ یہ عرس پاک کی بابرکت اور باسعادت تقریب ہے اور اس وقت جو آپ حضرات بیٹھے ہیں محبوب کریم ﷺ کا عشق سینے میں لیکر بیٹھے ہیں۔ محبوب کریم ﷺ کے عشاق کا اتنا عظیم اجتماع ہے۔ آپ حضرات اس وقت یہ تصور کریں کہ ہم نبی پاک ﷺ کے حضور یہ صلوٰۃ وسلام عرض کررہے ہیں اور ہمارے آقا ومولیٰ ﷺ گنبد خضراء میں تشریف فرما ہوتے ہوئے بھی ہمارے درودوسلام کو خود اپنے کانوں سے سن رہے ہیں اور وہ درود وسلام حضرت امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے عالم وجد میں اور حالت ذوقیہ میں پڑھا ہے "قصیدہ بردہ شریف

مولای صل وسلم دائما ابدا...... علی حبیک خیر الخلق کلھم "اور قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس کا بڑا ذوق تھا اور استاد محترم فرماتے "جب آپ کسی عالم فاضل پیر کسی کامل کی خدمت میں حاضر ہوں تو آپ شریعت مطہرہ اور نبی پاک ﷺ کی سنت کی کسوٹی پر دیکھیں اگر وہ صاحب شریعت کی کسوٹی پر پورے اترتے ہیں تو صحیح اور شریعت مطہرہ پر استقامت ہے تو سمجھ لو کہ بہت بڑی کرامت والے ہیں۔"

حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو والہانہ محبت تھی۔ میرے پیر و مرشد مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کو بھی بڑا عشق تھا۔ اور کئی مواقع پر ایک نشست میں مکمل قصیدہ بردہ شریف کا ختم ہوا بلکہ میدان عرفات میں یہ فقیر اپنے پیر و مرشد کے ہمراہ ان کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضرت نے حکم دیا کہ قصیدہ بردہ مکمل ختم کرو! پوری دلائل الخیرات شریف مکمل ختم کی، قرآن پاک کے ایک دو پارے بھی پڑھے اور دعائیں کیں اس مختصر وقت میں ان سب کو ختم کرنا یہ حضرت کی کرامت تھی۔

اللہ رب العالمین نے قرآن عظیم فرقان حمید میں ارشاد فرمایا! "بے شک جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر مستقیم ہوگئے ان پر ملائکہ رحمت نازل ہوتے ہیں"۔ اللہ والوں کی یہ شان ہے، ان کا یہ مرتبہ اور مقام ہے کہ جنہوں نے عالم ارواح میں اللہ رب العالمین کی ربوبیت کا اقرار کیا لیکن جب دنیا میں آئے تو اسی اقرار پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہے۔ زندگی بھر شریعت مطہرہ پر ان کو استقامت رہی، شریعت کی پابندی کرتے رہے تو رب العالمین نے ان کو یہ مقام عطا فرمایا۔ میرے عزیزو وبزرگو! علماء کرام فرماتے ہیں کہ شریعت مطہرہ پر استقامت یہ بہت بڑی کرامت ہے۔

جب آپ کسی عالم، فاضل، پیر کسی کامل کی خدمت میں حاضر ہوں تو آپ شریعت مطہرہ اور نبی پاک ﷺ کی سنت کی کسوٹی پر دیکھیں اگر وہ صاحب شریعت کی کسوٹی پر پورا اترتے ہیں تو صحیح، شریعت مطہرہ پر استقامت ہے تو سمجھ لو کہ بہت بڑی کرامت والے ہیں، لوگ آج کل دنیا میں طالب کرامت میں کوئی کرامت، کوئی خرق عادت چیز نظر آجائے تو کہتے ہیں کہ یہ بزرگ ہے! لیکن میرے عزیزو بزرگو جس کرامت کی آپ تلاش میں ہیں جس کرامت کو آپ ڈھونڈ رہے ہیں وہ سب سے بڑی کرامت تو یہی ہے کہ وہ صاحب شریعت مطہرہ پر مستقیم ہوں، اس سے بڑھ کر اور کیا کرامت ہوگی۔

حضرت علامہ مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں استقامت کا پہلو نمایاں تھا۔ شریعت مطہرہ کی پابندی اور پھر یہ ان کے مریدوں میں آپ دیکھیں گے کہ یہی ذوق و شوق نظر آئے گا۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے وہ پروانے تھے اور شریعت مطہرہ پر استقامت اختیار کئے ہوئے تو ان کی سب سے بڑی کرامت یہی ہے۔ کرامتیں بزرگوں سے صادر ہوتی ہیں ظاہر ہوتی ہیں۔ لیکن سب سے بڑی کرامت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی میں یہی عرض کروں گا کہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو شریعت مطہرہ پر استقامت حاصل تھی اور یہی وجہ ہے کہ آج ان کے فیوض وبرکات ہمیں نمایاں نظر آرہے ہیں۔ آج جو ہمارے دلوں میں ان کی یاد ہے وہ کس لئے کہ رب العالمین کے وہ پیارے تھے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو اپنا ولی بنالیا اور جب اللہ تعالیٰ کسی

اپنے خاص بندے کو مقرب بناتا ہے ولی بناتا ہے تو پہلے آسمان میں اعلان کرتا ہے، فرشتوں میں اعلان کیا جاتا ہے کہ فلاں بندے کو اللہ محبوب رکھتا ہے تم بھی اسے محبوب سمجھو اور اس کے بعد زمین میں اس کیلئے مقبولیت پیدا کر دی جاتی ہے۔ لوگ اسے ولی سمجھتے ہیں، اللہ کا مقبول اور پیارا سمجھتے ہیں۔ ولایت کا شہرہ زمین پر بعد میں ہوتا ہے۔ کرامت تو اور بات ہے ولایت کا مقبول خلق ہونا اور قلوب کے اندر محبوبیت کا پیدا ہونا یہ ولایت کی دلیل ہے۔ اللہ تبارت و تعالیٰ نے زمین پر اس کا شہرہ کرنے سے پہلے آسمان پر اس کی ولایت کا شہرہ فرمادیا۔ جتنے اولیاء اللہ ہیں ان کی ولایت کے ڈنکے زمین پر بعد میں بجے، پہلے آسمانوں میں ولایت کا اعلان ہوا۔

میرے عزیز بزرگو! اللہ والوں کی یہی شان ہے ان بزرگو کے عرس میں آنے کے بعد ہم اس بات پر اعتماد رکھیں اور اس بات کا عہد کریں کہ ہم بھی ان بزرگوں کے صدقے میں جو ان کا مشن ہے جو انہوں نے اپنے زندگی گزاری ہے شریعت مطہرہ کے مطابق اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے کہ ان بزرگوں کے صدقے میں شریعت مطہرہ پر عمل کریں۔ پابندئ وقت کے ساتھ نماز پڑھیں اوراحکام شرعیہ کہ پابندی کریں۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو اور سب کو مذہب اہلسنّت پر استقامت عطا فرمائے۔

حصول رزق حلال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہسے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا، جو بھیک سے بچنے کے لئے رزق حلال تلاش کرے اور اپنے گھر والوں اور اپنے پڑوسی پر مہربانی کرنے کے لئے کوشش کرے تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح ہوگا اور جو حلال رزق مال بڑھانے، فخر و تکبر کرنے اور ریاکاری کے لئے حاصل کرے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا۔

(شعب الایمان، باب فی الزہد وقصر الامل، ۷/ ۲۹۸، حدیث: ۱۰۳۷۳)

****

حلال کمائی

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہسے روایت ہے کہ رسول معظم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا، دیگر فرائض کے بعد حلال روزی حاصل کرنا فرض ہے۔

(شعب الایمان، باب فی حقوق العباد، ۶/ ۴۲۰، حدیث: ۸۷۴۱)

پروانۂ اعلیٰ حضرت

حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق علیہ الرحمہ

مصلح اہلسنت حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ کے خلیفہ وجانشین حضرت علامہ مولانا سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ نے حضرت قاری صاحب کے پہلے عرس کے موقع پر جو تقریر کی کیسٹ سے نقل کرکے اسے قارئین کی معلومات کے لئے پیش کیا جارہاہے۔(ادارہ)

حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کوئی ڈھکی چھپی نہیں آپ ۱۳۳۶ء ہجری حیدر آباد دکن کے ایک قصبہ قندھار شریف میں پیدا ہوئے جس زمانہ میں حیدر آباد دکن ایک ریاست کی صورت میں تھا یہ صوبہ اورنگ آباد کہلاتا تھا۔ صرف ۱۴/ برس کی عمر میں حضرت قبلہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید فرقان حمید حفظ کرلیا۔ یوں کہیے ۱۳۵۰ء میں قاری صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید فرقان حمید حفظ کیا کچھ عرصے تک اپنے علاقے کے مدرسہ میں تعلیم پائی اور تقریباً ۱۳۵۴ء میں حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مبارکپور اعظم گڑھ جامعہ اشرفیہ میں روانہ فرمایا اور یہ وہ دور تھا کہ حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ اپنے والدین ماجدین کے ایک فرزند تھے اس لئے ان کا مبارکپور بھیجنا ایک مسئلہ بن گیا بہرحال حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد نے آپ کو مبارکپور بھیجا، مبارکپور بھیجنے کے بعد والدہ ماجدہ کی طبیعت ایک مرتبہ بہت زیادہ علیل ہوگئی تو حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن واپس آئے اور آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ جبکہ تمام اعزہ واقرباء آپ کی والدہ ماجدہ کے صحت یاب ہونے سے مایوس ہوچکے تھے اس کے باوجود آپ کے والد ماجد نے فرمایا کہ یہ سارے کام ثانوی حیثیت رکھتے ہیں پہلے تمہیں تحصیل علم کرنی چاہیے۔ حضرت قاری صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ ماجدہ کو یوں کہیے کہ ظاہری قرائن کے مطابق سکرات کی حالت میں چھوڑ کر پھر مبارکپور چلے گئے اور تحصیل علم فرمائی اس کے بعد استاد نے شفقت سے فرمایا علم سیکھوں ان شاء اللہ اسی کی برکت سے سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا۔ حضرت قاری صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ والدہ ماجدہ کی فکر میں ڈوبے ہوئے تھے کہ اسی اثناء میں خط آیا کہ اب والدہ ماجدہ کی طبیعت بالکل سنبھل گئی ہے۔

حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ وہاں مبارکپور میں ابھی دور حدیث کے اوائل ہی میں تھے کہ گاندھی کے ایماء پر تحریک سول نافرمانی چلائی گئی جس میں ریلوے لائنیں اکھاڑ دیں گئیں ایک ہنگامۂ محشر

برپا ہوا اسی دوران آپ حیدر آباد دکن تشریف لے آئے۔ مبارک پور کے مخدوش حالات نے حضرت حافظ ملت عبد العزیز صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کو وہاں ٹھہرنے کی اجازت نہ دی تو آپ ناگپور تشریف لے آئے اور جب آپ ناگپور تشریف لے گئے تو اسی اثناء میں قاری صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا نکاح ہوتا ہے اور پھر استاد محترم نے خط لکھا کہ دور حدیث اب یہاں مکمل ہو گا تمہارے جتنے ساتھی ہیں وہ بھی آ گئے ہیں اور تم بھی چلے آؤ پھر اپنے وطن سے حضرت قاری صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ ناگپور تشریف لے آئے اور دورۂ حدیث اپنے استادِ محترم سے مکمل فرمایا۔
میں نے جب کاغذات کی چھان بین کی تو استاد محترم حضرت علامہ حافظ عبد العزیز مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط جو حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد نے اپنے پاس نقل کر کے محفوظ کر لئے تھے۔ مل گئے ان خطوط کو اگر پڑھا جائے تو معلوم ہو گا کہ حضرت قاری صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد محترم نے وہ تمام نشانیاں جو نمایاں ان کے چہرے اور پیشانی سے چمک دمک رہی تھیں ان کو تاڑ لیا تھا۔

چنانچہ وہ ایک خط میں حضرت قاری صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد کو لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تمہارا یہ لڑکا بڑا سعادت مند ہے اور جتنے پیسے تم اس کو روانہ کرتے ہو اس میں سے ایک پیسہ یہ خرچ نہیں کرتا اور سب کی کتابیں خرید لیتا ہے حالانکہ میں اس کو سختی سے کہتا بھی ہوں کہ تم کچھ اپنی جان پر بھی خرچ کر لیا کرو چونکہ اس زمانے میں مدارس میں طلباء کے کھانے پینے کا انتظام کوئی اتنا زیادہ نہیں ہوا کرتا تھا اس لیے آپ کے شفیق استاد یہ ہدایت فرماتے تھے۔

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد اپنے استاد کی بار بار کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے چند ٹکے اپنی ذات پر خرچ کرنے لگے تاہم اخراجات کی اکثر رقم دینی کتابیں خرید کرنے پر صرف کر دیتے تھے۔ نیز ایک خط میں یوں لکھتے ہیں کہ مولانا غلام جیلانی تمہارا لڑکا ایسا سعادت مند ہے کہ میں اس کی نگرانی کرتا ہوں اور تاکید کرتا ہوں کہ تم رات کا کچھ حصہ سو جایا کرو مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ دن رات تحصیل علم میں لگا رہتا ہے اور میں نے جب اس کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ طالب علم کو کتابیں پڑھنے کے لئے اور سمجھنے کے لئے سونا بہت ضروری ہے، تو میری تاکید پر اب اس نے راتوں میں کچھ دیر سونا شروع کر دیا ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ کیسی بے سروسامانی کے عالم میں اور کس جانفشانی کے ساتھ حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے تحصیل علم فرمائی۔ حضرت حافظ عبد العزیز صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے تمام کتب پڑھانے کے بعد حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت قاری صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہم سبق حضرت علامہ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کو لے گئے اور دونوں کو صدر الشریعہ کی خدمت میں پیش کیا اور کہا حضور انہوں نے کتابوں سے فراغت حاصل کر لی ہے میں سوچتا ہوں کہ اب انہیں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرا دیا جائے۔

ایک مرتبہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے محفل میں ایک نعت پڑھی۔ حضرت علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت شریف، حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ رحمۃ اللہ علیہ کے قلب و جگر پر ایسی گہرا اثر کی گئی کہ انہوں نے اس فرزند کی پیشانی کی چمک کو دیکھ لیا کہ آئندہ چل کر انشاء اللہ یہ میرا صحیح جانشین ثابت ہوگا اور اس کے بعد کہا کہ مصلح الدین میں کئی دنوں سے سوچ رہا تھا مگر کوئی کام وقت سے پہلے نہیں ہوتا۔ آج اس کا وقت آگیا ہے۔ آپ نے عرض کی وہ کیا وقت ہے؟ فرمایا وقت وہ ہے کہ میں تمہیں سند خلافت سے نوازنا چاہتا ہوں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور عرض کی حضور کہاں مصلح الدین آپ کا خادم اور کہاں آپ کی سند خلافت، اللہ اکبر! صدر الشریعہ بدر الطریقہ نے جو جملے ارشاد فرمائے وہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں فرمایا بیٹا قاری مصلح الدین یہ مت سمجھنا کہ یہ کام تم اور ہم چلاتے ہیں، قسم خدا کی یہ تم لے لو مگر یہ جس کا کام ہے وہ خود سنبھالے گا اور دیکھنے والی آنکھوں نے دیکھا اور آپ نے بھی دیکھا کہ پاکستان بننے کے بعد حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت صدرالشریعہ بدر الطریقہ رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح جانشیں ثابت ہوئے اور ادب واحترام اپنے اسلاف کا ایسا کہ حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد لائلپوری رحمۃ اللہ علیہ جب تک حیات تھے آپ نے کبھی کسی کو مرید نہیں کیا جتنے لوگ ان کے حلقے سے وابستہ ہونے کے متمنی تھے، فرماتے کہ ٹھہر جاؤ حضرت محدث صاحب جب تشریف لائیں گے تو ان کے دامن سے وابستہ کیا جائے گا۔

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کے مسلک کی تبلیغ کی، صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ حکیم محمد امجد علی اعظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کا پرچار کیا، وہ اپنے اسلاف کے مسلک پر ایسے ڈٹے رہے کہ فرماتے ہیں مجھے کسی معاملے میں کوئی زیادہ چھان بین کی ضرورت نہیں ہوتی میں تو اعلیٰ حضرت کا مقلد ہوں جو وہ فیصلہ کر دیتے ہیں پھر مجھے اس سے ہٹنے کی ضرورت نہیں اور اپنی تحقیق کی اور کاوش کی ضرورت نہیں آپ نے صحیح معنوں میں رضویت لوگوں کے سینوں میں جاگزیں اور مستحکم فرمادی۔

آپ غور فرمائیں کہ اللہ کے نیک بندے کو جب وہ سفر آخرت کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کو علامتیں پہلے ہی سے دکھادی جاتی ہیں۔ آج پچھلے سال کا وہی دن اور وہی وقت ہے جبکہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا، آج وہ شب ہے آپ تمام حضرات میں سے اکثر و بیشتر حضرات نے وہ محفل دیکھی جو گزشتہ سال آج ہی کے دن منعقد ہوئی تھی اور اس میں حضرت قاری صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں اور باتیں فرمائیں وہاں یہ باتیں بھی فرمائیں۔ یعنی موت کا ذکر تھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ، کے وصال کا ذکر تھا کہ جب ان کے گھر والے کہہ رہے تھے کہ بڑی تکلیف ہو رہی ہے مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تکلیف کا کچھ احساس نہ تھا کہ اس

تکلیف کے بعد دیدار محبوب ہونے والا ہے چنانچہ آپ غور فرمائیں کہ حضرت قاری صاحب کا انتقال دوسرے دن تقریباً ساڑھے چار اور پونے پانچ کے درمیان ہوا اور یہ گفتگو جو موت سے متعلق تھی قبر سے متعلق تھی، عشق مصطفی ﷺ سے متعلق تھی، قبر میں سوال اور جواب سے متعلق تھی یہ گفتگو صرف سولہ گھنٹے پہلے آپ نے فرمائی اور اس کے بعد حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ انتقال فرماگئے بلکہ یوں کہیے کہ وصال سے قبل باہمی ملاقات کی ایک محفل تھی کہ جتنے لوگ اس میں آئے سب نے حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور دیدار کیا اور اس کے بعد اچانک لوگوں میں یہ خبر پہنچی کہ حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی انتقال فرماگئے۔ حالانکہ جن لوگوں نے رات اس جلسے میں آپ کو دیکھا انہیں یقین نہیں آتا تھا کہ حضرت قاری صاحب بالکل ٹھیک ٹھاک اور انداز خطابت کچھ ایسا کہ گویا جتنے بھی انداز پچھلے تھے ان سے مختلف تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ اب یہ تقریر ان کی جوانی کی تقریر ہے یہ ان کا آخری خطاب تھا۔ آپ اس آخری خطاب کو سن کر یہ اندازہ لگائیں گے کہ اللہ والوں پر موت آنے سے پہلے ان پر یہ سارے حالات منکشف ہو جاتے ہیں۔ وہ خود نہیں بول رہے تھے بلکہ یوں کہیے کہ بلوائے جارہے تھے۔ ہر شخص اس تقریر کو سن کر خوب اندازہ کر سکتا ہے۔

حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ کا کارنامہ یہ ہے کہ ہزاروں کو دامن اعلیٰ حضرت سے وابستہ کر دیا ہزاروں کو دامن غوث الاعظم سے وابستہ کر دیا ہزاروں کو حضور ﷺ کی غلامی سے وابستہ کر دیا۔

عزیزانِ گرامی! یہ نسبت بہت بڑی چیز ہے ہم اور آپ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دامن کو پکڑ کر حضور غوث اعظم کے دامن میں آئے اور سرکار دو عالم ﷺ کے دامن میں آئے یہ وہ اعزاز ہے جو ان شاء اللہ زندگی میں بھی ہمارے کام آئے گا اور آخرت میں بھی ہمارے کام آئے گا اور کیوں نہ ہو، مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

جناب نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ کے سامنے جب آئے تو حضرت عائشہ صدیقہ محو حیرت ہیں کبھی رومال دیکھتی ہیں، کبھی پگڑی دیکھتی ہیں، کبھی کپڑے دیکھتی ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا، صدیقہ کیا دیکھ رہی ہو؟ حضور ﷺ کے ارشاد پر حضرت عائشہ صدیقہ نے کہا میں یہ دیکھ رہی ہوں کہ بارش موسلا دھار ہو رہی ہے مگر میں آپ کے کپڑے گیلے نہیں پاتی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے صدیقہ تم نے سر پر کیا اوڑھا ہوا ہے، کہا یارسول اللہ ﷺ وہی جو آپ کا مستعمل تہبند ہے فرمایا اسے سر سے ہٹاؤ جب انہوں نے سر سے ہٹایا تو کہاں کی بارش، کہاں کی برسات، کہا میرے آقا یہ معمہ کیا ہے؟ کہا معمہ یہ ہے کہ تم نے میرا مستعمل تہبند سر پر رکھ لیا۔ غیب کے پردے اٹھ گئے رحمت الٰہی کی وہ بارش تجھے نظر آگئی جو عام لوگوں کی نظروں سے مخفی ہے۔ غور کیجئے۔ آپ کہ کسی کپڑے کو ان سے نسبت ہو جائے اس کی برکت کا یہ عالم ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر۔ دستر خوان بچھا ہوا ہے میلا کچیلا ہے۔ حضور ﷺ دعوت میں تشریف لائے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے کہا کہ اتنا میلہ رومال؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسے اٹھا کر آگ میں ڈال دیا اور اس کے بعد جب نکالا تو صاف و شفاف تھا لوگوں نے کہا انس یہ فلسفہ کیا ہے؟ کہا فلسفہ یہ ہے کہ جس کپڑے سے دست مصطفی ﷺ لگ جائے اس کی عظمت یہ ہے کہ اسے آگ نہیں جلا سکتی آپ کا مستعمل تہبند کسی کے سر پر رہ جائے تو غیب کے پردے آنکھوں سے اٹھ جاتے ہیں، مولانا روم کے کہنے کا مقصد یہ ہے۔

اے میرے عزیز! اگر تو اپنے آپ کو صحیح معنوں میں مصطفیٰ ﷺ کا غلام بنالے تو یہ جہنم کی آگ تجھ پر کیسے اثر کر سکتی ہے جہنم کی آگ تیرے جسم کو کیسے جلا سکتی ہے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت عظیم المرتبت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس فلسفہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

تجھ سے در، در سے سگ، سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

اور خوب یاد رکھو

اس نشانی کے جو سگ ہیں، نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹہ تیرا

عزیزان گرامی!

یہی وہ درس ہے جو حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے۔ دعا ہے کہ اے مالک بحر وبر، اے خالق شمس و قمر، مولیٰ جب تک تیرے ستاروں کی انجمن برقرار رہے، مولیٰ نسیم سحر کے جھونکے چمنستان عالم کو جب تک معطر کرتے رہیں مولیٰ جب تک یہ چاند اور سورج اپنی آب و تاب کے ساتھ چمکتے اور دمکتے رہیں حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار پر رحمت ورضوان کی بارش فرما۔ صدر الشریعہ بدر الطریقہ، کے مزار پر انوار پر رحمت ورضوان کی بارش فرما، قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی ہر دل عزیز شخصیت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کہ جن کے دامن سے وابستہ ہو کر ہم نے دامن مصطفی ﷺ پا لیا۔ مولیٰ اُن کے مزار پر انوار پر بھی رحمت ورضوان کی بارش فرما۔ (آمین)

☆☆☆

عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ مولانا جمیل احمد نعیمی

مصلح اہلسنت حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ کے پہلے عرس کے موقع پر حضرت علامہ مولانا جمیل احمد نعیمی صاحب نے جو تقریر کی، اسے کیسٹ سے نقل کرکے قارئین کی معلومات کے لئے پیش کیا جارہا ہے۔(ادارہ)

وہ لوگ ہم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے
ڈھونڈا تھا آسماں میں جنہیں خاک چھان کر

حضرات علماء کرام اور معزز سامعین ظاہر سی بات ہے کہ اس مختصر سے وقت میں کسی ایک موضوع پر جم کر بولنا ناممکن ہے اور یہ بھی کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ آپ کے سامنے مختلف واقعات اور مختلف ان کوائف کا ذکر کیا جائے کہ جو حضرت فاضل جلیل عالم نبیل صوفی باصفا حضرت علامہ قاری حافظ محمد مصلح الدین صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کی ذات گرامی اور آپ سے جو چیزیں متعلق تھیں آپ حضرات اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ قاری صاحب اس علاقے کے علماء میں اس کھارادر اور میٹھادر بلکہ میں یہ عرض کروں گا تو اس میں مبالغہ نہیں ہو گا کہ کراچی کے قدیم ترین علماء اہلسنت میں حضرت قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا شمار ہوتا ہے۔ میرے مخدوم و محترم دوست مقرر شعلہ بیاں حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں چند منٹ آپ کے سامنے خطاب کروں۔

حقیقت یہ کہ میں کھارادر، میٹھادر، پنجابی کلب، آخوند مسجد اور کھوڑی گارڈن کی مسجد کی بات نہیں کر رہا۔ ان گنہگار آنکھوں نے اس سرزمین مقدسہ پر یعنی مدینہ منورہ میں حضرت قاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو۔ حضرت مولانا حسن رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی نعت جھومتے ہوئے پڑھتے سنا ہے۔ اور ان کا عالم یہ تھا کہ نہ صرف خود وجد میں ہیں بلکہ دوسروں کو بھی وجد میں لا رہے ہیں۔ صرف ان کی آنکھیں ڈبڈبا رہی ہیں بلکہ دوسرے بھی اشکبار ہیں اور نعت وہی تھی جو آپ نے کھوڑی گارڈن میں بھی اکثر سنی ہو گی۔ اور کراچی کے مختلف جلسوں میں بھی حضرت قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس کو کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔

دل درد سے بسمل کی طرح لوٹ رہا ہو
سینے پہ تسلی کو تیرا ہاتھ دھرا ہو

یہ ۱۹۸۰ء کا واقعہ ہے کہ جب زیارت حرمین شریفین کا شرف اس فقیر کو بھی حاصل ہوا اور میرے پیرو مرشد حضرت علامہ مولانا ضیاء الدین صاحب قطب مدینہ رحمتہ اللہ علیہ کے یہاں جیسا کہ معمول تھا، نماز عشاء کے بعد محفل میلاد شریف ہوا کرتی تھی۔ آندھی آئے، طوفان آئے گرمی ہو، سردی ہو، حرارت ہو، برودت ہو، کسی قسم کی کوئی صورت ہو۔ لیکن حضرت کے یہاں میلاد شریف کا کبھی ناغہ ان آنکھوں نے نہیں دیکھا تو حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ وہاں تشریف لائے۔ حضرت علامہ شیخ الحدیث والتفسیر سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی دامت برکاتہم، العالیہ اور بریلی شریف اور ہندوستان سے تشریف لائے ہوئے بعض علماء اور پاکستان سے بعض علماء جو تشریف لے گئے تھے، جب قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے فرمائش کی گئی اور انہوں نے حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمتہ اللہ علیہ کے مکان میں وہ نعت شریف پڑھی تو نہ صرف یہ کہ ہندوستان اور پاکستان کے علماء ان کی نعت شریف کو ان کے انداز کو ان کی والہانہ کیفیت کو ان کی اس دارفتگی کو دیکھ کر کے جناب والا حیرت زدہ تھے بلکہ شام کے علماء اور مصر کے جو علماء تھے وہ حضرت قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی آواز سے متاثر ہو کر کے عشق رسول میں وہ بھی تڑپ اور مچل رہے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ مقبولیت عطا فرمائی ہے جو کم لوگوں کو ملا کرتی ہے۔ آپ کو معلوم ہے لوگ آتے ہیں اور دنیا سے رخصت ہوتے ہیں کوئی ان کو ایک ہفتہ یاد رکھتا ہے کوئی ان کو ایک مہینہ یاد رکھتا ہے کوئی سال یا دو سال یاد رکھتا ہے۔ لیکن بعض اس دنیا کے اندر ایسے نفوس قدسیہ بھی ہوتے ہیں کہ جن کی محبت جن کی عقیدت لوگوں کے قلوب اور اذہان پر مرتسم ہو جایا کرتی ہے۔ اور انہی خوش بخت شخصیتوں میں سے اور نفوس قدسیہ میں سے حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین رحمتہ اللہ علیہ کی بھی وہ شخصیت تھی۔ کہ آج ایک سال ہو گیا ہے۔ ان کے وصال ظاہری کو لیکن معلوم یہ ہو رہا ہے کہ حضرت قاری صاحب چل پھر رہے ہیں۔ آرہے ہیں جارہے ہیں راستے میں جس سے بھی ملاقات ہوتی ہے بڑی محبت سے پوچھتے ہیں کہ آپ خیریت سے ہیں۔ آج ہماری نظروں سے اوجھل ہیں۔ لیکن حضرت قاری صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے تصرفات آج بھی جاری و ساری ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک جاری و ساری رہیں گے۔ ویسے تو جہاں بھی اللہ کے ولی کو دفن کیا جاتا ہے اس کے فیوض و برکات جاری و ساری رہتے ہیں ہمارا اہلسنت کا یہ عقیدہ ہے لیکن اے کھارادر اور میٹھادر اور اس کھوڑی گارڈن کے رہنے والوں۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ حضرت علامہ قاری صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جب تک با قاعدہ حیات رہے تم میں رہے اور آج وصال کے بعد بھی تو ہمارے اندر موجود ہیں۔ میں اپنے اس شعر پر اس مختصر سے خطاب کو ختم کرتا ہوں۔

کہ مسئول ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم　　تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے

یادِ جدِ امجد

صاحبزادہ سید شاہ سراج الحق قادری (تقریر)

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہو
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق!

معزز علماء کرام اور حاضرین جلسہ آپ کے علم میں ہے کہ آج کا یہ جلسہ ، آج کا یہ عظیم الشان عرس حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کے عرس کے سلسلے میں منعقد کیا گیا ہے۔

سامعین گرامی!

دنیا پر آپ نظر ڈالیں اور غور فرمائیں کہ دنیا میں روزانہ کتنے لوگ پیدا ہوتے ہیں اور کتنے ہی اس دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں۔ ایک بچہ ایک دن کا ہے وہ انتقال کر جاتا ہے ہے کوئی مہینہ کا، کوئی دو مہینے کا کوئی برس کا کوئی دس برس کا غرض کہ آج کل تو آپ جانتے ہیں کہ عام آدمی کی ساٹھ یا ستر سال میں دفعات ہو جایا کرتی ہے۔ آدمی مرتا اس لئے ہے کہ وہ دنیا میں آیا ہی اس لئے ہے کہ وہ دنیا سے جائے۔ اس لئے کہ قانون خداوندی یہ ہے کہ **کل نفس ذائقه الموت** ہر نفس کو ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے مگر ہوتا کیا ہے۔

حضرات گرامی!

آپ نے غور کیا ہو گا آپ قبرستان جائیں اور قبرستان جانے کے بعد قبروں کو دیکھیں تو معلوم یہ ہو گا کہ کوئی قبر بالکل تازہ ہے کوئی دھنس گئی ہو گی۔ کسی کے نام ونشان باقی نہیں۔ کوئی نہیں جانتا یہ کون تھا۔ کہاں پلا کہاں بڑا ہوا، سیرت کیا ہے۔ لیکن بعض قبریں ایسی ملیں گی کہ جن کے نام ونشان آج تک موجود ہیں۔ جب وہ دنیا میں تھے تو ان کا ذکر ہوتا تھا۔ جب وہ دنیا سے گئے تو ان کا ذکر ہوتا تھا۔ آج بھی ان کا ذکر ہوتا ہے اور کل بھی ان کا ذکر ہوتا رہے گا۔

حضرات گرامی!

مجھے یہ بتائیے کہ یہ کیا بات ہے کہ دنیا بعض کو بھلا دیتی ہے اور بعض کو یاد رکھتی ہے۔ تمام تاریخ پر نظر ڈالنے سے ایک ہی بات ذہن میں آتی ہے اور وہ بات یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں اپنے لئے جیتا ہے قوم اسے بھلا دیتی ہے اور جو شخص دنیا میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے جیتا ہے اسے دنیا کبھی نہیں بھلاتی یا یوں کہیئے کہ جس

کی زندگی کا مشن دنیا میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نام کو بلند کرنا ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت تک کے لئے اس کے نام کو بھی بلندی عطا فرما دیتا ہے۔

انہی خاصان خدا میں سے حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ آج تک ان کا نام بلند ہے۔ انہی خاصان خدا میں سے حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں کہ آج تک ان کا نام بلند ہے۔ انہی خاصان خدا میں سے اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں کہ آج تک ان کا نام بلند ہے۔ انہی خاصان خدا میں سے پیر طریقت ولیِ نعمت حضرت علامہ مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمتہ اللہ علیہ ہیں کہ آج تک ان کا نام بلند ہے۔ یہ ان کی بلندی بتا رہی ہے کہ یہ دنیا میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نام کو بلند کرتے رہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے دربار سے یہ انعام ملا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے ان کے نام کو بلند کر دیا۔

والدین کی نافرمانی

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا، تمام گناہوں میں سے اللہ تعالیٰ جتنے چاہے بخش دے گا مگر ماں باپ کو ستانے کا گناہ نہیں بخشے گا بیشک اللہ تعالیٰ والدین کے ستانے والے کو موت سے پہلے زندگی ہی میں جلد سزا دے دیتا ہے۔

(شعب الایمان، باب فی بر الوالدین، ۶/ ۱۹۷، حدیث: ۷۸۹۰)

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہسے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا، بعض بندے ایسے بھی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ کلام کرے گا اور نہ انکو پاک کرے گا اور نہ انکی طرف نظر رحمت فرمائے گا صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہصلی اللہ تعالی علیہ وسلم! وہ کون شخص ہے؟ فرمایا، اپنے ماں باپ سے بے تعلق اور بے رغبت ہونے والا۔

(مسند احمد، حدیث معاذ بن انس، ۵/ ۳۱۲، حدیث: ۱۵۶۳۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور مجسمصلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کی رضامندی ماں باپ کی خوشنودی میں ہے اور اسکی ناراضگی ان کی ناراضگی میں ہے۔

قلمی خدمات

تاجدارِ مسند تدریس

شیخ الحدیث علامہ حافظ عبد العزیز قدس سرہ العزیز

حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ

مصلح اہلسنت حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ تدریس اور پریشان حال لوگوں کو تعویذات اور وظائف کی تعلیم میں اس قدر مصروف رہے کہ آپ کو تحریری کام کا موقع نہیں مل سکا ، تاہم آپ نے جامع مسجد واہ کینٹ کی امامت و خطابت کے دور میں کچھ فتاویٰ تحریر فرمائے تھے جو بد قسمتی سے محفوظ نہ رہ سکے نیز آخری ایام میں آپ نے ترمذی شریف کے ترجمہ کا آغاز فرمایا تھا اور تقریباً ۱۵۰ صفحات آپ نے مکمل کر لیے تھے کہ زندگی نے وفا نہ کی اور یہ کام مکمل نہ ہو سکا۔

آپ کی ذاتی ڈائری سے آپ کے تحریر کردہ چند مضامین کچھ مکمل اور کچھ نامکمل ہمیں ملے اور ایک تقریر جو آپ نے دار العلوم امجدیہ میں کی تھی اسے آپ کے شاگرد رشید پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین نوری ، سابق ڈین شعبہ علومِ اسلامیہ جامعہ کراچی نے تحریر کیا وہ تقریر اور حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ کی اپنے استاذِ محترم حافظ ملت حافظ عبد العزیز مبارکپوری علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد ان کی سیرت پر ایک نامکمل تقریر بھی پیش کر رہے ہیں۔

ہندوستان کی ایک عظیم القدر رفیع المرتبت ہستی کا وصال ہو گیا جس کے حلقہ درس سے ہزاروں فاضل، مبلغ، مدرس، مفتی، مقرر، فارغ التحصیل ہو کر نکلے اور اس وسیع دنیا کے مختلف شہروں پر اپنے فرائض منصبی کو بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں اور ان کے فیضان نظر سے لاکھوں انسانوں کے سینے روشن ہوئے اور انکی عالمانہ عارفانہ صوفیانہ تقاریر سے ہزاورں بھٹکے ہوئے انسان راہ یاب ہوئے ، بجا طور پر ان کو حافظ ملت کا خطاب دیا گیا۔ بیشک وہ ملت کے نگہبان اور سنیت کے پاسبان تھے ایک سوانح نگار جب انکی حیات مقدسہ کے مختلف گوشوں پر تبصرہ کریگا تو وہ بہت ضخیم ہو گا ذیل کا مضمون انکی حیات مقدسہ پر ایک اچٹتی ہوئی نظر ہے۔

آبائی وطن:

ضلع مرادآباد سے ۹ میل دور ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو بھوجپور نام سے مشہور ہے نینی تال کے راستے میں اسی قصبہ میں آپ کی ولادت ہوئی اپنے والد محترم حافظ نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن کریم حفظ کیا، نور محمد صاحب کی زیارت اور خدمت کا اپنی کمسنی میں اس فقیر کو شرف حاصل ہوا، ان کا روز و شب کا معمول قرآن کریم کا دور تھا چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے وہ قرآن کریم کی تلاوت فرمایا کرتے، نہایت سادہ لوح بزرگ تھے، حافظ ملت ابتدائی تعلیم کے لئے رامپور اور مرادآباد تشریف لے گئے پھر دار الخیر اجمیر مدرسہ معینیہ عثمانیہ میں حضرت صدر الشریعہ

بدر الطریقہ سیدی و مرشدی مولانا حکیم ابو لعلاء محمد امجد علی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں علوم و فنون کی تکمیل فرمائی کچھ عرصہ حضرت کے ساتھ بریلی میں رہے، قیام بریلی کے زمانہ میں حضرت صدرالشریعہ کی خدمت میں آگرہ سے ایک خط آیا جس میں ان سے ایک مفتی اور خطیب کا مطالبہ کیا تھا آگرہ کی جامع مسجد ایک تاریخی مسجد ہے اور اس کی خطابت اور افتاء ایک اہم خدمت تھی حضرت صدر الشریعہ نے اپنے فارغ التحصیل طلباء پر نگاہ ڈالی اور حضرت کی نگاہ انتخاب حافظ ملت پر پڑی، حضرت صدر الشریعہ کی عادت کریمہ تھی کہ پہلے اپنے شاگردوں کے سامنے حالات کی وضاحت کرتے اور سوچ بچار کا موقع عنایت فرماتے اگر شاگردوں کی رضامندی دیکھتے تو پھر حکم صادر فرماتے، چنانچہ حافظ ملت کو بلا کر فرمایا کہ آگرہ سے خطابت و افتاء کی جگہ آئی ہے اور تنخواہ ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار، آپ اس پر غور کریں اگر آپکی مرضی ہو تو آپ کو بھیج دوں۔ حافظ ملت نے غایت ادب سے عرض کیا کہ ہو گا تو وہی جو حضور کا حکم ہو گا چونکہ استصواب رائے کا موقع دیا گیا ہے اس لئے فقیر یہ عرض کرتا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ افتاء اور خطابت یہ بھی دین کی اہم خدمت ہے لیکن حضور نے ہمیں جس مقصد کے لئے تیار کیا ہے یعنی تدریس، یہ خدمت تو وہاں نہیں۔ باقی جو حضور کا حکم ہو گا اسی پر عمل ہو گا۔ بات چونکہ معقول تھی اس لئے حضرت نے خاموشی اختیار کی۔

کچھ عرصہ کے بعد قصبہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ سے ایک وفد حضرت کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ ہمارے مبارکپور میں ایک درسگاہ ہے اس کا نام مدرسہ اشرفیہ ہے یہ مدرسہ حضرت شیخ المشائخ شاہ علی حسین صاحب المعروف اشرفی میاں کے نام نامی سے منسوب تھی اس کی حالت نہایت خستہ ہے تدریس کا معقول انتظام بھی نہیں اس کی خدمت کے لئے ایک ایسا مدرس منتخب فرمائیں جو اس کو بام عروج تک پہنچائے اور چونکہ اس کی مالی حالت بھی اچھی نہیں ہے اس لئے ہم سر دست اس مدرس کو ۳۵ روپے ماہوار دیں گے، یہ قصبہ مبارکپور حضرت صدرالشریعہ کے ضلع میں واقع ہے اور قریب ہے حضرت نے بہت غور فرمایا پھر حافظ ملت کو بلا کر فرمایا کہ حافظ جی میں نے فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے ضلع میں کوئی خدمت نہیں کی میں آپ کو اپنا قائم مقام اور جانشین بنا کر بھیجتا ہوں آپ وہاں جائیں، حافظ ملت نے بخوشی اپنے استاد مکرم کے حکم کو قبول فرمایا اور مبارکپور تشریف لے گئے اور کام شروع کیا، یہ قصبہ دیابنہ کا بڑا مرکز تھا دیابنہ نے حافظ ملت کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا، مسلک اہلسنّت کی ترویج و اشاعت میں بڑی رکاوٹیں کھڑی کیں مسلسل چھ ماہ تک تقریریں ہوتی رہیں وہ اپنی تقریروں میں مسلک کی مخالفت کرتے، دوسرے دن اوپر سے ان کے اعتراضات کے جوابات دیئے جاتے، بہر حال دیابنہ کا زور ٹوٹا اور مدرسہ اشرفیہ میں طلباء بکثرت داخل ہوئے، حافظ ملت دن میں سترہ سبق بنفس نفیس پڑھاتے اور راتوں کو تقریریں ہوتی رہیں، طلبہ اس کثرت سے آتے رہے کہ مدرسہ اشرفیہ کی عمارت ان کی متحمل نہ ہو سکی طے پایا کہ کسی بڑی جگہ زمین خرید کی جائے اور مدرسہ کی بنیاد رکھی جائے۔

عوام اہلسنّت پر حافظ ملت کی مخلصانہ کوششوں کا یہ اثر ہوا کہ چندہ فراہم کیا گیا اور دوسرے سال نئی جگہ مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی حضرت اشرفی میاں صاحب اور سلطان الواعظین حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی اور حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ و دیگر علماء کرام نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کی بنیاد رکھی، سنگ بنیاد کی مبارک تقریب سے دو دن پہلے یہ فقیر بغرض تعلیم مبارکپور والد مرحوم کے ہمراہ حاضر تھا اپنی آنکھوں سے یہ سارا منظر جوش و خروش دیکھا جب علماء و مشائخ بنیاد رکھ چکے تو ہزاروں کی تعداد میں عوام اہلسنّت موجود تھے منتظمین نے یہ طے کیا کہ جو ایک اینٹ رکھے پانچ روپے تعمیری فنڈ میں جمع کرائے چنانچہ ہزاروں روپے جمع ہو گئے ایک سال کے اندر یہ عالیشان عمارت تعمیر ہوئی اخلاص و خلوص و عقیدت کا یہ منظر بھی دیکھنے میں آیا کہ بڑے بڑے روٴسا اپنے سروں پر اینٹیں رکھ کر معماروں کو دیتے اور اس طرح اس عالیشان عمارت کی تعمیر میں حصول ثواب کے لئے حصہ لیتے، چنانچہ بہت جلد یہ عمارت مکمل ہوئی اور پرانے مدرسہ سے نئی عمارت میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا، طلبہ کی کثرت کے ساتھ مدرسین کا اضافہ بھی ہوا اور سال دو سال میں یہ محسوس کیا گیا کہ اب یہ عمارت بھی کافی نہیں ہے، کیونکہ ہندوستان کے مختلف گوشوں سے تعلیم و تدریس کی شہرت کی بناء پر طلبہ بکثرت آ گئے لہٰذا بالائی منزل کی تعمیر کے لئے سرمایہ کی فراہمی کا مسئلہ زیر غور آیا، قصبہ کی آبادی زیادہ تر غریبوں پر مشتمل تھی مگر ان کے دل غنی تھے چندہ کا آغاز ہوا مگر یہ چندہ بھی اپنی نوعیت و انفرادیت کے لحاظ سے عجیب و غریب تھا۔ مسلسل تین ماہ تک قصبہ میں چندہ ہوتا رہا۔ اسکی صورت یہ ہوتی کہ مدرسہ کی انتظامیہ صدر و اراکین و حافظ ملت و مدرسین، طلبہ سب کے سب اسمیں شریک ہوتے پہلے سے ایک محلہ کو منتخب کر لیا جاتا اور وہاں کے رہنے والوں کو پہلے اطلاع دیدی جاتی کہ آج آپ کے محلہ میں چندہ ہو گا پھر یہ سب دوڈھائی سو کی تعداد میں کسی ایک مکان پر پہنچتے نعرہ تکبیر نعرہ رسالت کے بعد چندے کے متعلق نظمیں پڑھی جاتیں، نعرے لگتے اور نعروں اور نظموں کو سن کر ہزاروں افراد جمع ہو جاتے اور صاحب خانہ اپنے مکان کے دروازہ پر کھڑا رہتا اور وقفہ وقفہ سے اندر سے رقم کپڑے اجناس وغیرہ لا کر دیتا حتی کہ عورتیں اندر سے اپنے اپنے زیورات اتار اتار کر بھیج دیتیں، بعض اپنے اپنے جانور لا کر دیتے، ان نظموں سے چند اشعار پیش کرتا ہوں تاکہ اندازہ ہو کہ ان میں کتنا اثر تھا اور اس جوش و خروش کا کیا عالم تھا۔ (نامکمل)

معجزات وخوارق عادات پر منکرین کے اعتراض اور اس کا تحقیقی جواب

حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ

قرآن کریم میں بکثرت معجزات وخوارق وعادات کے جابجا تذکرے ہیں کہیں اجمالی اور کہیں تفصیلی، ان معجزات وخوارق کو ہر دور میں برابر تقسیم کیا جاتا رہا ہے علاوہ ازیں یہ ہر دور کے نبی کی صداقت وحقانیت کی دلیل اور نبوت کی کھلی نشانیاں ہیں۔ اور ان معجزات وخوارق کا جہاں ایک پہلو یہ تھا۔ تو دوسری طرف ان کا افادی پہلو یہ بھی تھا ، کہ ہر زمانے کے عقلاء اہل انصاف جب انبیاء سے ان معجزات کا صدور دیکھتے تو ان کے ذہن میں یہ بات بآسانی بیٹھ جارتی کہ ان امور کا ظہور بغیر تائید الٰہی ممکن ہی نہیں چنانچہ یہی معجزات وخوارق ان کے ایمان واسلام کا سبب بنتے چنانچہ قرآنی آیات واحادیث کریمہ میں بکثرت واقعات اس قسم کے ملتے ہیں کہ لوگ ان معجزات کو دیکھ کر فورًا ایمان لے آتے اور جب جو لوگ ان نشانیوں کو دیکھنے کے باوجود ایمان نہیں لاتے تو ان پر عذاب الہٰی نازل ہو تا جیسا کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ذالک بانهم كانت تاتيهم سبلهم بالبينت فكفرو افاخذهم الله انه قوى شديد العقاب

ترجمہ: جب انہیں رسولوں نے کھلی نشانیاں دکھائیں پھر جب انہوں نے نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں پکڑا اور اللہ قوی اور شدید العقاب ہے۔ اور انہی نشانیوں کو دیکھ کر ہزارہا جادوگر وغیرہ مسلمان ہوئے اور ان معجزات ونشانیوں کو دیکھ کر بعض نے اگر اس کا انکار کیا بھی تو وہ صرف ظلم وشیخی کی وجہ سے ورنہ ان کے نفوس ان کے معترف تھے۔

فلما جاءتهم آ یاتنا مبصرة قالو اهذا سحر مبين و حجدو ابها و استقينتها انفسهم ظلما و علوًا

جب ان کے پاس کھلی نشانیاں آنکھیں کھولنے والی آئیں تو کہنے لگے۔ یہ تو صریح جادو ہے۔ باوجود یہ کہ ان کے دل یقین کر چکے تھے۔ مگر انہوں نے ظلم اور شیخی سے ان کو نہ مانا اس سے ظاہر ہے کہ اگرچہ کفار معجزات دیکھنے پر بھی نبیوں کی تصدیق نہیں کرتے تھے۔ مگر ان کو یقین تھا کہ من جانب اللہ ہیں اور ظاہر ہے کہ جب تک وہ نشانیاں قوت بشری سے خارج نہ ہوں کبھی اس قسم کا یقین نہیں ہو سکتا ان آئیتوں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ لفظ آیت جس طرح قرآن کریم کی آیت کو جو آیت کہا جاتا ہے اس کی بھی یہی وجہ ہے کہ وہ معجزہ ہے اس لئے کہ تمام فصحاء عرب سے کئی بار کہا گیا کہ اگر نبی ﷺ اپنی طرف سے خود ہی قرآن کی آئیتیں بناتے ہیں۔ تو تم بھی آخر فصیح، اہل لسان ہو ایک ہی سورت ایسی بنالاؤ مگر ان سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ وہ سورۂ کے برابر ہی کوئی عبارت بنالاتے اس سے ظاہر ہے کہ ایک سطر کی مقدار بھی کلام الٰہی کا معجزہ ہے۔ غرض یہ کہ حق تعالیٰ نے ہر رسول کو مبعوث کرتے وقت اس کا لحاظ

ضروری رکھا کہ کوئی نہ کوئی نشانی یا معجزہ ان کے ساتھ ہو جس کی وجہ سے لوگوں کو یقین ہو جائے کہ وہ خدائے تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ ان مواقع پر فطرت انسانی کا مقتضیٰ یہی ہوتا ہے کہ نشانی طلب کی جائے، دیکھئے اگر کوئی شخص پاکستان کے کسی صوبے میں جاکر یہ اعلان کرے کہ گورنر جنرل اور مرکزی کابینہ نے مجھے اس صوبے کا وزیر اعلیٰ بنایا ہے یا کوئی شخص بیرونی کسی ملک میں جاکر یہ اعلان کرے کہ مجھے حکومت پاکستان نے اس ملک میں اپنا سفیر بناکر بھیجا ہے تو کیا ان دونوں صورتوں میں ان کی اعلیٰ وزارت وسفارت تسلیم کرلی جائے گی، ہرگز نہیں بلکہ پوچھا جائے گا کہ آپ اپنے انتخاب اور نامزدگی کے کاغذات اور ثبوت پیش کیجئے تب تو آپ کی اطاعت کی جائے گی اور مانا جائے گا۔ ورنہ نہیں، اسی طرح حکومت الٰہیہ نے مقتضائے صبع انسانی کے مطابق جہاں کہیں کسی رسول یا نبی کو مبعوث فرمایا ہے، تو اس کے ساتھ ہی ان کو معجزات، آیات بینات اور صداقت نبوت کی نشانیاں بھی دے کر بھیجا تاکہ ان کے دعوت نبوت کو سن کر پوچھنے والے اگر پوچھیں کہ آپ کی نبوت کی کیا دلیل ہے؟ صداقت کی کیا نشانی ہے تو خدا کے یہ بھیجے ہوئے انبیاء صاف صاف ان نشانیوں اور معجزات کو دکھادیں تاکہ قوم کو نبی کے مبعوث من اللہ ہونے میں شک و شبہہ باقی نہ رہے اور وہ نبی کے اس مبارک پیغام کو مان لیں اور ان کی اطاعت و حلقہ بگوش ہو کے اپنی دنیا و آخرت سنوار کے کامیاب ہوں۔ ہوتا تو یہی آیا ہے ہے کہ ہر دور میں انبیاء کے معجزات وخوارق عادات کو تسلیم کیا گیا۔ اور کیا جاتا رہا مگر اس دور میں کسی چیز کے علم کے حصول کو عقل و حواس کے ذرائع میں منحصر سمجھنے والے اور ہر بات کو عقل کی کسوٹی پر رکھنے والے ایسے افراد بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ جو ان معجزات و خوارق عادات کا انکار کرنے لگے ہیں چونکہ ان کی عقل ان معجزات وخوارق کو قبول نہیں کرتی لہٰذا یہ قابل تسلیم نہیں اور جبکہ یہ قرآن کریم و احادیث رسول میں بیان کئے گئے ہیں۔ وہ ان معجزات کی ایسی تاویلیں کرنے لگے ہیں جو عقل کے نزدیک قابل قبول ہوں چنانچہ مرزا حیرت نے تفسیر القرآن میں لکھا ہے یہ "نہ معجزہ ہے کہ خشک درخت میں میوہ لگ جائے گھوڑا آسمان پر اڑنے لگے یہ باتیں مجنونانہ خیالات ہیں۔ آگے لکھا ہے یہ معجزہ نہیں کہ بھان متی کے سورنگ دکھائے جائیں۔

سرسید علیہ ماعلیہ نے بھی ایک کتاب لکھی جس کا نام "تحریر فی اصول التفسیر" ہے مقصد اس تحریر کا یہ ہے کہ جو بات عقل کے خلاف ہو اس میں تادیل کرکے ہم اسے عقل کے مطابق کردیں اور ساتھ ہی ایسے اصول اس میں قائم کئے ہیں جس سے ایمان کی بنیادیں ہی ہل جاتی ہیں اس کتاب سے مسلمانوں کو سخت آذیت پہنچی۔ کیونکہ ابتدائے اسلام سے اب تک جو عقائد بطور وراثت قرنا بعد قرن مسلمانوں کو پہنچتے رہے ان کو تباہ کرنے کی یہ بہت بڑی کوشش تھی آگے یہ بھی لکھا ہے جس کو خدا نے عقل انسانی یا اس کا کوئی حصہ عطا کیا ہے۔ وہ ایسی بات پر جو مافوق عقل انسانی ہے یقین نہیں کرسکتا۔ اور لکھا کہ قرآن مجید میں کوئی بات مافوق عقل انسانی نہیں ہے مقصد یہ کہ

معجزات وغیرہ قرآن میں خلافِ عقل مذکور ہیں ان میں تاویل کرکے ایسے معانی لئے جائیں کہ عقل کے مطابق ہو جائیں اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن میں مافوق عقل انسانی ایسی کون سی باتیں ہیں جنکو عقل تسلیم نہیں کرسکتی اس کا تصفیہ بغیر اس کے نہیں ہوسکتا ہے کہ پہلے ہم یہ معلوم کریں کہ عقل انسانی کی حدود و دوائرہ کیا ہیں؟ تاکہ ہم صحیح اندازہ لگا سکیں کہ جو چیز اس حد سے خارج ہے وہ مافوق عقل انسانی ہے۔

(۲) پھر یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ ان خارجی امور کو جن کا عقل ادراک تو نہیں کرتی مگر ان کو تسلیم بھی کرتی ہے یا نہیں تحقیق) تقریباً سارے عقلاء کا اس پر اتفاق ہے کہ عقل کی پرواز صرف محسوسات اور وجدانیات تک ہی محدود ہے۔ اس سے آگے اس کا گزر نہیں کیوں کہ جب تک کوئی چیز محسوس نہ ہو اسے تسلیم کرنے میں عقل کو قسم قسم کی دشواریاں واشکال پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً ابتدا میں جب تار و ٹیلیفون کا حال دریافت ہوا کہ چند منٹ میں ہزارہا کوس کی خبر آناً فاناً میں اس کے ذریعہ سے معلوم ہوتی ہے تو عقل نے اولاً اس کو محال سمجھا مگر جب روزمرہ تاروں کے تبادلوں کو دیکھ لیا تو پھر عقل خاموش ہوگئی اگرچہ اس کی حقیقت معلوم نہ ہوسکی کہ کن اشیاء سے برق کو حرکت ہوتی ہے اور ان اشیاء کو برق کے ساتھ کیا۔ خصوصیت ہے اس پر اور امور کو قیاس کیا جاسکتا ہے کہ بہت سی چیزیں دیکھنے سے پہلے محال معلوم ہوتی ہیں مثلاً مادرزاد نابینائی، عقل، حسن و جمال، خط و خال، نور و ظلال، بدر و ہلال، انواں و تمثال نجوم وغیرہ احوال کا ادراک ہرگز ہرگز نہیں کرسکتی۔

مادر زاد بہرے کی عقل آواز اور صوتیات کی دنیا کو عدم محض بلکہ محال سمجھتی ہے غرض یہ کہ عقل صرف انہیں چیزوں کا ادراک کرسکتی ہے جن کا احساس یا وجدان ہوا ہو اور اپنے محسوسات و وجدانیات کے باہر وہ قدم نہیں بڑھا سکتی اس وجہ سے ان امور کے بارے میں جو اس کی حدود سے خارج ہیں۔ نہ اور ہاں کچھ قابل اعتبار نہیں۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ عقل اپنی حدود کے باہر کام نہیں کرسکتی مگر اس کے باوجود اس سے وہ کام لئے جاتے ہیں جو اس کی مقدور یا حد سے کہیں باہر ہیں۔ مثلاً اس کے سپرد کیا گیا یہ معلوم کرے کہ عالم کس چیز سے بنایا گیا۔ اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ عقل نے اس میں غور وخوص کرنا شروع کیا اس نے موقع پر یہ نہ کہا کہ کہاں میں اور کہاں عالم کی حقیقت کا معلوم کرنا، میں نے خود نہ تو عالم کو بنتے ہوئے دیکھا ہے نہ میں وہاں موجود تھی تو پھر میں کس طرح عالم کی حقیقت معلوم کرسکتی ہوں نتیجہ یہ ہے کہ عقل محسوسات کے حدود سے باہر بھی جاتی اور اپنا کام کرتی ہے حکمت جدیدہ میں مسلم ہے کہ آفتاب زمین کو کھینچتا ہے اور زمین آفتاب کے گرد پھرتی ہے۔

ہیئت جدیدہ میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ زمین ایک ساعت میں اڑسٹھ ہزار دو سو ستر ا میل مسافت طے کرتی ہے۔ حالانکہ اس کا مشاہدہ ممکن نہیں پھر جب ایسی محسوس مافوق العقل چیز کو حکماء و فلاسفہ یورپ کی تحمین و

قیاس کو یہ مان لیا جاتا ہے تو پھر خدائے تعالیٰ نے جو خبر دی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہر روز تخمیناً ایک ہزار میل بذریعہ ہوا سفر طے کرتے تھے اس کو مان لینے میں عقل کو کیا تامل ہو سکتا ہے۔ ان دونوں خبروں میں یہ فرق ہے کہ دن بھر میں ایک ہزار میل طے کرنے اور تخت کو ملک سبا سے پلک جھپکنے کی مدت میں دور دراز سے آنے کی خبر خدا نے دی۔ اور اڑسٹھ ہزار میل سے زیادہ ایک ساعت میں طے کرنے کی خبر اہل یورپ نے دی، اب غور کیا جائے کہ حکیموں کی قیاسی خبر سے ۲۸ ہزار میل سے زیادہ مسافت روزانہ طے کرنے کو مان لینا اور خدا نے جو صرف ایک ہزار میل روزانہ طے کرنے کی خبر دی ہے۔ اس کو نہ ماننا بلکہ اسے غلط قرار دینا کیا ایمان داری کا تقاضا ہو سکتا ہے۔

حکمت جدیدہ میں یہ بھی ثابت ہے کہ زمین ہر سال ایک مرتبہ ۱۹ کروڑ میل ثوابت کے نزدیک ہو جاتی ہے۔ اور پھر چھ مہینے کے بعد ۱۹ کروڑ میل ان سے دور ہو جاتی ہے حالانکہ اس قرب اور بعد کے زمانہ میں تاروں کی مقدار اور جسامت میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ چنانچہ قطب تارہ کو ہم ہمیشہ ایک ہی حالت پر دیکھتے ہیں یوں کہہ دینا تو آسان ہے کہ ان تاروں کا قطر ۱۹ کروڑ بلکہ ۱۹ ارب میل سے بھی زیادہ ہے مگر اس کا ثبوت نہ خود اس سے ہو سکتا ہے نہ دلیل سے، اب رہا یہ کہ دوربینوں کی مدد سے یہ ثابت کیا جائے تو یہ بھی ممکن نہیں اس لئے کہ ان کا تو صرف اتنا ہی کام ہے اصل مقدار محسوس سے ہزار حصے یا اس سے زیادہ وہ دکھاتی ہے مگر اصل مقدار دیکھنا ان کا کام بھی نہیں، غرض یہ کہ نہ حرکت زمین محسوس نہ قرب و بعد محسوس، نہ اس کے آثار محسوس مگر یہ سب کچھ تو حکمائے یورپ کی تحقیق پر مان لیا جائے اور قرآن پاک میں حق تعالیٰ نے تختِ بلقیس کے بارے میں جو فرمایا وہ عقل میں نہ آئے۔

ان سب باتوں سے یہ ثابت ہے کہ عقل اپنی حد کے باہر بھی غیر محسوس چیزوں کا ادراک کیا کرتی ہے خواہ صحیح ہو یا غلط اس لحاظ سے یہ کہنا صحیح ہے کہ قرآن میں کوئی خبر ایسی نہیں جو مافوق عقل انسانی ہو، جس کو عقل قبول نہ کر سکے کیونکہ نظام مذکورہ سے جہاں یہ ثابت ہوا کہ عقل انسانی اُن سے زیادہ مستبعد چیزوں کا ادراک کیا کرتی ہے مگر یہ ضرور ہے کہ کسی معتمد علیہ کے قول کا سہارا مل جائے پھر جب حکماء کے متخالف اور متعارض اقوال کا سہارا اس کے لئے کافی ہے تو خدائے عالیٰ کے قول سے بڑھ کر معتمد علیہ اور کون سی چیز ہو سکتی ہے اس سے ثابت ہوا کہ عقل انسانی کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ اپنے معتمد علی کے قول کو بلا دلیل مان لے اس تصریح کے باوجود اگر منکرین کی عقول میں معجزات کے تسلیم کرنے میں تردد ہو تو یہی کہا جا سکتا ہے۔ **ذرھم یا کلو تیمینغو ویلھھم الامل منوف تعلیمون۔**

ذکرِ اولیاء کرام کے فوائد و منافع

حضرت مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی کی ڈائری سے اخذ کیا گیا

۱۔ تقویت قلب، موعظت و رحمت و تذکیر، یہ بنیادی چیزیں ہیں جن کا ذکر قرآن و حدیث میں واقوال اولیاء کرام میں جا بجا ملتا ہے قرآن مجید میں ملتا ہے۔

و کلا نقص علیل من انباء الرسل ماتشبت به فوادک و جاء ک فی هذه الحق موعظة و ذکریٰ للمؤ منین:

ترجمہ: اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا اور ان کی صورت میں تمہارے پاس حق آیا۔

۲۔ امام ہروی اور شیخ عبد اللہ انصاری کے استاد حضرت یحییٰ عمار کو لوگوں نے بعد وصال خواب میں دیکھا، پوچھا کہ رب تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا، حضرت یحییٰ عمار نے جواب دیا کہ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اے یحییٰ میں تجھ سے سخت باز پرس کرتا مگر ایک دن تو ہماری تعریف اور حمد و ثنا ایک مجلس میں کر رہا تھا۔ کہ اس مجلس میں سے ہمارے دوستوں میں سے ایک دوست آگیا اور وہ تیرے بیان سے بڑا خوش ہوا۔ اس کی خوشی کی وجہ سے میں نے تجھے بخشا۔ ورنہ تجھ سے سخت مواخذہ کرتا۔

۳۔ حضرت شیخ بو علی دقاق سے لوگوں نے پوچھا کہ مردانِ راہ خدا کے ذکر کے سننے میں کچھ فائدہ ہے جبکہ ہم اس پر عمل نہ کر سکیں فرمایا کہ ہمیں دو فائدے ہیں ایک یہ کہ اگر تو راہ خدا کا مرد ہو گا تو تیری ہمت قوی ہو گی اور طلب بڑھے گی اور اگر کوئی متکبر ہو گا تو ان کی بلند حوصلہ مندیوں اور سخت ریاضتوں کا حال سُن کر اس کا غرور ٹوٹے گا۔ اور اپنی بھلائی و برائی اس سے نظر آئے گی اور اگر کور باطن نہ ہو گا تو خود معائنہ کریگا جیسا کہ شیخ محفوظ علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔ کہ مخلوق کو اپنے ترازو میں مت تول لیکن اپنے آپ کو مردانِ راہ خدا کے ترازو میں تول تا کہ تجھے ان کی عظمت و بزرگی و تونگری اپنی تہی دامنی، سستی و مفلسی معلوم ہو۔

۴۔ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ اولیاء اللہ کی حکایتوں اور روایتوں میں کیا فائدہ ہے؟ اگر تو اس راہ کا مرد ہو تو تجھے ان کے ذکر سے ایسا ہی فائدہ ہو گا جیسا کہ اس لڑنے والی فوج کو قوت و ہمت حاصل ہوتی ہے۔ جس کے پیچھے سے اس کی مدد کے لئے کمک کو ایک تازہ دم فوج آملے اور یہ آیت تلاوت کی

و کلا نقص عیک من ابناء الرسل ماتثبت به نوادکک و جاء ک فی هذه الحق موعظة و ذکریٰ للمومنین۔

۵۔ حضور نے فرمایا کہ " عند ذکر الصالحین تنزل الرحمتہ " یعنی نیک اور صالح بندوں کے ذکر کرنے سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

۶۔اولیاء اللہ کے اقوال واحوال گویا قرآن وحدیث کی بہترین شرح ہیں۔
۷۔اگر کوئی کسی کو جھوٹی بات بتا کر کہتا یا کسی کے ساتھ بدکلامی وبیہودگی سے پیش آتا ہے یا اس کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ان بدکلامیوں و گالی وگلوچ سے اتنا متاثر ہوتا ہے کہ لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتا ہے تو جب بری بات کا اثر انسان کے قلب پر اتنا قوی ہوتا ہے تو پھر اولیاء اللہ کی سچی باتوں، ستھری اور پاکباز زندگیوں اور ان کی میٹھی میٹھی و پیاری پیاری باتوں کا اثر کیوں نہ انسان کے قلب پر ہوگا۔
۸۔حضرت شیخ عبد الرحمٰن اسکاف علیہ الرحمہ سے لوگوں نے پوچھا کہ اگر کوئی قرآن پڑھے اور نہ جانے کہ کیا پڑھ رہا ہے تو کیا اس کو کچھ اثر و فائدہ ہوگا یا نہیں؟ فرمایا کہ اگر کوئی شخص دوا پئے اور یہ نہ جانے کہ کیا پیتا ہے تو اس کو دوا کچھ اثر کرتی ہے یا نہیں؟ مطلب یہ ہے کہ دوا ضرور اثر کرتی ہے۔ قرآن اگرچہ بے سمجھے پڑھے، کیوں نہ اثر کرے گا اور اگر جان کر پڑھے تو اس کا اثر ظاہر ہے۔
۹۔امام یوسف ہمدانی علیہ الرحمہ سے لوگوں نے پوچھا کہ جب اُن بزرگانِ دین کا زمانہ گزر جائے تو پھر کیا طریقۂ عمل اختیار کریں کہ جس سے ہم مکروہات دنیا سے سلامت رہیں تو فرمایا کہ اولیاء اللہ کے کلام کو پڑھتے اور سنتے رہو۔ بدکاروں کے مقابلے میں نیکوکاروں کا تذکرہ یقیناً مفید ہے۔ علاوہ مندرجہ ذیل فوائد ذکر اولیاء سے حاصل ہوتے ہیں۔
(ا) دنیا لوگوں کی نظروں میں حقیر معلوم ہونے لگتی ہے (ب) آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ (ج) خدا کی دوستی دل میں پیدا ہوتی (د) ذکر اولیاء سے انسان کو توشۂ آخرت کی فکر رہتی ہے۔

اولیاء اللہ کی دنیا کو کیوں ضرورت ہے؟

ا۔ عالم اجسام میں بعض جسم محتاج ہیں اور بعض محتاج فیض لینے والے، بعض فیض دینے والے جیسے آفتاب اور بارش اس طرح روحانیت میں انبیاء کرام ان کے ذریعے سے۔
علماء مشائخ و اولیاء جس طرح دنیا کو بارش و آفتاب کی ہمیشہ ضرورت ہے۔ اس طرح علماء اور اولیاء کی سخت حاجت ہے اس لئے حضور نے علماء دین کو بارش نبوت کا تالاب فرمایا (مشکوۃ کتاب العلم)
۲۔ رحمتیں دینے والا رب اور تقسیم فرمانے والے حبیب خدا (اللہ یعطی وانما انا قاسم) اور اس تقسیم کا ذریعہ علماء و اولیاء اللہ۔
۳۔ رب تعالیٰ تک رسائی حضور ﷺ کے ذریعہ اور حضور تک رسائی علماء اولیاء کے ذریعہ، صحابہ کرام نے سنت مصطفیٰ سے نور نبوت بلا واسطہ حاصل کیا اور بعد والوں نے صحابہ سے۔

۴۔ انبیاء کرام خلق کی ظاہری و باطنی اصلاح کے لئے تشریف لائے۔۔ ان کے بعد یہ کام دو گروہوں میں تقسیم ہوا۔ ظاہری اصلاح علماء کے ذریعہ اور باطنی صفائی اولیاء اللہ کے ذریعہ، جب حضور کی شریعت قیامت تک رہے گی تو یہ سلسلہ بھی قیامت تک رہے گا۔

نماز میں جسم پاک کرا دینا قبلہ رو کھڑا کر دینا اس کے شرائط وارکان ادا کرا دینا علماء کا کام مگر نماز میں خلوص، حضور قلب، ریا سے پاک ہونا اولیاء اللہ کے ذریعہ، شرائط علماء ادا کراتے ہیں اور شرائط قبول اولیاء۔

رومی و چینی کی حکایت اور نتیجہ:

انسان ایک کمرہ ہے۔ اس کی دو دیواریں ہیں۔ قلب اور قالب علماء شریعت قالب پر شریعت کے نقش و نگار کھینچتے ہیں۔ پیر طریقت مراقبے اور چلے کرا کر قلب کی صفائی کراتے ہیں جب سانس کا پردہ درمیان سے ہٹے گا تو اس وقت قالب کے نقش و نگار قلب پر نظر آئیں گے اور اس کا قبر میں امتحان، بے دیکھے محبوب کی پہچان کرائی جاتی ہے۔ اگر دل صاف، پہچان ہو جائے گی۔

کیوں نہ ہوں مضطرب موت کے انتظار میں
سنتا ہوں مجھ کو دیکھنے آئیں گے وہ مزار میں

ایمان عالم دین سے ملتا ہے ایمان کی حفاظت اولیاء سے ہوتی ہے۔

۶۔ جس طرح جسم پر بیماریاں اور لوہے پر زنگ آتی رہتی ہے اس طرح دل پر بھی غفلت کی زنگ چڑھتی رہتی ہے بیماری اجسام کے لئے ڈاکٹر، اطباء یونان اور بیماری دل کے لئے اطباء ایمان ہیں، زنگ آلود لوہے کو بھٹی کی ضرورت ہے اور زنگ آلودہ دل کے لئے صحبت اولیاء وعبادات و ریاضات درکار، مگر تاثیر میں صحبت اولیاء تیز تر، تلاوت قرآن سیاہی قلب کو آہستہ آہستی دور کرتی ہے (مشکوۃ)

مگر اللہ والے کی نظر کرم آن کی آن میں کایا پلٹ دیتی ہے۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

۷۔ جس طرح دنیا کے مسافر کو رہبر کی ضرورت ہے۔ ایسے ہی مسافر آخرت کے لئے رہبر طریقت کی ضرورت ہے۔

۸۔ دنیا میں انسان کمانے آیا، ایمان و اعمال اس کی کمائی ہے جسے آخرت میں بھیجنا ہے۔ راہ میں نفس و شیطان ڈکیتی کرتے ہیں ضرورت ہے کہ یہ قیمتی سامان کسی کی حفاظت میں جائے، محافظین کی جماعت کا نام اولیاء اللہ ہے بیمہ کمپنی کی ذمہ داری سے مال محفوظ ہو جاتا ہے مشائخ طریقت کی نگاہ کرم سے انشاء اللہ ایمان محفوظ رہے گا۔

دل پہ کندہ ہو تیرا نام کہ وہ وزد رجیم
الٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کے طغرا تیرا
تو جو للکاردے آتا ہوا لٹا پھر جائے
تو جو چمکارے پر پھر کے ہو تیرا تیرا

۹۔ انسان کا نفس کہتا ہے اس کے گلے میں شیخ کا پٹہ ڈالو تا کہ مارانہ جائے، اطاعت ولی نفس کا پٹہ ہے " شجرہ" اس کی زنجیر، قائم رہا، انشاءاللہ نفس نہ بہک سکے گا۔

۱۰۔ انجن یہ نہیں دیکھتا کہ اس کے پیچھے تھرڈ کلاس کا ڈبہ ہے یا سیکنڈ کا یا مال بردار ڈبہ ہے وہ تو اپنی طاقت کے مطابق سب کو کھینچ لے گا بشر طیکہ اس سے کڑی مضبوط ملی ہو۔ اسلام گویا ریلوے لائن مختلف مسلمان گویا ریل کے مختلف ڈبے اولیاء اللہ گویا اس کی مضبوط کڑیاں حضور ﷺ سب کے رہبر اگر یہ سلسلہ حضور سے ملا رہے تو ہم ضرور اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے۔

بقیہ حصہ

*** مقدس رسول ﷺ کی بین الاقوامی حیثیت ***

یہ تو ہمارے رسول اعظم (ﷺ) کا مذاہب عالم و اقوام عالم پر زبردست احسان ہے کہ عرب کی سرزمین پر ظاہر ہو کر اور رسالت عالم کا تاج زیب سر کر کے تمام آسمانی کتابوں کی شہادتوں اور نبیوں کی بشارتوں کو سچا ثابت کیا اور کیوں نہ ہو تا کہ ارواح انبیاء سے اقرار و عہد سے پہلے ہی خالق عالم نے یہ ارشاد فرمایا کہ:

ثم جآءکم رسول مصدق لما معکم۔ (سورہ آل عمران)

" پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائیں" (کنزالایمان)

یعنی تمہاری نبوتوں و کتابوں اور صحیفوں کی تصدیق کرتا ہوا بلا شبہ یہ وصف حضور علیہ السلام ہی کا ہے کہ وہ تمام انبیاء کی اور ان کی کتابوں کی تصدیق فرماتے ہیں اس تفصیل سے یہ دعویٰ بالکل ہی ثابت ہو گیا کہ ہمارے رسول اعظم ﷺ بین الاقوامی رسول ہیں۔

مقدس رسول ﷺ کی بین الاقوامی حیثیت

حضرت مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی کی ڈائری سے اخذ کیا گیا

جس طرح کہ ہمارا خدا بین الاقوامی بلکہ بین الکائناتی خدا رب العالمین ہے۔ اسی طرح ہمارے رسول اعظم بھی بین الاقوامی رسول ہیں۔ اور جس طرح کہ ہماری کتاب یعنی قرآن بین الاقوامی کتاب ہے، اسی طرح ہمارے رسول کی امت بھی بین الاقوامی امت ہے۔ آج اقوام عالم میں چونکہ ہمیں ہی اسلام کے دامن سے وابستگی کا شرف حاصل ہوا ہے اس لئے دنیا کی دوسری قومیں ہمیں ایک فرقہ سے تعبیر کرتی ہیں اور اسی طرح ہمارے رسول (ﷺ) کو بھی ایک خاص فرقہ کا رسول تصور کرتی ہیں اور ہماری کتاب کے بارے میں بھی یہی کہا جاتا ہے کہ یہ خاص مسلمانوں کی کتاب ہے اور امت مسلمہ کو بھی ایک محدود امت خیال کرتی ہیں۔ مگر حقیقت امر یہ ہے کہ ہمارے رسول بین الاقوامی ہیں، اور قرآن بھی بین الاقوامی کتاب ہے اور امت مسلمہ بھی بین الاقوامی امت ہے۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان چار پہلوؤں کے بین الاقوامی ہونے پر مختصر سا تبصرہ کیا جائے اور پھر رسول اعظم کی بین الاقوامی حیثیت پر تفصیل سے بحث کی جائے۔

خدا: جہاں تک خدا تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کا بین الکائناتی ہونا ہے وہ حسب ذیل آیات سے ظاہر ہے:

ذَلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ ۝ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْہُ ۝ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ ۝ (سورۃ انعام)

”یہ ہے اللہ تمارا رب اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں ہر چیز کا بنانے والا تو اسے پوجو، وہ ہر چیز پر نگہبان ہے“۔ (کنزالایمان)

نتیجہ: اس آیت نے واضح طور پر یہ ثابت کر دیا کہ جس جس چیز پر شئ کا اطلاق ہوتا ہے ہر اس چیز کا پیدا کرنے والا وہی واحد حقیقی ہے اور اس کی عبادت اس لئے کرنی ضروری ہے کہ مذکورہ بالا صفات کی وجہ سے ذاتی طور پر معبود بننے کا استحقاق رکھتا ہے۔

اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبَارَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ ۝ (سورۃ اعراف)

”سن لو اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا بڑی برکت والا ہے اللہ رب سارے جہاں کا“ (کنزالایمان)

نتیجہ: پیدا کرنا خلق ہے اور پیدا کرنے کے بعد تکوینی تشریعی احکام دینا یہ امر اور یہ دونوں اسی کے قبضہ و اختیار میں ہیں اسی طرح وہی ساری خوبیوں اور برکتوں کا سرچشمہ ہے۔

بَلْ لَّہُ مَافِیْ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کُلٌّ لَّہُ قٰنِتُوْنَ۔ (سورہ البقرہ)

"بلکہ اس کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اس کے حضور گردان ڈالے ہیں" (کنزالایمان)

نتیجہ: اس آیت سے ظاہر ہے کہ زمین و آسمان ہر ہر چیز اسی کی ملک ہے اور ہر چیز اسی کے زیر فرمان ہے۔

رسول: جہاں تک ہمارے رسول کی بین الاقوامی حیثیت کا تعلق ہے وہ حسب ذیل آیات سے واضح اور ظاہر ہے۔

قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعاً۔ (سورۂ اعراف)

"تم فرماؤ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں"

نتیجہ: آپ کی بعثت مبارکہ تمام دنیا کے لوگوں کے لئے عام ہے عرب کے امی لوگوں یا یہود و نصاریٰ تک محدود نہیں بلکہ جس جس چیز پر انسانیت کا اطلاق ہوتا ہے ہر اس چیز کے لئے آپ رسول ہیں جس طرح خدا تعالیٰ شہنشاہ مطلق اسی طرح آپ اس کے رسول مطلق ہیں اب ہدایت و کامیابی کی صورت بجز اس کے نہیں کہ اس جامع ترین و عالمگیر صداقت کی پیروی کی جائے جس کو آپ لے کر آئے۔

تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْراً o (سورۃ فرقان)

"بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہاں کو ڈر سنانے والا ہو"۔ (کنزالایمان)

نتیجہ: اس آیت میں واضح ہے کہ حضور (ﷺ) کی عموم رسالت کا بیان ہے کہ آپ (ﷺ) تمام خلق کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے جن ہو یا بشر، ملائکہ ہوں یا دیگر مخلوقات، یہاں صرف دو شہادتوں پر اکتفاء کروں گا کیونکہ مجھے اس پہلو پر آگے بہت کچھ کہنا ہے۔

قرآن: جہاں تک ہماری کتاب قرآن کا تعلق ہے یہ اپنی افادیت، جامعیت، جاذبیت اور تعلیم و ہدایت کی وسعت کے لحاظ سے ایک بین الاقوامی کتاب ہے کیونکہ یہ کتاب جس طرح مشرق و مغرب کے لئے ہدایت نامہ دین و دیانت ہے اسی طرح شمال و جنوب کے لئے بھی قانونی کتاب ہے اور اس کی تعلیمات کسی ملک و برادری، قوم و زبان کیلئے محدود نہیں اس کتاب کا بین الاقوامی ہونا حسب ذیل آیات سے مترشح ہے۔

۱- اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْعٰلَمِیْنَ۔... وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہاں کو۔ (سورۂ انعام)

۲- وَمَا ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ۔... وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہاں کو۔ (سورۂ ن)

۳- اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ۔... تو نہیں مگر سارے جہاں کو نصیحت۔ (سورۂ یوسف)

اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ۔ لِّیُنْذِرَ مَنْ کَانَ حَیًّا۔ (سورۂ یٰسین)

"وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن کہ اسے ڈرائے جو زندہ ہو"۔ (کنزالایمان)

ان آیات کے نفس ترجمہ ہی سے یہ بات ظاہر ہے کہ یہ بین الاقوامی کتاب ہے۔

امت مسلمہ:

جہاں تک امت مسلمہ کے بین الاقوامی اور اشرف الاقوام ہونے کا تعلق ہے وہ ذیل کی آیت سے ثابت ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ٥ (سورۃ اٰل عمران)

"تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"۔ (کنز الایمان)

خلاصہ یہ ہے کہ اے مسلمانوں خدا تعالیٰ نے تم کو تمام امتوں میں بہترین امت قرار دیا جس طرح کہ نبی آخر الزماں (ﷺ) تمام نبیوں میں افضل ہوں گے اسی طرح آپ (ﷺ) کی امت بھی جملہ اقوام عالم پر یک گوئی سبقت لے جائے گی کیونکہ اس کا دائرہ عمل سارے عالم اور انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہو گا گویا اس کا وجود ہی اس لئے ہو گا کہ دوسروں کی خیر خواہی کرے اس آیت میں اخرجت للناس کا اشارہ ہی اس طرح ہے کہ وہ اقوام عالم کی رہنمائی کریگی۔ خلاصہ یہ کہ آیات بالا کی روشنی میں یہ نتیجہ بالکل ظاہر وبدیہی ہے کہ جس طرح ہمارا خدا بین الاکائناتی خدا ہے اسی طرح ہمارے رسول بین الاقوامی رسول ہیں۔ ہماری کتاب بھی بین الاقوامی کتاب ہے امت مسلمہ بھی بین الاقوامی امت ہے۔

آیئے اب ہم اپنے رسول محترم (ﷺ) کی بین الاقوامی حیثیت پر ذرا تفصیل سے بحث کریں اور یہ دیکھیں کہ مجمع انبیاء میں اور اولین و آخرین میں ہمارے رسول کی کیا شان ہے۔ اس وقت جب کہ کائنات عالم کی کوئی چیز عالم وجود میں نہ آئی تھی نہ عرش و کرسی نہ لوح و قلم نہ جنت و دوزخ نہ آسمانی مخلوق نہ ارضی مخلوق، رب العزت تبارک وتعالیٰ نے محرم اسرار ارواح انبیاء کو مخاطب فرمایا اور اس بین الاقوامی رسول پر ایمان لانے اور اس کی مدد کرنے کا عہد و اقرار لیا جس کی تفصیل تیسرے پارہ کے آخری رکوع میں موجود ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ٥ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ٥ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ٥ (سورۃ اٰل عمران)

"اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا، فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا، اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ سب نے عرض کیا ہم نے اقرار کیا، فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ تو جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہی لوگ فاسق ہیں"۔ (کنز الایمان)

عالم ارواح کے اس میثاق ازلی کا نتیجہ کیا ہوا اس نتیجہ پر امیر المومنین مولیٰ المسلمین سیدنا علی مرتضی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے تیز روشنی پڑتی ہے جو انہوں نے حضور (ﷺ) سے روایت کی اس روایت کو اکثر مفسرین نے انہیں آیات کے تحت بیان کیا ہے۔ روایت ہے:

لم یبعث اللہ نبیا من آدم فمن دونہ الا اخذ علیہ العھد فی محمد صلی اللہ علیہ وسلم لئن بعث وھو حی لیو منن بہ ولینصر نہ یا خذا العھد بذالک علی قومہ۔

"اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے لے کر آخر تک جتنے انبیاء بھیجے سب سے محمد ﷺ کے بارے میں عہد لیا کہ اگر یہ اس نبی کی زندگی میں مبعوث ہوں تو وہ ان پر ایمان لائے اور اس کی مدد کرے اور اپنی امت سے اس مضمون کا عہد لے"

قرآن کریم کی آیات اور سیدنا علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی روایت سے یہ نتیجہ بالکل صاف ظاہر کہ تمامی وہ انبیاء جو دنیا میں اپنی اپنی قوموں اور قبیلوں کی طرف پیغمبر وہادی بنا کر بھیجے جانے والے تھے یا بھیجے گئے تھے اور ان کی وہ تمام امتیں جو آگے چل کر اپنے اپنے پیغمبروں کے ناموں سے منسوب ہونے والی تھیں ان سب نبیوں سے خدا تعالیٰ نے اقرار لیا اور ان نبیوں ورسولوں نے اپنی اپنی امتوں سے عہد و اقرار لیا کہ اگر تمہارے زمانے میں وہ بین الاقوامی رسول بلکہ رسولوں کے رسول ہادی کل تشریف لائیں اور تم ان کا زمانہ نبوت ورسالت پاؤ تو ضرور بالضرور تم کو ان پر ایمان لانا ہوگا۔ اس اقرار سے یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ وہ رسول کسی خاص قوم قبیلہ کے نبی ورسول نہ ہوں گے بلکہ وہ بین الاقوامی رسول اور تمام نبیوں کی امتوں کے رسول ہوں گے چونکہ خدا تعالیٰ نے ازل میں انبیاء کرام کی پاک روحوں سے اس نبی برحق پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد و اقرار لیا اور پھر دنیا میں ان نبیوں ورسولوں کو اس عہد رسالت و نبوت سے سرفراز فرمانے کے بعد انہیں ان کے کیئے ہوئے اقرار کو یاد بھی دلایا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمامی انبیاء نے اپنی اپنی قوموں اور امتوں کے سامنے بارہا اس نبی برحق کی تشریف آوری کی خوشخبریاں بھی سنائی ہیں ۔ بے موقع نہ ہوگا کہ یہاں آپ کے سامنے تاریخی حیثیت سے چند انبیاء کرام کی ان شہادتوں و بشارتوں کا ذکر کیا جائے جو ہمارے رسول اعظم (ﷺ) کے بارے میں کی گئی ہیں اور یہ کہ وہ ساری بشارتیں اس بین الاقوامی رسول پر ہی صادق آتی اور پوری اترتی ہیں۔

ا... حضرت آدم علیہ السلام:

صحیفہ آدم کی کتاب بشارت آیت نمبر 19 میں آدم علیہ السلام نے فرمایا:

"خداوند نے کہا کہ وہ بڑا نشان جو تیری اولاد میں فخر ہے وہ آئے گا وہ روحوں کو تسکین دے گا اور امین و صادق ہوگا میں نے دیکھا کہ اس کے سر پر بہت سے تاج ہیں اور ظاہر فتح اسی کے ہاتھ ہے۔

(تاریخ العرب مطبوعہ بیروت، ص ۱۲۹)

۲... حضرت نوح علیہ السلام:

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا میں تم سے ایک عظمت والی بات کہتا ہوں اس کو تم یاد رکھو اور آنے والوں کو بشارت دو کہ سب ہادیوں سے افضل ایک راہ حق ہے دکھانے والا آئے گا۔ جو تمہاری صنف ضعیف اور حقیر طبقہ کو بلندی پر پہنچائے گا وہ حق کا سب سے بڑا منادی ہے۔ (تاریخ العرب، ص ۱۴۶)

۳... حضرت ادریس علیہ السلام:

حضرت ادریس علیہ السلام نے صحیفہ نیموت العرفات باب پنجم آیت نمبر 10 میں فرمایا خدا کے پاک احکام میں نے پہنچائے اور جو پہنچانے والے پہنچائیں گے وہ جب تم بھول جاؤ گے تو ایک روشن چہرہ والا آئے گا جو تمہیں یاد دلائے گا۔ (تاریخ العرب، ص 201)

۴... حضرت ہود علیہ السلام:

حضرت ہود علیہ السلام نے کنز المعارف جلد ۲، باب ہفتم میں فرمایا:

من بعد عصری مجتبی بن عظیم الشان انی البشر ھو یکون رحمۃ للناس ولا نبی بعدہ

"بیشک میرے زمانے کے بعد ایک عظیم الشان نبی آئے، بے شک میں خوشخبری دیتا ہوں کہ وہی لوگوں کے لئے رحمت ہو گا اور اس کے بعد کوئی نبی نہ ہو گا"۔

۵... حضرت موسیٰ علیہ السلام:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "خدا سینا سے نکلا سعیر سے چمکا اور فاران ہی کی پہاڑیوں سے جلوہ گر ہوا دس ہزار قدسیوں کے ساتھ" (کتاب پیدائش باب ۱۷، ص ۲)(عیسائی کتاب)

۶... حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں گا تو وہ وکیل (فارقلیط) تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اس کو تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ مجھے تم سے اور بھی باتیں کہنی ہیں مگر اب تم اس کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی حق کی وحی آئے گی تو تم کو راہ حق دکھائے گی۔ (کتاب یوحنا باب ۱۶، آیت ۷، ۱۴)

پیغمبر اعظم (ﷺ) کے بارے میں یہ ان برگزیدہ نبیوں کی شہادتیں تھیں جن کا دین آسمانی رہا ہے۔ تاریخی حیثیت سے یہ شہادتیں صاف طور پر اس رسول اعظم (ﷺ) کی تشریف آوری کو بتارہی ہیں جو بین الاقوامی رسول ہو گا مگر یہاں مزید شہادتوں کا پیش کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔

ہندو مذہب:

ہندو دھرم اگرچہ ہمارے نزدیک آسمانی دین نہیں ہے مگر بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ ان میں بھی کوئی نبی آیا ہو اور مرور زمانہ سے ان کے مذہب و دھرم کی وہ شکل نہ رہی ہو جو پہلے تھی فساد و بگاڑ کے بعد موجودہ شکل اختیار کر گیا ہے بہر حال ہندو دھرم کی کتابوں کی شہادتیں بھی ہمارے رسول اعظم (ﷺ) کے بارے میں پائی جاتی ہیں۔

مہادیوجی:

کلنکی پران پر جس مرسل اور اوتار کا ذکر ہے وہ مخلوق سے نہیں ڈرے گا نہایت شجاع اور عرفان والا ہو گا۔

رگوید: رگوید منتر میں آپ کا نام احمد اور اتھر وید میں محمد (ﷺ) لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ:

لا الہ ھرلی پاپن الا اللہ پرم پرم جنم۔ بیکنٹھ پرایت ہوئی توجئے محمد نام

"یعنی ہمیشہ کی بہشت چاہیے تو نام محمد ﷺ کا وظیفہ کرو"

گوسائیں تلسی داس:

لکھا ہے کاشی پربت یاد ھن تیر تھ سبھی ناکام۔ بیکنٹھ باس نہ پائی بنا محمد نام

اس بین الاقوامی رسول کے بارے میں دنیا کے اہل مذاہب کی چند شہادتیں ہیں جو اس وقت پیش کر رہا ہوں ان تمام شہادتوں سے یہ بات بالکل صاف اور واضح ہے کہ ہمارے رسول اعظم (ﷺ) بین الاقوامی شان کے مالک ہیں اور یہ کہ دنیا کے تمام قوموں اور ان کی کتابوں میں ان کا چرچا اور تذکرہ ہوتا رہا اور دنیا برابر ان کا انتظار کرتی رہی یہاں تک کہ اس سردار رسل نے ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو صحن عالم میں بصد جاہ و جلال قدم رکھا ہے ظہور قدس کے بعد تمام وہ اہل مذاہب جو نور عقل و انصاف رکھتے تھے اپنی اپنی کتابوں کی شہادتوں کے مطابق حضور (ﷺ) پر ایمان لائے اور اسلام کی عالمگیر برادری میں شامل ہو گئے اور وہ کہ جن کی آنکھوں پر تعصب کا پردہ تھا انہوں نے نہ مانا انکار کیا منکرین رسالت محمدیہ پر ہم یہ الزام قائم کرتے ہیں اور اس الزام کا دنیا کی کسی قوم کے پاس نہ کوئی جواب ہے نہ ہو سکتا ہے۔ الزام یہ ہے کہ اگر تم ہمارے رسول کو نہیں مانتے ہو اور ان کی رسالت عامہ کا انکار کرتے ہو تو بتاؤ وہ رسول کہاں گیا جس کی آمد آمد کا تذکرہ تمہاری کتابوں میں اور ان کی تشریف آوری کی بشارتیں تمہارے نبیوں کی زبانوں پر رہی ہیں، آخر وہ رسول کہاں گیا۔ اگر ہمارے رسول اعظم (ﷺ) کو نہیں مانتے ہو تو تمہارے رسولوں کی دی ہوئی خبریں اور تمہاری کتابوں کی بشارتیں سب جھوٹی ثابت ہوئی ہیں۔ (مضمون کا بقیہ حصہ صفحہ نمبر 274 پر ملاحظہ فرمائیں)

رزق کی ذمہ داری

حضرت مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی کی ڈائری سے اخذ کیا گیا

اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو (القرآن)

موجودہ دور میں معاش اور روٹی کو بڑی اہمیت دی جارہی ہے۔ بڑے بڑے مفکرین اپنے اپنے طرز و فکر پر اظہار خیال کررہے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ اس اہم و پیچیدہ معاشی مسئلے کے حل کرنے میں واحد اجارہ دار ہیں۔ چنانچہ مارکس و لینن کی عالمگیر شہرت کو اسی مسئلے کی بنیاد قرار دیا جاتا ہے اور آج کل روس بساط سیاست پر جن توجہات کا مرکز بن رہا ہے وہ بھی اسی مسئلے کی وجہ سے 'مگر حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے اسی معاشی مسئلے کو بہت پہلے حل کردیا ہے اور اپنے پیروؤں کے سامنے معاش کی بہت سی راہیں کھول دی ہیں اور انہیں حصول معاش کی ترغیب بھی دی ہے جہاں اسلام کی بیشتر ہدایات سے ہم غافل ہیں وہاں اس معاشی مسئلے اور اس کی اہمیت سے بھی بے خبر ہیں نظام سرمایہ داری اور اشتراکی نظام کی تفصیلات اور ان نظام ہائے زندگی کے مصائب و مفاسد پر روشنی ڈالنے کے بجائے مومن اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ اسلام کے بتائے ہوئے معاشی نظام کو معلوم کریں اور اسی کی ہدایات پر عامل ہوں تاکہ ہمارے معاشرے میں جو معاشی الجھنیں اور اضطرابی دھڑکنیں کروٹیں لے رہی ہیں وہ دور ہوں۔ اور ہم اسلام کے معاشی نظام کے تقاضوں کو پورا کریں تاکہ اجتماعی طور پر صحتمندانہ قدرتی زندگی جی سکیں ۔ آیئے! اس معاشی مسئلے کو قرآن وسنّت کی روشنی میں سمجھیں۔

رزق کی ذمہ داری :

پہلا سوال یہ ہے کہ رزق کی ذمہ داری کس پر ہے ؟

قرآن فرماتا ہے! وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا (پارہ 12 سورہ ہود آیت 6)

ترجمہ:" اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو"

دوسری جگہ فرمایا! نحن نرزقھم وایاکم (پارہ 15 سورہ بنی اسرائیل آیت 31

ترجمہ:"ہم انھیں بھی روزی دیں گے اور تمھیں بھی"۔

اس سے ظاہر ہے کہ انسانوں کی اپنی اور ان کی اولاد کی رزق کی بہم رسانی خداوند تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے۔ اور اس ذمہ داری کو اس قدر اہمیت حاصل ہے کہ قرآن کریم کی ابتداء ہی الحمدللہ ربّ العالمین سے ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کی ستائش اللہ کے لئے ہے اس لئے کہ وہ تمام کائنات عالم کی نشو نما کرنے والا ہے۔۔

رزق کے خزانوں کی نشان دہی:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "نہیں ہے کوئی چیز مگر اس کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور نہیں نازل کرتے ہیں ہم ان کو لیکن ایک مقررہ معلوم پیمانے پر۔

دوسری جگہ فرمایا! "مگر ہم اتارتے ہیں اس پیمانے پر جس پر ہم چاہتے ہیں"۔

پھر اس رزق کے طلب کرنے کا حکم اس طرح دیا گیا۔ فابتغوا عند اللہ الرزق (پارہ 20 سورہ عنکبوت آیت 17) ترجمہ: "پس ڈھونڈو اللہ کے پاس روزی کو"۔

ایک جگہ فرمایا! " اور مانگو اللہ سے اس کے فضل کو"۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کی صفت یہ بیان کی

والذی ھو یطعمنی ویسقین۔ واذامرضت فھو یشفین (پارہ 19 سورہ شعراء، آیت 80)

ترجمہ: "وہی ہے جو مجھے کھلاتا ہے اور وہی مجھے پلاتا ہے اور جب بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفاعطا فرماتا ہے۔"

ایک جگہ کافروں سے سوال کرتے ہوئے فرمایا گیا! " اگر پوچھو گے ان سے، کس نے اتارا آسمان سے پانی اور جلایا اس سے زمین کو اس کے مر جانے کے بعد البتہ کہیں گے وہ اللہ"۔

دوسری جگہ اس قسم کا سوال کرتے ہوئے فرمایا گیا!

"پوچھو کون روزی دیتا ہے تمہیں آسمانوں اور زمین سے اور کون مالک ہے شنوائی اور بینائیوں کا اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور کون نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور کون امر کی تدبیر کرتا ہے تو البتہ کہیں گے اللہ"۔

جہاں ان آیات سے یہ پتہ لگتا ہے کہ معاش اور روزی کے خزانے صرف خداوند تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں وہاں یہ آیتیں دراصل اس اضافی نظام کی بھی تردید کر رہی ہیں جو مشرکین نے اپنی معاشی حاجتوں کے لئے چند معبود بنا رکھے تھے، منشا یہ تھا کہ اس عقیدہ باطل کی تردید بھی ہو اور ساتھ ہی یہ علم بھی ہو جائے کہ واقعۃً حقیقۃً ان سارے رزقی خزانوں کا مالک خدا ہی ہے۔ اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ رزق کے خزانے اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہیں اور وہی بندوں کو رزق عطا کرتا ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ وہ خزانے کس طرح حاصل ہوتے ہیں؟ ان کے لئے انسان کو کچھ محنت و مشقت بھی کرنی پڑتی ہے۔ یا خود بخود گھر پہنچ آتے ہیں یہ بات تو بالکل ظاہر ہے کہ وہ خزانے چھپڑ پھاڑ کر نہیں آتے۔ قانون یہ ہے کہ انسان اپنا رزق تلاش کرے حصول معاش کے لئے محنت و مشقت کرے۔ چنانچہ فرمایا! وان لیس للانسان الا ما سعی۔ وان سعیہ سوف یری (پارہ 27 سورہ نجم آیت 39,40)۔ ترجمہ: "نہیں ہے آدمی کے لئے مگر وہی جو اس نے کمایا اور عنقریب اس کی کوشش دکھائی جائے گی۔"

جس طرح زندگی میں ہر شخص اس کے پانے کا حقدار ہو گا جو اس نے کمایا ہے اور اس کے سامنے اس کی کمائی ہی نتیجہ کی شکل میں پیش ہو گی اسی طرح معاشی زندگی میں ہر ایک کا نصیب اور اس کا حصہ اس کی محنت و مشقت اور جہد و کاوش ہی کی مناسبت پر مبنی ہے وہ جتنی محنت و جانفشانی کرتا ہے اس کے حساب سے وہ حصہ بھی پاتا ہے۔

معاشی راہوں پر ترغیب و ابھار :

قرآن کا اگر تفصیلی مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ قرآن نے کن کن چیزوں سے افادی پہلوؤں سے استفادہ کی طرف انسانی فطرت کو اُبھارا ہے تو شاید مبالغہ نہ ہو گا کہ قرآن کے ایک تہائی حصے کو بیان کرنا ہو گا۔ بحر و بر ، شجر و حجر ، سفلیات و علویات میں آخر کون سی اہم چیز ہے جس کے افادی پہلوؤں کی طرف قرآن نے صراحتہً یا کنایتہً اشارہ نہ کیا ہو ، انسان ان چیزوں سے اپنی معاشی سہولتوں کے حصول میں جن جن طریقوں سے کام لیتا رہا ہے اور لے رہا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو قرآن پاک باوجود یہ کہ کوئی معاشی کتاب نہیں ہے لیکن پھر بھی ان طریقوں کی طویل فہرست قرآنی آیات کی روشنی میں باآسانی مرتب ہو سکتی ہے۔

مثلاً زراعت، باغبانی، شکار ، شکار کے مختلف طریقے ، آلات سے شکار، شکاری کتّوں شکاری پرندوں سے شکار، خشکی کے شکار ، دریائی جانوروں کا شکار، مویشیوں کی پرورش، برّی و بحری جانوروں پرندوں کے مختلف اجزاء گوشت، کھال، اون، بال، دودھ ، شہد وغیرہ سے استفادہ کی مختلف نوعتیں تجارت کے سلسلے میں حیوانی و غیر حیوانی ، برّی و بحری سواریوں کے ذریعے مواصلات، حمل و نقل کی سہولتوں کا ذکر، صنعت و حرفت اور اس کے مختلف بسیط و مرکب سادہ اور پیچیدہ شعبے مثلاً آہن گری ، سنجاری ، زرگری ، ظروف سازی ، شیشہ سازی، زرسازی، پارچہ بافی، معماری، سنگتراشی، کانکنی، اغواصی، مزدوری اور مزدوری کی مختلف قسمیں حکومتی ملازمت، کاروباری تنظیم وغیرہ تقریباً وہ ساری چیزیں جن سے محض معاشی نظام مرتب کر کے اہل علم سے داد حاصل کی ہے جہاں تک ان نقشوں کی خانہ پری کا تعلق ہے اگر یہ خانہ پری کوئی قرآنی آیات سے کرنا چاہے تو مشکل ہی سے کوئی خانہ خالی رہ سکتا ہے۔ اگرچہ ظاہر ہے کہ ان امور کی طرف بجائے وحی کے آدمی کی رہنمائی عقل و حواس سے کی گئی ہے اس لئے قرآنی آیات میں ان کا ذکر جہاں کہیں بھی آیا ہے۔ ضمناً ہی آیا ہے تاہم اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ معاشی امور سے قرآن مسلمانوں کو کتنا قریب رکھنا چاہتا ہے، کہنے والوں نے جو یہ کہا کہ اسلام رہبانیت کا مذہب ہے یہ بالکل بے بنیاد الزام اور نرا اتہام ہے جہاں تک قرآنی خطاب کے دائرہ کا تعلق ہے اس دائرہ میں کہیں بھی رہبانیت و معاش گریز رحجان کی گنجائش نکل ہی نہیں سکتی۔ صرف یہی نہیں کہ معاشی زندگی کا جو نقشہ قرآن نے پیش کیا ہے اس میں اس کے لئے گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ خود قرآن نے اس غیر فطری مسلک کے متعلق جس تاریخی حقیقت کا انکشاف کیا ہے اس سے تو معلوم ہوتا

ہے کہ دنیا کی جس قوم کو جس زمانہ میں جو دین بھی دیا گیا کسی دین میں بھی رہبانیت کے معاش گریز کے مسلک کا مطالبہ خدا کی طرف سے کبھی نہیں کیا گیا گویا لا رھبانیۃ کی صفت صرف اسلام کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ بنی آدم کو خدا کی طرف سے کبھی نہیں کیا گیا کسی میں اس کی گنجائش نہیں رکھی گئی، قرآن کریم میں رہبانیت کی مختصر سی تاریخ بیان کی گئی۔ "ورھبانیۃ ابتدعوھا ماکبتنہا علیھم" ترجمہ: اور رہبانیت جسے انھوں نے خود تراش لیا ہے۔ ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی (پارہ ۲۷ سورہ حدید آیت ۲۷) لفظ ابتدعوا بتا رہا ہے گویا یہ ایک قسم کا فلسفہ تھا جو مختلف اقوام کے مختلف افراد نے مختلف زمانوں میں مختلف عوامی موثرات سے متاثر ہو کر کبھی کبھی اپنی زندگی اس تخیل کے تحت گزارنی چاہی ،تاریخ اس کی شہادت ادا کرتی ہے کہ یونانیوں اور رومانیوں کے رواقین اور اشراقین اسکندریہ کے فلاطونین اور ہندوستان کے جوگیہ وغیرہ نے اس فلسفے کو ایک مکتب خیال کی شکل میں پیش کیا تھا۔ ماکتبنٰھا علیھم کا یہی مطلب ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے علم و عمل کا جو نظام بنی آدم کو مذہب اور دین کے ناموں سے ملتا رہا ہے اس میں اس غیر فطری نظریہ حیات کا کبھی مطالبہ نہیں کیا گیا پہلے جو کچھ عرض کیا گیا تھا وہ معاشی مسائل کے لئے قرآن کا حل تھا۔ داعی قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے ملفوظات گرامی اور اس باب میں آپ کے جس طرز عمل کی تفصیلات حدیث کی کتابوں میں ملتی ہے اس کا ذخیرہ تو کہیں زیادہ ہے آج مذہب کے غلط ترجمانوں و نمائندوں نے مذہب کے متعلق یہ عام کیفیت پیدا کر دی ہے کہ ادھر مذہب کا نام آیا اور ہر دنیا کی نفرت دینوی چیزوں کی عداوت میں ایک ہیجان پیدا ہونا شروع ہوا۔ خیال یہی پھیلا ہوا ہے کہ دنیا اور دینوی امور سے اپنے ماننے والوں کو جو مذہب جس حد تک علیحدہ رکھنے میں کامیاب ہو یہی مذہب کا کمال ہے۔ لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ جو سیاسی لیڈر یا معاشی ریفارمر نہیں بلکہ جو اپنے آپ کو انسانی تاریخ کے تمام مذہبی رہنماؤں اور رسولوں کے خاتم اور اپنی تعلیم کو سارے جہاں کے مذہبی ذخیروں کے صحیح عناصر کا خلاصہ اور اس کی تکمیل کرنے والے تھے۔ دنیا کی وہی سب سے بڑی اور دینی ہستی نبی کریم ﷺ اپنے ہاتھ اُٹھا کر اپنی پرنم آنکھوں کے ساتھ اپنے خدا کے سامنے اپنی امّت کو پیش کرتے ہوئے التجا کرتے ہیں:

"پروردگار! یہ برہنہ ہیں پہنایئے، یہ پیادہ ہیں انھیں سوار کیجئے یہ بھوکے ہیں انھیں سیر کرایئے"

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ بعض کمبل پوش برہنہ پا افراد پر حضور ﷺ کی نظر پڑی سرور کائنات کی نظر کا پڑنا تھا کہ فتمعر وجہ رسول اللہ ﷺ ، رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ اقدس اداس پڑ گیا معاً ان لوگوں کے لئے اس حال کو دیکھ کر آنحضرت ﷺ اندر زنان خانے میں تشریف لے گئے (غالباً اندر کوئی چیز نہ ملی) پھر باہر تشریف لائے اور حضرت بلال کو بلا کر فرمایا کہ مسلمانو ں کو جمع کرو۔ جب لوگ جمع ہوئے تو ان غریبوں کی امداد پر لوگوں کو اُبھارا اور تھوڑی دیر میں کافی امدادی سرمایہ جمع ہو گیا جو ان غریبوں کے حوالے کر دیا گیا وہی حضرت راوی ہیں کہ وہی چہرہ

اقدس جو ان غریبوں کو دیکھ کر اداس پڑ گیا تھا۔ فرایت وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتھلل چہرے اقدس کو دیکھا کہ سونے کی طرح دمک رہا تھا۔ محض اس لئے کہ کچھ لوگ معاشی پریشانیوں میں مبتلا تھے اور جب ان کی پریشانیاں اس تدبیر سے دور ہو گئیں تو حضور کا چہرہ فرط مسرت سے چمکنے لگا۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ انسانی زندگی کا یہ پہلو جس کے متعلق سمجھا جاتا ہے کہ مذہب میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ نبی الانبیا ﷺ کے احساسات طیبہ اس پہلو کے متعلق کتنے عمیق اور گہرے تھے۔

بقیہ حصہ

*** آخری یادگار تقریر ***

تو جب دنیا میں ڈاکٹروں نے ایسے انجیکشن تجویز کئے کہ جب جسم میں اس انجیکشن کو لگا دیا جاتا ہے تو درد کی تکلیف نہیں ہوتی اس وقت کہ جب ڈاکٹر اس کا آپریشن کرتا ہے تو یہ عشق مصطفی ﷺ ایسا انجیکشن ہے کہ جس کے سینے میں عشق مصطفی ہوتا ہے تو کسی قسم کی تکلیف کا اسے احساس نہیں ہوتا۔ بدر کے میدان میں مسلمان تلواروں کے زکاِ ، نیزوں کے زخم کھا رہے تھے لیکن کوئی احساس نہیں ہوا بلکہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شہید سے قیامت میں پوچھے گا اے شہید! تو کیا چاہتا ہے؟ عرض کرے گا اے پاک پروردگار! مجھے دنیا میں تو پھر بھیج تا کہ تیری راہ میں زخم کھائوں، تکلیفیں برداشکروں اور پھر میں اپنی جان تیرے سپرد کر دوں۔

دوستو! یہ درس جو ہمیں اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت رضی اللہ عنہ نے دیا عشق مصطفی ﷺ کا۔۔۔۔ مسلمان کا ایمان کام نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے دل میں سرکار مدینہ کی محبت نہ ہو۔ لہٰذا محبت مصطفی کو اپنے قلب و جگر میں جگہ دیں۔ حضور کی محبت میں زندہ رہو، حضور کی محبت میں یہ ضروری ہے کہ حضور کی سنت پر عمل کرو۔ جحور کی سنت پر عمل کرنا بھی حضور سے محبت ہے اس لئے کہ محبوب سے محبت ہوتی ہے تو اس کے طریقے کو اس کے اسوہ کو اپنا لیا جاتا ہے ئیذاضررت اس امر کی ہے کہ ہم تاجدار مدینہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نظمکا اپنے اوپر نافذ کریں ۔ پابندی کے ساتھ نماز پڑھیں، روزے رکھیں، شریعت مطہرہ نے ہم تک جو احکام پہنچائے ہیں ان پر پابندی سے عمل کریں۔

میں ان مختصر سی گزارشاتکے بعد پھر شہزادے عالی وقار کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر شریف میں برکتیں عطا فرمائے، ان کے فیوض و برکات کا وہی سلسلہ جاری رکھے جو ان کے آبائے کرام اور اجداد کرام کا دنیا میں رہا۔ اللہ تعالیٰ اس آستانے کو ہمیشہ ہمیشہ آباد رکھے اور۔۔۔۔ رضا کے یہ مہکتے پھول ہمیشہ سدا بہار بن کر رہیں۔۔

مراقبہ

حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ

1969ء میں تدریس کے دوران پیر طریقت حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ نے دارالعلوم امجدیہ میں تقریر فرمائی تھی جسے ان کے شاگرد ڈاکٹر جلال الدین نوری، پروفیسر جامعہ کراچی نے قلمبند کیا تھا قارئین کی معلومات کے لئے پیش خدمت ہے۔

مراقبہ لغت میں نگرانی اور حفاظت کو کہتے ہیں اور تصوف کی اصطلاح میں اس کے معنی یہ ہیں کہ بندہ کو ہر وقت اپنی تمام حرکات وسکنات میں اس بات کا شعور رہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اور اس کا کوئی عمل اور کوئی حرکت اس کی نگرانی سے باہر نہیں ہے۔ عام طور سے لوگ گردن جھکا کر اور آنکھیں بند کرکے بیٹھنے کو مراقبہ سمجھتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔ مراقبہ ایک قلبی عمل ہے جو ہر وقت جاری رہتا ہے اور جاری رہنا چاہیے۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کی نگرانی کررہا ہے مسلمانوں کا مسلمہ عقیدہ ہے اور اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفات سے ہے، قرآن مجید کی متعدد آیات میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے۔ امام نووی نے پانچ آیتوں کے حوالے دیئے ہیں، امام غزالی نے تین مزید آیات قرآنیہ نقل کی ہیں اور امام قشیری نے عام دستور کے مطابق ایک آیت پر اکتفا کیا ہے۔ وہ آیت یہ ہے: کان اللہ علی کل شئی رقیبًا (سورئہ احزاب، آیت ۵۲)۔ اللہ ہر چیز پر نگران ہے۔ شیخ الاسلام نے اس آیت کا اضافہ کیا ہے۔ ان اللہ کان علیکم رقیبًا (سورئہ نساء آیت ۱) یقین کرو اللہ تم پر نگرانی کررہا ہے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے قرآن پاک سے دو حصے نقل کئے ہیں

افمن ھو قائم علیٰ کل نفس بما کسبت (سورئہ رعد، آیت ۳۳) پھر کیا وہ جو ایک ایک متنفس کی کمائی پر نظر رکھتا ہے **الم یعلمہ بانّ اللہ یَریٰ** (سورہ علق، آیت ۱۴) یہ نہ جانا کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

والذین ھم لاماناتھم وعھدھم راعون o والذین ھم بشھاداتھم قائمون

ترجمہ: اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا خیال رکھنے والے ہیں وہ اپنی گواہیوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں۔

(سورۃ معارج آیت ۳۲)

امام نووی نے ذیل کی آیتیں نقل کی ہیں، وتوکل علی العزیز الرحیم الذی یرک حینَ تقوم و تقلبک فی السجدین، (سورۃ شعراء، رکوع ۱۱) ترجمہ: اور اس زبردست رحیم پر توکل کرو جو اس وقت تمہیں دیکھ رہا ہوتا ہے جب تم اٹھتے ہو اور سجدہ گزار لوگوں میں تمہاری نقل وحرکت پر نگاہ رکھتا ہے۔ **وھو معکم اینما کنتم** (سورۃ حدید، آیت ۴)

ترجمہ: وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے۔ خواہ تم لوگ کہیں بھی ہو۔

ان اللہ لایخفی علیہ شئی فی الارض ولا فی السماء (سورئہ آل عمران، آیت ۵) یعنی زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اِنَّ رَبَّک لبالمرصاد (سورئہ فجر آیت ۱۴) یعنی بے شک تیرا ربّ گھات میں لگا ہوا ہے۔ یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور (سورئہ مومن آیت ۱۹) یعنی اللہ نگاہوں کی چوری تک سے واقف ہے اور وہ راز تک جانتا ہے جو سینوں میں چھپا رکھے ہیں۔

ان آیتوں سے ایک طرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم' آنکھوں کی چوری اور دلوں کے ارادے' خیالات و جذبات سب پر حاوی ہے اور دوسری طرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے نیک بندے اپنی امانتوں اور شہادتوں کی پوری رعایت' حفاظت اور نگرانی کرتے ہیں۔

احادیث:

بہت سی حدیثیں عمل مراقبہ کا ماخذ ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے سب سے پہلے حدیث جبرئیل علیہ السلام کا احسان سے متعلق یہ ٹکڑا نقل کیا ہے۔

قال فاخبرنی عن الاحسان قال ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک (مسلم، مشکوٰۃ، کتاب الایمان)

ترجمہ: جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ مجھے بتایئے احسان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کی بندگی اس طرح کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ ضرور دیکھ رہا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں اور یہ تصوف کا بہت بڑا ماخذ ہے اس میں ملاحظہ اور مراقبہ کا جو عمل بتایا گیا ہے۔ اگر مخلصانہ اس کی تکمیل کی جائے تو مومن قرب و رضائے الٰہی کے اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ پر فائز ہو سکتا ہے۔

(۲) وعن ابی ذر قال قال رسول اللہ ﷺ اتق اللہ حیث ما کنت واتبع السیئۃ الحسنۃ تمحھا وخالق الناس بخلق حسن (ترمذی، دارمی احمد، مشکوٰۃ) حضرت ابوذر غفاری اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! "اللہ سے ڈرو تم جہاں کہیں بھی ہو' برائی کے بعد نیکی کرو' برائی کے بعد سب سے بڑی مقدم نیکی توبہ ہے وہ اسے محو کر دے گا اور لوگوں کے درمیان اچھے اخلاق کے ساتھ زندگی بسر کرو۔

حدیث کا پہلا ٹکڑا۔ اللہ سے ڈرو تم جہاں کہیں بھی ہو' مراقبے کا ماخذ ہے اور اسکا مطلب یہ ہے کہ تم کسی جگہ خدا کو غائب نہ پاؤ گے اگر تم اس کے حق کی نگرانی کر رہے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے اور اس کا صلہ تمہیں ضرور ملے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں سواری پر حضور کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے لڑکے ! میں تمہیں چند باتوں کی تعلیم دیتا ہوں تم اللہ کے حق کی نگرانی کرو اور فکر مندی کے ساتھ اس کی رضا طلب کرتے رہو، تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے یعنی وہ اس کے صلے میں دنیا اور آخرت کی سختیوں اور مشقتوں سے تمہاری حفاظت کرے گا اور جب تم مانگو اور جب تم مدد طلب کرو تو اللہ سے مدد طلب کرو اور یقین رکھو کہ تمام امّت جمع ہو کر تمہیں نفع پہنچانا چاہے تو وہ تمہیں صرف وہی نفع پہنچا سکتی ہے جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے اور وہ جمع ہو کر تمہیں کچھ نقصان پہنچانا چاہیں تو صرف وہی نقصان پہنچا سکیں گی جو باری تعالیٰ نے لکھ دیا ہے۔ قلم لکھ کر اٹھائے جا چکے ہیں اور صفحے خشک ہو چکے ہیں۔ (ترمذی)

حضرت ابن عباس کی اس حدیث کے بارے میں سیّدنا الشیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے فتوح الغیب میں لکھا ہے کہ یہ حدیث اسی لائق ہے کہ ہر مومن اس کو اپنے دل کے لئے آئینہ بنالے تاکہ اس حدیث کے مضمون میں دل کی اچھائی برائی اور درستی اور نادرستی، ملاحظہ کرتا رہے، اس حدیث پر مخلصانہ عمل سے اسے دنیا و آخرت میں سلامتی اور عزت حاصل ہو گی۔

مراقبہ کے بارے میں صوفیہ کے اقوال :

صوفیاء کرام رحمتہ اللہ علیھم اجمعین نے عمل مراقبہ کو وہی اہمیت دی ہے جو دین میں اسے حاصل ہے بلکہ بعضوں نے تو بجا طور پر اس کو تصوف کی اصل قرار دیا ہے۔

(۱) جریری رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ہمارا معاملہ (علم تصوّف) دو اصلوں پر مبنی ہے یہ کہ تم اپنے اوپر لازم کر لو کہ تمام کیفیات و حرکات میں اس کا لحاظ اور شعور رکھو گے کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے اور دوسری یہ کہ تمہارے ظاہری اعمال و احوال پر شریعت کا علم حاوی ہو یعنی وہ شریعت کی ترازو میں تلے ہوئے ہوں۔

(۲) ابن عطا سے پوچھا گیا طاعات میں سب سے افضل طاعت کون سی ہے ؟ انہوں نے کہا ہر وقت حق تعالیٰ کا مراقبہ سب سے افضل طاعت ہے۔

(۳) ابو نعمان مغربی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو حفص نے کہا کہ جب تم لوگوں کو نصیحت کرنے کے لئے بیٹھو تو اپنے قلب اور اپنے نفس کو نصیحت کرو تاکہ لوگوں کو اس میں نفع ہو کیونکہ جب تمہاری نیّت خالص ہو گی اور اصل مخاطب تمہاری اپنی ذات ہو گی تو بات دل سے نکلے گی اور دل سے نکلی ہوئی بات مؤثر ہوتی ہے تمہیں یہ دھوکہ نہ ہو کہ لوگ تمہارا وعظ سننے کے لئے تمہارے پاس جمع ہو گئے ہیں کیونکہ وہ تمہارے ظاہر کو دیکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے دل کا رقیب و نگراں ہے۔ (رسالہ قشیریہ)۔ واعظین کیلئے یہ کتنی اچھی تعلیم ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اب عموماً علماء

اور صوفیہ کے وعظ و پند کیوں بے اثر ہو گئے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ " ہر چہ از دل خیزد " (جو بات دل سے نکلتی ہے) والی بات غائب ہے تو پھر "بر دل ریزد" (دل پر لگتی ہے) کا ظہور کیوں کر ہو۔

دو واقعات :

(۱) روایت ہے کہا ایک بار حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں تھے انہوں نے ایک جگہ ایک نوجوان لڑکے کو بکریاں چراتے ہوئے دیکھا وہ اتنی اچھی طرح بکریوں کی نگرانی کر رہا تھا کہ انہیں تعجب ہوا۔ انہوں نے جانچنا چاہا کہ اس کا باطن بھی اس کے ظاہر کے مطابق ہے یا نہیں ؟ یعنی یہ عمدہ نگرانی محض عادۃً ہے، یا اس کا تعلق دین سے ہے انہوں نے کہا تم اس ریوڑ میں سے کیا ایک بکری میرے ہاتھ بیچتے ہو؟ اس نے کہا کہ یہ بکریاں میری نہیں ہیں انہوں نے کہا کہ بکریوں کے مالک سے کہہ دینا کہ ایک بکری بھیڑیا اٹھا کر لے گیا ہے۔ یہ سن کر اس نے لڑکے نے کہا فاین اللہ ! جناب اللہ کہاں غائب ہو گیا؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس جواب سے اتنے خوش ہوئے کہ کتنی مدت تک اس واقعہ کو لوگوں کے درمیان بیان کرتے رہے، اور اس کا یہ جملہ فاین اللہ دہراتے رہے ایک دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے اس کے مالک سے وہ غلام اور ریوڑ خرید لیا، غلام کو آزاد کر دیا اور اس کو اس ریوڑ کا مالک بنا دیا۔

(۲) بعض مشائخ کے چند شاگرد تھے، ان میں سے ایک کی طرف زیادہ توجہ دیتے دوسرے شاگردوں نے ان سے شکایت کی اور مزید شفقت و توجہ کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے کہا آئندہ میں تمہیں اس کا سبب بتاؤں گا پھر ایک دن انہوں نے چند پرندے منگوائے اور ہر شاگرد کو ایک پرندہ دے کر کہا اسے ایسی جگہ ذبح کر کے لے آؤ جہاں کوئی دوسرا نہ دیکھ رہا ہو تمام شاگرد اپنا اپنا پرندہ ذبح کر کے لے آئے لیکن وہ شاگرد اپنا پرندہ زندہ واپس لایا، انہوں نے دوسرے تمام شاگردوں کے سامنے اس سے پوچھا، تم نے پرندہ کیوں ذبح نہ کیا؟ اس نے جواب دیا آپ کا حکم تھا کہ میں ایسی جگہ ذبح کروں جہاں کوئی دوسرا نہ دیکھ رہا ہو، میں نے ایسی کوئی جگہ نہ پائی کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ دیکھ رہا ہے، اب انہوں نے دوسرے شاگردوں سے کہا کہ اس شاگرد کی طرف خاص توجہ کا سبب یہی ہے۔ (رسالہ قشیریہ مع الشرح)...(بشکریہ مجلہ عرفان منزل -۱۹۸۴ء)

قطب مدینہ خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ مولانا ضیاء الدین احمد مدنی علیہ الرحمہ کے خادم خاص اور خلیفہ کو حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ قاری مصلح الدین صدیقی کو ہمارا سلام کہہ دو، انہوں نے ۳۰ شوال المکرم ۱۳۹۹ھ کو ایک خط لکھ کر یہ بات قاری صاحب تک پہنچائی اس خط کا عکس نذر قارئین ہے۔

آخری یادگار تقریر

حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ

یہ پیر طریقت حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ کی آخری یادگار تقریر ہے جو آپ نے وصال سے ایک روز قبل ۲۲ مارچ ۱۹۸۳ء بعد نماز عشاء میمن مسجد مصلح الدین گارڈن میں فرمائی، یہ محفل شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام حضرت علامہ محمد حامد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کے عرس شریف کی محفل تھی، جس میں شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا تقدس علی خان بریلوی علیہ الرحمہ، تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا محمد اختر رضا خاں ازہری، حضرت علامہ مولانا مناں رضا صاحب، حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری اور مقتدر علماء شریک تھے۔ اگلے روز ۲۳ مارچ ۱۹۸۳ء کو آپ ظہر کی نماز پڑھا کر گھر تشریف لے گئے اور چار بجے آپ کا وصال ہوا۔ اس یادگار تقریر کو کیسٹ سے سن کر حافظ عبد الرحمن قادری نے قارئین کے لئے پیش کیا ہے۔ ادارہ۔

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

حضرات! میں تقریر کے لئے نہیں کھڑا ہوا میں آپ کے سامنے اس لئے کھڑا ہوا کہ آپ کا شکریہ ادا کروں کہ آپ نے ہماری "بزم رضا" کی دعوت پر یہاں آکر ہمیں شکریہ کا موقع عطا فرمایا اور دوسرا یہ کہ شہزادئہ عالی وقار حضرت علامہ اختر رضا خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے ہماری دعوت کو قبول فرمایا اپنے برادر خورد کے ساتھ اور اپنے سیکریٹری کے ساتھ وہ ہماری اس مسجد میں تشریف لے آئے اور ان کے ساتھ ان کے پھوپھا حضرت مولانا تقدس علی خان صاحب جو شیخ الحدیث والتفسیر بھی ہیں۔ ماشاء اللہ بڑے بزرگ ہیں، معمر ہیں وہ بھی ہماری دعوت پر تشریف لائے اور دیگر ہمارے دوست احباب یہاں موجود ہیں ان کے ہم شکر گزار ہیں۔

بڑی خوشی و مسرت ہوئی ان شہزادئہ عالی وقار کی تقریر سن کر، آپ ان کی شکل وصورت کو دیکھ کر یہ سمجھتے ہونگے کہ شاید یہ ساٹھ (۶۰)، ستر (۷۰) سال کے بزرگ ہونگے۔ یہ صرف چالیس سال کے بزرگ ہیں۔ صرف چالیس سال ان کی عمر شریف ہے۔ میں جب سن 1955ء میں بریلی شریف گیا تھا اس وقت ان کی عمر ۱۲۔۱۳ سال کی تھی۔ پڑھنے کے لئے جاتے تھے اور ماشاء اللہ ان کو دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ پہلے تو آپ نے بریلی شریف میں تعلیم حاصل کی، اس کے بعد جامعہ ازہر میں جاکر انہوں نے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، خیر ڈگریاں تو ہر کوئی حاصل کرتا ہے لیکن جو سب سے اہم ترین اثاثہ ہے وہ عشق مصطفی ﷺ کا جو انہیں ان کے خاندان سے ملا وہ ان کے سینے میں

ہے۔ ان کی تقریر جو آپ نے سنی اس سے آپ نے اندازہ کرلیا ہو گا اور ہمیں بڑی خوشی و مسرت ہوئی کہ جس اثاثے کو، جس قیمتی چیز کو اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت رضی اللہ عنہ قوم کے سینوں میں دیکھنا چاہتے تھے اور حضرت حجۃ الاسلام نے عشق مصطفی کا جو درعطا فرمای اور حضور سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے اپنی طویل عمر میں شہر شہر جارک گائوں گائوں جاکر عشق مصطفی کا جو درس دیا ہے الحمد للہ آج ان کے چشم و چراغ ہمارے اندر موجود ہیں اور انہوں نے بھی آپ کے سامنے وہی چیز بیان کی ہے۔ معلوم ہوا کہ وہی چیز آپ کے سینے میں بھی ہے اور ہر مسلمان کے سینے میں عشق مصطفی ہونا چاہیئے۔

حقیقت یہ ہے کہ عشق مصطفی جس سینے میں ہوتا ہے کوئی تکلیف اسے نہیں ہوتی، کوئی درد نہیں ہوتا۔ موت کے وقت بھی اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ بلکہ عشق مصطفی جس کے سینے میں ہوت اہے وہ موت کا منتظر ہوتا ہے۔ میں تاریخ کا ایک ورق یہاں پیش کرنا چاہتا ہوں حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ جن کی اذان کی آواز پر فرشتے جھوما کرتے تھے۔ جب انتقال کا وقت قریب آیا تکلیف و مصیبت میں مبتلا ہوگئے اور ان کی تکلیف ان کی بیوی نہ دیکھ سکیں تو کہا واحر باہ واحر باہ کس قدر درود و تکلیف کا وقت ہے۔ آنکھیں کھولی بیوی سے فرمایا کہ بیوی تو کہتی ہے کہ یہ تکلیف کا وقت ہے نہیں نہیں واطرباہ واطرباہ یہ تو بڑی خوشی اور مسرت کا مقام ہے اس لئے کہ میری روح میرے جسم سے نکلے گی اور جس چیز کی تمنا اور آرزو میں اپنے قلب میں رکھتا ہوں کہ قبر کے اندر پیارے مصطفی ﷺ کا دیدار ہو گا۔ وہ دیدار کی ساعت وہ دیدار کی گھڑیاں قریب آرہی ہیں کہ میں اپنی ان آنکھوں سے جو عرصہ دراز سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے محروم ہیں ان کو میں دیکھوں گا۔ (زرقانی علی المواہب) معلوم ہوا کہ مومن مرنے کی تمنا اس لئے کرتا ہے کہ قبر میں اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار نصیب ہو گا۔ اسی لئے حضرت جمیل میاں نے بڑا ہی بہترین شعر فرمایا، فرماتے ہیں۔

کیا پوچھتے ہو مجھ سے نکیرین لحد میں
لو دیکھ لو دل چیر ے ارمان محمد ﷺ

مومن کے دل میں عشق مصطفی ﷺ ہوتا ہے اور یہ عشق مصطفی بہترین اثاثہ ہے۔۔۔۔

حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کا ماشاء اللہ بڑا نورانی چہرہ تھا۔ اگر دو لاکھ آدمی ہوں تو جی چاہتا تھا کہ حضرت کی زیارت کی جائے۔ دیکھنے والے کی ادھر ادھر نظر نہیں جاتی تھی گویا قدرت کا ایسا بہترین شاہکار تھے حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ۔ ہندو بھی عاشق تھے ان کے، اودھیپوہ میں جس وقت تشریف لے جایا کرتے تو اودھیپوہ میں چند بنیے تھے وہ حضرت کی آمد کی خبر سن کر ایک دو جنکشن پہلے استقبال کے لئے پہنچ جایا کرتے تھے اور حضرت کا استقبال

کرتے تھے۔ جب حضرت ادھیپور آتے تھے تو حضرت حجۃ الاسلام، حضرت علامہ اختر رضا خان کے دادا کے لئے جن کا ہم عرس کر رہے ہیں، ان کے لئے چادریں بچھائی جاتی تھیں۔ لوگ زمین پر چلنا گوارا نہیں رکھتے تھے اور چادریں بچھا دیتے تھے اور ہندو راجا نے کار بھیجی تھی جو گلاب سے دھو کر اور پھولوں سے سجا کر بھیجی گئی کہ میری اس ریاست میں وہ عظیم شخص آرہا ہے کہ جس کے سینے میں عشق مصطفی ﷺ ہے۔ حضرت کو بڑی شان کے ساتھ لے جایا گیا تو وہ ہندو بنیا بد مذہبوں سے کہتا تھا کہ اگر تم مزہب میں سچے ہو تو ایک ایسا بزرگ لا کر کے دکھاؤ۔

میں ان کی کرامت بیان کرتا ہوں اور اپنے موضوع کے تحت ہوں کہ عشق مصطفی ﷺ جس کے سینے میں ہوتا ہے تو درد و تکلیف کا اسے کوئی احساس نہیں ہوتا۔ آپ کو پیٹھ میں ایک پھوڑا ہوا۔ یہ نہ تھا کہ اتنے بڑے بزرگ ہیں ان کو تکلیف کیسے ہو گئے یہ نہ سمجھنا اس لئے کہ جو اللہ کے نیک بندے ہوتے ہیں کو بلائیں اتنی ہی آتی ہیں اتنی ہی تکلیفیں ان کو آتی ہیں، ان کی آزمائش ہوتی ہے۔ اس آزمائش میں وہ پورا اترتے ہیں۔ یہ نہ سمجھا جائے۔ بعض لوگ میرے پاس آکر کہتے ہیں حضرت صاحب! ہم تو بڑی تکلیف میں ہیں، بڑی مصیبت میں ہیں حالانکہ ہم نماز پڑھتے ہیں اور روزہ بھی رکھتے ہیں اور ہم ہر نیک کام کرتے ہیں لیکن بڑی تکلیف میں ہیں تو میں ان سے کہا کرتا ہوں سیدنا امام حسین تو سب سے زیادہ نماز پڑھنے والے تھے، روزہ رکھنے والے تھے مگر تکلیفیں تھیں۔ تو یہ تکلیف وغیرہ کوئی چیز نہیں۔ اللہ نے جو چیز مقدر فرمادی وہ آتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ایمان قائم رہے، استقلال مسلمان کو حاصل ہو یہ سب سے بڑی چیز ہے میں یہ کہتا ہوں تو حضرت حجۃ الاسلام کے پشت مبارک میں ایک پھوڑا تھا۔ آپریشن کرنا تھا۔ ڈاکٹروں نے کہا ہم ان کو بے ہوش کریں گے۔ حضرت نے فرمایا میں کبھی اس کیلئے تیار نہیں ہوں گا بغیر اس کے ہی میرا آپریشن کر دیا جائے۔ ڈاکٹر حیران تھا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ چیرنا پڑے گا، کاٹنا ہو گا، پھاڑنا ہو گا۔ حضرت نے فرمایا کوئی بات نہیں۔ حضرت لیٹے رہے ہاتھ میں تسبیح تھی۔ ڈاکٹر سے فرمای اتو اپنا کام کر میں اپنا کام کر رہا ہوں۔ تین ساڑھے تین گھنٹے تک آرپیشن ہوا ایک ایک رگ چیر کر اس سے مواد نکالا گیا۔ حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ آرام کے ساتھ بیٹھے تھے ہاتھ میں تسبیح تھی درود شریف پڑھ رہے تھے۔ ڈاکٹر حیران تھا کہ آج تک ایسے کسی مریض کو نہیں دیکھا کہ جس کا آپریشن بغیر بے ہوش کئے کیا ہو۔

اس زمانے میں مریض کو بے ہوش کیا جاتا تھا پھر وہ ہوش میں آتا تھا لیکن آج کی دنیا میں آپ نے دیکھا ہو گا کہ آپریشن جب ہوتا ہے تو بے ہوش نہیں کیا جاتا بلکہ ایک سوئی لگا دی جاتی ہے جس سے جسم کا وہ بے حس ہو جاتا ہے، مریض کی آنکھیں کھلی ہیں ڈاکٹر اسے کاٹ رہا ہے چیر رہا ہے، اسے کسی چیز کا احساس نہیں ہوتا۔

(مضمون کا بقیہ حصہ صفحہ نمبر 285 پر ملاحظہ فرمائیں)

مناقب

مختصر منظوم تعارف

حضرت الحاج علامہ مولانا قاری حافظ

محمد مصلح الدین صدّیقی قادری رضوی امجدی نوری ضیائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کلام: ندیم احمد ندیم نورانی

ضیائے طیبہ کی جاں مصلح الدین

ہیں ممتازِ طریقت مصلح الدین ضیائے قادریّت مصلح الدین
چراغِ حق ہیں حضرت مصلح الدین ہیں اک نورِ صداقت مصلح الدین
وفا اور صدق و تقویٰ کے مہکتے گُلِ صدّیق، حضرت مصلح الدین
تھا تیرہ سو چھتیس ہجری ہُوا سالِ ولادت، مصلح الدین
ہے دکّن حیدرآباد انڈیا میں ولادت گاہِ حضرت مصلح الدین
ہوئے وہ حافظِ ملّت کے شاگرد ہیں بحرِ علم و حکمت مصلح الدین
ہیں اک علّامہ، قاری اور حافظ وہ مہتابِ شریعت مصلح الدین
بنے صدر الشریعہ کے خلیفہ اُنھی سے ہو کے بیعت مصلح الدین
خلافت مفتیِ اعظم سے پائی ہیں کتنے با سعادت مصلح الدین
ضیاءُ الدین نے بخشی خلافت ضیائی بھی ہیں حضرت مصلح الدین
رہے وہ امجدیّہ میں مدرّس ہیں فخرِ امجدیّت مصلح الدین
کراچی میں تھے ناشر رضویت کے فدائے اعلیٰ حضرت، مصلح الدین
خطابِ پُر اثر کرتے رہے وہ شہنشاہِ خطابت مصلح الدین
کیا کرتے تھے تبلیغ و عمل سے سدا اصلاحِ ملّت مصلح الدین
رہے جو عاملِ سنّت ہمیشہ ہیں وہ پاکیزہ سیرت مصلح الدین

تصوّف کی ضیا ملتی ہے جن سے　　ہیں وہ مہرِ طریقت مصلح الدین
ہوئے قطبِ مدینہ اُس کے مرشد　　کی جس نے تم سے بیعت مصلح الدین
رکھا قطبِ مدینہ کا جنازہ　　لحد میں تم نے حضرت مصلح الدین
بنا کر شہ تراب الحق کو داماد　　عطا کی تم نے نسبت، مصلح الدین!
خلافت شہ تراب الحق کو دے کر　　عطا کی تم نے رفعت، مصلح الدین!
بڑی تیاری کر کے آخرت کی　　ہوئے دنیا سے رخصت مصلح الدین
ہے بے شک چودہ سو اور تین ہجری　　تمھارا سالِ رحلت مصلح الدین
جناب اختر رضا نے کی تمھارے　　جنازے کی امامت، مصلح الدین
ہے کھوڑی گارڈن میں اک ضیا بار　　مزارِ پاکِ حضرت مصلح الدین
تراب الحق کی رسمِ جا نشینی　　ہوئی سویم میں، حضرت مصلح الدین
جناب اختر رضا نے اُن کے سر پر　　رکھی دستارِ عظمت، مصلح الدین
یوں شہ اختر رضا نے اُن کو بخشی　　تمھاری ہی نیابت، مصلح الدین
تراب الحق بھی دنیا سے گئے اب　　ہیں غم گیں اہلِ سنّت، مصلح الدین!
تراب الحق جِناں میں پائیں رفعت　　دعا فرمائیں، حضرت مصلح الدین
ضیائے طیبہ کے محبوب ہیں وہ　　مہِ رشد و ہدایت مصلح الدین
ضیائے طیبہ جن کی مدح خواں ہے　　ہیں وہ حق دارِ مدحت مصلح الدین

ندیم احمد ثنا خوانِ ولی ہے
ہیں مصداقِ ولایت مصلح الدین

تاریخِ نظم: جمعۃ المبارک، ۲۴؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ مطابق ۴؍مارچ ۲۰۱۶ء؛ دو اَشعار کا اضافہ: جمعہ، ۲۱؍ربیع الآخر ۱۴۳۸ھ / ۲۰؍جنوری ۲۰۱۷ء

تاریخِ وفات حسرت آیات

قدوۃ الصالحین زبدۃ السالکین حضرت قاری مصلح الدین نور اللہ مرقدہٗ

شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا تقدس علی خان علیہ الرحمہ

تو دین کا مصلح تھا اے جامع عرفانی
تو زہد میں تقویٰ میں بے مثل تھا لاثانی
ہاتف نے کہا مجھ سے یہ سالِ وفات اس کا
بے شک و شبہ کہدو تم ہے ! مغفرت ربانی(۱۹۸۳)

قطعہ تاریخ وفات

قاری محمد مصلح الدین قادری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

از نتیجہ فکر الحاج مولٰینا سید فتح علی حیدری القادری تاجی خوشتر

تھا وہی خوشتر کے دل کی جستجو
بن گیا رُحوں کے دل کی آرزو
مرکزِ ہر اولیاء واصفیا
آہ "مصلح نیک طینت نیک خُو"

قطعہ تاریخ وفاتِ حسرت آیات

قاری محمد مصلح الدین قادری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نور اللہ مرقدہ

راغب مراد آبادی

خوشا مصلح تھے قاری مصلح الدین — ہوئے دنیا سے رخصت سُن کے یاسین
تھا عشق اُن کو محمد مصطفیٰ سے — دُرود اُن کے لیے تھا وجۂ تسکین
وفات اُن کی ایک ایسا سانحہ ہے — مرید اُن کے ہیں سارے آہ غمگین
تراب الحق کا دل بھی ہو گیا خون — ہُوا دامانِ صبرا شکوں سے رنگین
یہ تاریخ وفات اُن کی ہے راغب — تھے جانِ عصر قاری مصلح الدین

۱۴۰۳ہجری

موتِ عالم موت العالم کا تجھے عنواں لکھوں

قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

منقبت پیر طریقت کی میں کیا اے جاں لکھوں
وہ عجب ذیشان تھے کیا شان کے شایاں لکھوں

باغ میں ہے آستاں اس کا خدا کے گھر کے پاس
قربِ حق اس کو کہوں یا رحمت رحماں لکھوں

مصلح الدین قادری کو قاریٔ قرآں کہوں
یا بہشتی باغ کا طوطیِ خوش الحاں لکھوں

قادری گلشن کا ہے تو وہ گلِ خوباں جسے
رب کا مقبول نظر محبوبِ محبوباں لکھوں

تو ہے اللہ والا تیری ہے حیاتِ جاوداں
تجھ کو شمع ، قبر کو تیری میں شمعداں لکھوں

پیر من جانِ مریداں کیا کروں تیرا بیاں
موتِ عالم موت العالم کا تجھے عنواں لکھوں

ہاں شریعت کا تو رہبر اور طریقت کا ہے پیر
رہبری میں رہبر من تجھ کو میں یکساں لکھوں

بندۂ احقر ہوں میں خادم الفقراء سدا
بندہ پرور تجھ کو میں اپنا سخی سلطاں لکھوں

شان ہے ان کی عجب نورٌ علی نور التفاتؔ
ان پہ آقا کا کرم اور رحمت یزداں لکھوں

روشنی میں ہو مجھے ہر شب زیارت آپ کی

محمد نعیم دہلوی

اپنی آنکھوں میں لیئے پھرتا ہوں صورت آپ کی
اے میں قرباں یہ اثر لائی محبت آپ کی

اور کیا مانگوں بھلا مجھ سے نہ مانگا جائے گا
چاہیے بس چاہیے چشم عنایت آپ کی

میں عقیدت کی فراوانی سے مالا مال ہوں
مجھ کو یہ دولت ملی بیشک بدولت آپ کی

اطمینانِ دل مجھے حاصل ہوا اس لئے
میں نے سینے میں بسا رکھی ہے الفت آپ کی

اس جہاں رنگ و بو میں مجھ کو اپنا کہدیا
زرہ ناچیز پر ہے کتنی رحمت آپ کی

یوں جلا لایا ہوں پلکوں پر عقیدت کے چراغ
روشنی میں ہو مجھے ہر شب زیارت آپ کی

یہ "نعیم" زار پر کتنا کرم ہے آپ کا
مجھ سے ناکارہ کے لب پر بھی ہے مدحت آپ کی

مظہر نور خدا ہیں، مصلح الدین قادری

ضیاء الحق قادری

مظہرِ نور خدا ہیں، مصلح الدین قادری
نائب خیر الورا ہیں، مصلح الدین قادری

دلبر غوث الورا ہیں، مصلح الدین قادری
عاشق احمد رضا ہیں، مصلح الدین قادری

یا الٰہی تاابد فیض رضاؔ جاری رہے
منبع فیض رضا ہیں، مصلح الدین قادری

خاندا ن حضرتِ صدیق کے چشم و چراغ
نسبتِ صدق و صفا ہیں، مصلح الدین قادری

عابد و زاہد ولی و متقی پرہیز گار
آپ شانِ اولیاء ہیں، مصلح الدین قادری

آپ کے سینے میں جلوہ گر ہے قرآنِ مبیں
تیس پاروں کی ضیاء ہیں، مصلح الدین قادری

آپ کی رشد و ہدایت کا ہے شہرہ چار سو
رہبر خلق خدا ہیں، مصلح الدین قادری

غم کے ماروں بے سہاروں کو مرادیں مل گئیں
بیکسوں کا آسرا ہیں، مصلح الدین قادری

کوئی سائل آپ کے در سے نہ لوٹا خالی ہاتھ
پیکرِ جو دو سخا ہیں، مصلح الدین قادری

آپ کا روضہ ہے جنت قادریوں کے لئے
مرکز فیض و عطا ہیں، مصلح الدین قادری

اے ضیاءؔ تجھ کو یقیں ہے وہ کرم فرمائیں گے
تیرے غم سے آشنا ہیں مصلح الدین قادری

یہ عرسِ مصلح ملت کی فیض بخشی ہے
کہ خامہ بدرؔ کا لے آیا اک کلام نیا

حضرت علامہ بدر القادری (ہالینڈ)

دیارِ طیبہ سے لانا صبا پیام نیا
نئی نوید، چھلکتا سا کوئی جام نیا

نئی بہاروں میں گل پوش ہے مرا محبوب
نیا نشاط ہے گلشن میں اہتمام نیا

برائے جلوہ یہ بالائے بام کون آیا
ہے کیفِ صبح نیا اور سرورِ شام نیا

ہر ایک رند پہ یکساں نگاہِ ساقی ہو
کیا ہے مرشد کامل نے انصرام نیا

نئے لباسِ عروسی میں ہے مرا پیارا
پئے نظارہ امنڈ آیا اژدھام نیا

نکھر گیا رخِ زیبائے شہ تراب الحق
شفا عطا ہوئی بخشا گیا انعام نیا

نوازشاتِ اب وجد فیوضِ مرشد پاک
جدید جوشِ عمل سے ہو خوب کام نیا

الٰہی ملت اہل سنن کی ہے فریاد
حیاتِ نو کا نوازش ہو ان کو جام نیا

یہ عرسِ مصلح ملت کی فیض بخشی ہے
کہ خامہ بدرؔ کا لے آیا اک کلام نیا

یہ وہ رہبر ہیں جنکی رہبری پر ناز ہے دل کو

سکندر لکھنوی

جناب مصلح الدین رحمۃ اللہ پیر کامل ہیں
جو مقبول الٰہی ہیں انہیں بندوں میں شامل ہیں

علوم ظاہری اور باطنی دونوں کے عالم ہیں
شریعت کے بھی رہبر ہیں طریقت میں بھی کامل ہیں

وفا و صبر استقلال فقیر و خندہ پیشانی
غلامی شہہ جیلاں سے سب اوصاف حاصل ہیں

بصیرت اور بصارت جن کو خالق نے عطا کی ہے
وہ اہل اللہ ان کی رفعت و عظمت کے قائل ہیں

میسر ہے جنہیں دیدار ان کے روئے زیبا کا
وہ انکی صورت و سیرت پہ جان و دل سے مائل ہیں

مریدوں پہ کوئی مشکل مقام آجائے تو اب بھی
یہ انکی دستگیری سے نہ قاصر ہیں نہ غافل ہیں

محبت ان کی لافانی ہے سلطان مدینہ سے
جناب غوث پر صدقہ رضا پر دل سے مائل ہیں

یہ وہ رہبر ہیں جنکی رہبری پر ناز ہے دل کو
نقوش پا بھی ان کے طالبانِ حق کی منزل ہیں

سکندرؔ ان کی مدحت مدحت احمد رضا خاں ہے
بفضل حق مدح خوانوں میں انکے ہم بھی شامل ہیں

قاری قرآں تھے وہ حافظ قرآں بھی

صوفی محمد حفیظ نقشبندی مجددی

قاری قرآں تھے وہ حافظ قرآں بھی
عالم و فاضل بھی تھے وہ صاحب عرفان بھی

نیک سیرت خوبصورت باشرع انسان بھی
رونق محراب و منبر غازی میدان بھی

جن کے قول و فعل میں یکسانیت تھی باخدا
وہ بہار قادریت سنیت کی جان بھی

مرد کامل ، مرد عابد مرد زاہد مرد حق
مسلک احمد رضا کی آپ تھے پہچان بھی

مثل سورج اپنی کرنوں سے نوازا دہر کو
چشمہ فیضان بھی تھے اولیاء کی شان بھی

لحن داؤدی کے مالک سوز حبشی کے امین
عاشق اویس قرنی عاشق حسان بھی

شاہ تراب الحق ہیں ان کے فیض کی زندہ مثال
بٹ رہا ہے جنکے ہاتھوں غوث کا فیضان بھی

کیا بتاؤں اے حفیظ اس دل کی حالت میں تمہیں
ذکر سے ہوتا ہے ان کے کیف بھی وجدان بھی

قاری صاحب کے تحفیظِ قرآن کی تقریب

حضرت قاری صاحب کے تحفیظِ قرآن کے بعد پہلی بار تراویح میں قرآن مجید سنانے پر منعقدہ تقریب کی روئیداداور پڑھی جانے والی نظمیں

حسب ذیل نظم ونثر تصنیف شدہ حضرت مولانا مولوی شاہ امیر اللہ حسینی صاحب سجادۂ درگاہ مولوی (صاحب موصوف)

مولوی میاں محمد مصلح الدین صاحب خلف الصدق مولوی غلام جیلانی صاحب شبر استاد قندہار نے اس کم سنی یعنی (۱۵۔۱۰) سالہ عمر میں قرآن شریف کا حافظہ ختم کیے۔ اور سال حال ہی کے ماہ صیام میں اپنے استاد حافظ محمد نور صاحب مراد آبادی کے ساعت سے نہایت کامیاب شبینہ پڑھکر معزز حضرات علماء وغیرہ کو سنایا جسکی خوشنودی میں والدِ بزرگوار غلام جیلانی صاحب نے بے انتہا خوشی و صرفہ سے یہ تقریب سعید ادا کی۔ قندہار کے معززین و اہلیاں کے سواعہد داران سرکاری مولوی سید نہال احمد صاحب نقوی منصف وغیرہ وغیرہ سب موجود تھے مجمع تقریباً تین چار سو کا ہو گا۔ اسوقت یہ نظم لکھی و پڑھی گئی شب کے ۸۔۹ بجے ہونگے۔

فخر اجداد بنے حافظ قرآن ہو کر — صورت حضرت داؤد خوش الحاں ہو کر
باغ دنیا میں رہیں سرو خراماں ہو کر — مصلح الدین گل خنداں گلستاں ہو کر
باپ نے تمکو پڑھایا ہے مہرباں ہو کر — فیض بخشا ہے غلام شہ جیلاں ہو کر
منصب حامل قراں دیا حق نے تمہیں — آپ قرآن کے آئے ہیں نگہباں ہو کر
یہ سعادت جسے دیتا ہے خدا دیتا ہے — دیکھو استاد بنے طفل دبستاں ہو کر
خاندان بھر کو ہوا فخر تمہارے دم پر — نام پیدا ہی کیا حافظ قرآں ہو کر
یہی رفتار سعادت جو تمہاری ہوگی — تختِ تقدس پہ بیٹھو گے سلیماں ہو کر
مصلح الدین تو حافظ بنے کم عمری میں — ہر جگہ لوگ یہی کہتے ہیں ثناء خواں ہو کر
پونسو سال سے یاں کوئی بھی حافظ نہ ہوا — مصلح الدین رہے حامل فرقاں ہو کر
باپ بیٹے رہیں دنیا میں الٰہی شاداں — اور دشمن رہیں حیران و پریشاں ہو کر
تابقراں چہ اسی غور سے سمجھو تو رفیع — پانچ کلمے بھی نہیں یاد مسلماں ہو کر

نظم تصنیف شدہ مولوی حبیب الدین صاحب خطیب قندھار شریف

بحمد اللہ جیلانی میاں اب
ہوا فضل و کرم تم پر خدا کا

ہوا لڑکا تمہارا آج حافظ
بڑی نعمت سے خدا نے تمکو بخشا

تمہارے گھر ہے قرآن مجسم
تمہارا ہو گیا اب بول بالا

تمہیں جتنی خوشی ہو اتنی کم ہے
تمہیں ہو ناز جتنا ہے وہ زیبا

بڑے ہی آج دولت مند ہو تم
نہیں کوئی مقابل اب تمہارا

یہ دولت وہ ہے جو ہوتی نہیں کم
نہ اسکو چور کا ہے کوئی کھٹکا

تیرے سینے میں اب اے مصلح الدین
خزانہ ہے نہاں سارے جہاں کا

بڑی محنت بڑی تو نے مشقت
اٹھائی ہے جزاک اللہ خیرا

تیرے استاد ہیں نور محمد
ہے ان کی ہی یہ محنت کا نتیجہ

مجسم نور ہیں نور محمد
سراپا نیکیوں کا ہیں وہ پتلا

بزرگوں کے ہیں سب اوصاف ان میں
بزرگی ان کے چہرے سے ہے پیدا

بہت صحت سے پڑھتے ہیں وہ قرآں
کلام اللہ انہیں ہے یاد اچھا

مرادآباد سے قندہار آکر
سناتے ہیں کلام پاک حق کا

خدا کا شکر ہے قندہار والوں
کیا تم ہی سے حافظ حق نے پیدا

ہوا ہے حافظ قرآن کامل
کہ اب فرزند جیلانی میاں کا

خوشی میں انکے گھر ہے آج دعوت
ہوئے ہیں جمع سب ہے نیک جلسہ

تمہاری عمر چودہ سال کی ہے
یہ رتبہ کم سنی میں حق نے بخشا

خدا کی دین ہے اے مصلح الدین
کسی کا کچھ نہیں اس میں اجارہ

مہہ شوال کی ہے آج چوتھی
تو سن ہے ساڑے تیرا سو ہی پورا

دعا ہے اس صغیر ناتواں کی
تمہیں خوش حال حق رکھے ہمیشہ

پیر طریقت حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ کے

حیرت انگیز مادہ ہائے تاریخ

۱۴۰۳ھ ۔۔۔ ۱۹۸۳ء

نتیجہ فکر: صابر براداری

چشمہ الطاف علامہ قاری مصلح الدین صدیقی

۲۴۹،۱۴۶،۳۱۱،۲۶۳،۲۱۴=۱۴۰۳ھ

ولی حق علامہ قاری مصلح الدین صدیقی قادری

۱۵۴،۱۴۶،۳۱۱،۲۶۳،۲۱۴،۳۱۵=۱۴۰۳ھ

نادر عصر قاری مصلح الدین صدیقی

۶۱۵،۳۱۱۱،۲۶۳،۲۱۴=۱۴۰۳ھ

ممدوح عصر جناب قاری مصلح الدین صاحب صدیقی

۴۵۸،۵۶،۳۱۱،۲۶۳،۱۰۱،۲۱۴=۱۴۰۳ھ

بندہ پرور علامہ قاری مصلح الدین صدیقی

۴۲۹،۱۴۶،۳۱۱،۲۶۳،۲۱۴=۱۴۰۳ھ

مکرم قاری مصلح الدین صدیقی قادری ۱۴۰۳ھ

۳۰۰،۳۱۱،۲۶۳،۲۱۴،۳۱۵۔

پاکیزہ نظر قاری مصلح الدین صدیقی

۱۱۹۵،۳۱۱،۲۶۳،۲۱۴=۱۹۸۳ء

علامہ روزگار نادر عصر قادر مصلح الدین صدیقی

۶۱۵،۳۱۱،۲۶۳،۲۱۴،۵۸۰=۱۹۸۳ء

بزرگ ملک حافظ قاری مصلح الدین صاحب

۳۱۹،۹۸۹،۳۱۱،۲۶۳،۱۰۱=۱۹۸۳ء

آہ حلیم الطبع حافظ قاری مصلح الدین صدیقی

۶،۲۰۰،۹۸۹،۳۱۱،۲۶۳،۲۱۴=۱۹۸۳ء

پاک گو پاک ادا قاری مصلح الدین قادری رضوی

۴۹،۲۹،۳۱۱،۲۶۳،۳۱۵،۱۰۱۶=۱۹۸۳ء

صاحب حشمت قاری مصلح الدین صدیقی القادری

۸۴۹،۳۱۱،۲۶۳،۲۱۴،۳۴۲=۱۹۸۳ء

لطیف المزاج معز امام حافظ قاری مصلح الدین

۲۱۱،۲۰۹،۹۸۹،۳۱۱،۲۶۳=۱۹۸۳ء

جامی دین جناب قاری مصلح الدین صدیقی رضوی

۱۲۳،۵۶،۳۱۱،۲۶۳،۲۱۴،۱۰۱۶=۱۹۸۳ء

زاہد عصر الحاج قاری مصلح الدین

۳۷۷،۴۳،۹۸۹،۳۱۱،۲۶۳=۱۹۸۳ء

لطیف دل الحاج ھافظ قاری مصلح الدین صدیقی

۱۲۳،۴۳،۹۸۹،۳۱۱،۲۶۳،۲۱۴=۱۹۸۳ء

نیک طبع محترم قاری مصلح الدین صدیقی القاری

۱۶۱،۶۸۸،۳۱۱،۲۶۳،۲۱۴،۳۴۲=۱۹۸۳ء

مخزن علم الحاج قاری مصلح الدین صدیقی قادری

۸۳۷،۴۳،۳۱۱،۲۶۳،۴۱۴،۳۱۵=۱۹۸۳ء

واہ شان مصلح الدین قادری رضوی

۳۸۹،۲۶۳،۳۱۵،۱۰۱۶=۱۹۸۳ء

واجب اکرام علامہ حافظ قاری مصلح الدین

۲۷۴،۱۴۲،۹۸۹،۳۱۱،۲۶۳=۱۹۸۳ء

سنیوں کے ترجماں ہیں مصلح الدین قادری

سکندر لکھنوی

منزل حق کا نشاں ہیں مصلح الدین قادری
رہبر پیرو جواں ہیں مصلح الدین قادری

عقل انساں کی رسائی بھی وہاں تک ہے مُحال
عشق خالق میں جہاں ہیں مصلح الدین قادری

جان و دل سے ہیں فدائے روئے تابان نبی
آبروئے عاشقاں ہیں مصلح الدین قادری

خواجۂ ہند الولی کے نام نامی پر فدا
عاشقِ غوثِ زماں ہیں مصلح الدین قادری

مسلک حنفی کے رہبر قادریوں کے ولی
اعلیٰ حضرت کی زباں ہیں مصلح الدین قادری

طالبانِ معرفت اور سالکوں کے بالیقیں
آج میر کارواں ہیں مصلح الدین قادری

آج بھی ملتا ہے اُنکے ذکر سے دل کو سکون
آج بھی تسکین جاں ہیں مصلح الدین قادری

ان کا دامن جن کے ہاتھوں میں ہے وہ خوش بخت ہیں
کیونکہ ان کے پاسباں ہیں مصلح الدین قادری

قاری قرآن، خطیب بے بدل روشن ضمیر
واقفِ سرِّ نہاں ہیں مصلح الدین قادری

منکرانِ غوثِ اعظم آج آکر دیکھ لیں
لحد میں بھی ضوفشاں ہیں مصلح الدین قادری

ان کی مدحت ہے سکندر کے لیے وجہ شرف
سنیوں کے ترجماں ہیں مصلح الدین قادری